مدیر: اے آر خان

سہ ماہی قندیل حق لندن

QINDEEL-E-HAQ

A.R. Khan: +44-7886304637 E-Mail : qindeelehaq@gmail.com

شمارہ: 21

جنوری،فروری،مارچ 2023



حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

جلسہ سالانہ قادیان 2022ء میں خطاب کرتے ہوئے

فہرست

پاکستان کے علماء سو	اداریہ	4
خلافت سے کامل اطاعت کی ضرورت	ادارہ	5
محبوب جہاں	عطاالمجیب راشد	6
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	انجنئر محمود مجیب اصغر	7
نورالدین	عبدالخالق	10
صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق الٰہی	رانا محمد حسن خان	13
غزل	عاصی صحرائی	20
بین المذاہب تعلقات کو استوار کرنے میں اسوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم	ڈاکٹر محمد داؤد مجوکہ	22
پاکستان نے کس طرح مراکش کو فرانس سے آزادی دلوائی	ادارہ	27
لفظ خاتم کی علمی بحث بمع اعتراضات کے جوابات	جمیل احمد بٹ	28
کانوں کے عیاش بمقابلہ اداکار خطیب	شاہین سانگھلوی	38
نافلہ موعود	ڈاکٹر مہدی علی چوہدری	39
آسماں کی بے زباں یار طرحدار کے پاس	عبیداللہ علیم	40
احمدی شعراء کے مزید نام بتائیں؟	رانا عبدالرزاق خاں	41
گاؤں اٹھوال اور مولوی ثناء اللہ امرتسری	شاہین سانگھلوی	46
نفس انسانی کی حرمت	اقبال احمد نجم	49
مفتی محمود صاحب اور اسمبلی میں احمدیہ وفد	شاہین سانگھلوی	53
مدارس کے علماء کا مبلغ علم	رشید یوسفزئی	58
دعا کا ہتھیار	انجینئر محمد مجیب اصغر	61
تاریخ احمدیت میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت و نصرت کے چند ایمان افروز واقعات	شہزادہ قمرالدین مبشر۔ سکاٹ لینڈ	63

فہرست

اگر ختم نبوت نہ ہوگئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی تھے	شاہین سانگھلوی	68
لجنہ اماء اللہ حضرت مصلح موعود کی اولوالعزمی کا منہ بولتا ثبوت	درثمین احمد	72
قائداعظم اور جماعت احمدیہ	جمیل احمد بٹ	78
کیا آج قائداعظم کا کوئی وارث زندہ نہیں	شاہین سانگھلوی	88
ادارہ امراض مذہب کا قیام	سبوخ سید	92
جب بات احمدی برادری کی ہو	شعیب عادل	93
مسلمانوں کا لیڈر حضرت مولوی عبدالکریم	انجنیئر محمود مجیب اصغر	94
حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی عورتوں کو نصائح	ادارہ	100
کشتی نوح اور ایک احمدی سکالر	محمود مجیب اصغر	101
میرا میرزا	رشید قیصرانی	102
مکرم مظفر ماموں کا ذکر خیر	شہزادہ مبشر احمد	104
خلافت سے محبت، اصلاح نفس کا ذریعہ	شمشاد احمد ناصر	107
چڑھے دن مبارک	ڈاکٹر عبدالکریم خالد	113
تعارف حضرت چوہدری نعمت اللہ خاں گوہر	عبدالرحمٰن شاکر	114
مبلغ سلسلہ کی دعا	حضرت ذوالفقارعلی گوہر	119
مسیح محمدی کا آخری سفر	حضرت چوہدری نعمت اللہ صاحب گوہر	120
کیا علامہ اقبال احمدی تھے	جمیل احمد بٹ	129
مولانا فضل الرحمٰن کے دل کا چرچا	عدنان عادل	136
کیا مذہبی BULLING جائز ہے	شاہین سانگھلوی	137
جلسہ سالانہ قادیان 2016ء ایک پیشگوئی جو پوری ہوئی	ادارہ	139
جلسہ سالانہ قادیان کا روح پرور نظارہ	ظفر احمد ظفر	141
مذہبی انتہا پسندی	شعیب عادل	142
سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام	انجنیئر محمود مجیب اصغر	144
تحریک لبیک، یہودی اور جاوید چوہدری	شاہین سانگھولی	145
ڈاکٹر عبدالسلام کی ایک تاریخی تحریر	ادارہ	146
محترم انصار عباسی کے نام	طارق بلوچ	149
گلدستہ		153
تفسیر حضرت مسیح موعودؑ کے مطالعہ کی اہمیت	ادارہ	153
دلچسپ و مفید واقعات و حکایات	محمد انور شہزاد	154



اداریہ۔ پاکستان کے علمائے سو

رانا عبدالرزاق خان۔ لندن



اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ میں کسی قوم پر بھی کوئی عذاب نہیں بھیجتا جب تک اس میں کوئی نذیر یا نبی نہ بھیجوں۔

اب پاکستان کے عوام وخاص کو ایک ایسے بھیانک عذاب کا سامنا ہے کہ جس کی ماضی قریب میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ یہ قوم ایک سوتیس سال سے ایک مامور من اللہ کا انکار مسلسل کر رہی ہے۔ اور بڑی شدت سے ایک مصلح کی بھی منتظر ہے۔ مگر یہ قوم ایسے مصلح کی منتظر ہے جو کہ تصوراتی ہے۔ جب بھی کوئی آئے گا یہ قوم اسے بھی قبول نہیں کرے گی۔ بلکہ اسے اپنے خیالات کے مطابق ڈھالنے کی ناکام کوشش کرے گی۔ اس قوم کی برائیوں کی اگر ایک فہرست بنائی جائے تو میرے خیال میں سب سابقہ منکر اقوام کی عادات اس میں موجود ہیں۔ عاد وثمود، لوط، قوم شعیب، قوم یونس، بنی اسرائیل کی سب برائیاں اسی قوم میں موجود ہیں۔ اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے عذاب بھی بڑا ہی ان کے لئے مقدر کیا ہوا ہے۔ جماعت احمدیہ نے اس قوم کے ہاتھوں اس قدر ظلم سہہ کر بہت ہی صبر و برداشت کا مظاہرہ کیا ہے۔ ایک بڑی ہجرت کا غم برداشت کیا ہے۔ اپنے وطن کو چھوڑ کر دیار غیر میں اجنبیت کے دُکھ جھیلے ہیں۔ اپنے مال واسباب سے ان کو محروم کیا گیا۔ ان کے پیاروں کو شہید کیا گیا۔ ان کو مساجد میں نماز ادا کرتے ہوئے شہید کر دیا گیا۔ پھر دفنانے سے روک دیا گیا۔ مساجد کو مسمار کر دیا گیا۔ بچوں کو سکول اور کالجز میں پڑھنے نہیں دیا گیا۔ نوکریوں سے بغیر کسی قصور کے نکالا گیا۔ ان کی جائیدادوں پر زبردستی قبضے کئے گئے۔ کلمہ ہونے کے باوجود اکثریت کے زعم میں غیر مسلم گردانا گیا۔ ان کے مال اسباب لوٹے گئے۔ ان کی قبریں اکھیڑ کر ان کی لاشیں اور ان کے اعضا باہر پھینکے گئے۔ اور یہ سب کام اس خدا اور اس کے رسول کے نام پر ہی کئے گئے۔ اذانیں بند کی گئیں۔ مساجد ویران کر دی گئیں۔ علمائے سُو جو کہ رائے ونڈ، دیوبند، بریلی کے دھڑوں نے خودساختہ تعلیم سے مکروہ فتاویٰ کا ڈھونگ رچا کر اس قدر نفرت پھیلائی کہ عوام کالانعام کو نفرت کی بھٹی میں جھونک دیا۔ انسانی حقوق کی پامالی قرون اولیٰ سے بڑھ کر کی گئی۔ سیاسی لیڈرز، انتظامیہ، پولیس اور فوج اس کام میں برابر کی ملوث ہے۔ احمدیوں نے اس ملک کے لئے جانیں تک دی ہیں۔ احمدیوں کی حب الوطنی کو یزید کی طرح مشکوک کر کے رکھ دیا۔ میڈیا ٹرائل کے ذریعہ ان کو اچھوت سے بدتر قرار دینے کی کوشش کی۔ جبکہ احمدیوں کا کردار پاکستان بنانے میں نمایاں تھا۔ احراری مشرکوں نے ساری قوم کو اسلام کی پٹڑی سے اُتارنے کی خوب کوشش کی۔ ان ملعون جماعتوں نے اپنے خودساختہ اسلام کے ایسے گندے رنگ بھرے کہ موجودہ قوم کے جوان اسلام سے ہی بدظن ہو گئے۔ اب ساری قوم شتر بے مہار کی طرح گردش صحرا ہے اور مقتدر طبقہ ملک کی بچی کھچی لاش پر گدھ بن کر بیٹھا اسے بھنبھوڑ رہا ہے۔ عام لوگوں سے دو وقت کا لقمہ بھی چھین لیا گیا ہے۔ ہر طبقے کا بڑا فرعون و یزید بن کر قارون کی طرح قومی خزانے کی چابیوں کا متلاشی ہے۔ نہ مسجد سے ملا کچھ اور نہ پیرومرشد سے۔ ۷۵ سال بعد بھی ملک اخلاقی اور مالی طور پر بھی کنگال ہو چکا ہے۔ ہر چیز کی قیمت روزانہ بڑھ رہی ہے۔ عنقریب ملک میں خانہ جنگی شروع ہونے والی ہے۔ سب پارٹیاں باہم دست وگریباں ہیں۔ چھ لاکھ فوج میرے وطن پر سفید ہاتھی بن کر بیٹھی ہے۔ کم تول اور گندا بول، ملاوٹ، چور بازاری، اور عدلیہ گردی نے عوام کو مایوس کر دیا ہے۔ عدلیہ اور انتظامیہ عیسائی ممالک کی باندیاں ہیں، امام وقت کو نہ مان کر ساری قوم ایک عذاب میں پھنس چکی ہے۔ نہ اسلام نظر آتا ہے اور نہ قرآن۔ برائی ہی برائی پھیلی ہوئی ہے۔ نفسا نفسی کا عالم ہے۔ اللہ خیر کرے۔



خلافت سے کامل اطاعت کی ضرورت

(ادارہ)

خلافت سے کامل اطاعت کی ضرورت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

ایک واقعہ ہے کہ ایک صاحب کو گالی دینے کی، ہر وقت گالی دینے کی، ہر بات پر گالی دینے کی عادت تھی اور اُن کو بعض دفعہ پتہ بھی نہیں لگتا تھا کہ میں گالی دے رہا ہوں۔ اُن کی شکایت حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کسی نے کی۔ آپ نے جب اُن کو بلا کر پوچھا کہ سنا ہے آپ گالیاں بڑی دیتے ہیں تو گالی دے کر کہنے لگے کون کہتا ہے مَیں گالی دیتا ہوں۔ تو عادت میں احساس ہی نہیں ہوتا کہ انسان کیا کہہ رہا ہے۔ بعض بالکل ایسی حالت میں ہوتے ہیں کہ عادت کی وجہ سے اُن کو احساس ختم ہو جاتے ہیں، احساس مٹ جاتے ہیں۔ لیکن اگر انسان کوشش کرے تو اُن مٹے ہوئے احساسات کو، ختم ہوئے ہوئے احساسات کو دوبارہ پیدا بھی کیا جا سکتا ہے، اصلاح بھی کی جا سکتی ہے۔

بہرحال عملی حالت کی روک میں عادت کا بہت بڑا دخل ہے۔ آجکل ہم دیکھتے ہیں، بیہودہ فلمیں دیکھنے کا بڑا شوق ہے۔ انٹرنیٹ پر لوگوں کے شوق ہیں اور بعض لوگوں کی ایسی حالت ہے کہ اُن کی نشے والی حالت ہے۔ وہ کھانا نہیں کھائیں گے اور بیٹھے فلمیں دیکھ رہے ہیں تو دیکھتے چلے جائیں گے۔ انٹرنیٹ پر بیٹھے ہیں تو بیٹھے چلے جائیں گے۔ نیند آ رہی ہے تب بھی وہ بیٹھے دیکھتے رہیں گے۔ نہ بچوں کی پرواہ، نہ بیوی کی پرواہ تو ایسے لوگ بھی ہیں۔ پس یہ جو عادتیں ہیں، یہ عملی اصلاح میں روک کا بہت بڑا کردار ادا کرتی ہیں۔ عملی اصلاح میں روک کا پانچواں سبب بیوی بچے بھی ہیں۔ یہ عملی اصلاح کی راہ میں حائل ہوتے ہیں۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 375 خطبہ جمعہ 12 رجون 1936ء)

بسا اوقات انسان کو بیوی بچوں کی تکالیف عملی طور پر ابتلا میں ڈال دیتی ہیں۔ مثلاً اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ کسی کا مال نہیں کھانا۔ اب اگر کسی نے کسی کے پاس کوئی رقم بطور امانت رکھوائی ہو لیکن اُس کا کوئی گواہ نہ ہو، کوئی ثبوت نہ ہو تو جس کے پاس امانت رکھوائی گئی ہے اُس کی نیت میں بعض دفعہ اپنے بیوی بچوں کی ضروریات کی وجہ سے کھوٹ آ جاتا ہے، نیت بد ہو جاتی ہے، اُسے خیال آتا ہے کہ میری بیوی نے کچھ رقم کا مطالبہ مجھ سے کیا تھا اور اس وقت میرے پاس رقم نہیں تھی میں نے مطالبہ پورا نہیں کیا۔ یا میرے بچے نے فلاں چیز کے لئے مجھ سے رقم مانگی تھی اور میں اُسے دے نہ سکا تھا۔ اب موقع ہے۔ یہ رقم مار کر میں اپنے بیوی اور بچے کے مطالبہ کو پورا کر سکتا ہوں یا بچے کی بیماری کی وجہ سے علاج کے لئے رقم کی ضرورت ہے، رقم نہیں ہے۔ اس امانت سے فائدہ اُٹھا کر اور یہ رقم خرچ کر کے میں اس کا علاج کروا لوں، بعد میں دیکھا جائے گا کہ رقم دینی ہے یا نہیں دینی۔ یا کسی اور مقصد کے لئے جو بیوی بچوں سے متعلقہ مقصد ہے، انسان کسی دوسرے کی رقم غصب کر لیتا ہے۔ تو یہ امانت کے متعلق اسلامی تعلیم کے خلاف ہے کہ جب امانت رکھوائی جائے تو تم نے بہرحال واپس کرنی ہے، چاہے اُس کے گواہ ہیں یا نہیں ہیں، کوئی ثبوت ہے یا نہیں ہے۔ بعض دفعہ بعض لوگ اپنے بچوں کے فوائد کے لئے، اُن کے لئے جائیداد بنانے کے لئے نابالغ یتیموں کا حق مار لیتے ہیں یا کچھ حد تک اُنہیں نقصان پہنچا دیتے ہیں۔ پھر صرف مالی معاملات کی بات نہیں ہے۔ صرف یہی مثالیں نہیں ہیں۔ اس آزاد اور ترقی پسند معاشرے میں بعض ماں باپ خاص طور پر اور عموماً یہ بات کرتے ہیں، لیکن غریب ممالک میں بھی یہ چیزیں سامنے آ جاتی ہیں کہ لاڈ پیار کی وجہ سے بچوں کو اسلامی تعلیم کی پابندی کروانے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ یہ باتیں جو مَیں کر رہا ہوں، افسوس سے مَیں کہوں گا کہ یہ ہمارے احمدی معاشرے میں نظر آ جاتی ہیں، وقتاً فوقتاً سامنے آتی رہتی ہیں۔ کسی نے کسی کی امانت کھا لی۔ کسی نے کسی کو کسی اَور قسم کا مالی دھوکہ دے دیا۔ کسی نے یتیم کا مال پورا ادا کرنے کا حق ادا نہیں کیا۔ قضاء میں بعض ایسے معاملات آتے ہیں یا شکایات آتی ہیں کہ کوئی

امیر ممالک میں رہنے والا اپنی بیٹی کی شادی پاکستان میں کرتا ہے اور داماد کو پہلے دن ہی کہہ دیتا ہے کہ مَیں نے اپنی بچی بڑے لاڈ پیار سے پالی ہے اور اس کو ہر قسم کی آزادی ہے۔ اس پر کسی قسم کی پابندی نہ لگانا اور بیٹی کا دماغ باپ کی شہ پر عرش پر پہنچا ہوتا ہے۔ خاوند کو وہ کوئی چیز نہیں سمجھتی۔ حالانکہ اسلامی تعلیم ہے کہ بیوی خاوند کے حقوق ادا کرے اور اپنے گھر کی ذمہ داریاں نبھائے، یہ اُس کے فرائض میں داخل ہے۔ کبھی لڑکے پاکستان سے لڑکیاں بیاہ کر لاتے ہیں اور لڑکی کو ظلم کی چکی میں پیستے چلے جاتے ہیں اور لڑکے کے ماں باپ کہتے ہیں کہ لڑکی سب کچھ برداشت کرے، مرد تو ایسے ہی ہوتے ہیں۔ یہ بچوں کا لاڈ جہاں ماں باپ کی عملی حالت کو برباد کر رہا ہوتا ہے، وہاں گھروں کو بھی برباد کر رہا ہوتا ہے۔

(خطبہ جمعہ 20 ر دسمبر 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

ہر اہم کام سے پہلے استخارہ کرنا

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ روایت کرتے ہیں:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ طریق عمل تھا۔ کہ ہر ایک اہم کام کے شروع کرنے سے پہلے ضرور دعا کیا کرتے تھے اور دعا بطریق مسنون دعائے استخارہ ہوتی تھی۔ استخارہ کے معنی ہیں خدا تعالیٰ سے طلب خیر کرنا۔ استخارہ کے نتیجے میں یہ ضروری نہیں ہوتا کہ کوئی خواب آ جائے جیسا کہ آج کل کے بعض صوفی استخارہ کرتے ہیں یعنی خدا تعالیٰ سے خیر طلب کرتے ہیں یہ طریق مسنون نہیں۔ اصل مقصد تو یہ ہونا چاہئے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے خیر حاصل ہو اور دعائے استخارہ سے اللہ تعالیٰ ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے کہ جو کام ہمارے لئے بہتری اور بھلائی کا ہو وہ آسان ہو جاتا ہے۔ بغیر دقتوں کے حاصل ہو جاتا ہے اور قلب میں اس کے متعلق انشراح اور انبساط پیدا ہو جاتا ہے۔

عموماً استخارہ رات کے وقت بعد نماز عشاء کیا جاتا ہے۔ دو رکعت نماز نفل پڑھ کر التحیات میں درود شریف اور دیگر مسنون دعاؤں کے بعد دعائے استخارہ پڑھی جاتی ہے اور اس کے فوراً بعد سو رہنا چاہئے اور باتوں میں مشغول ہونا مناسب نہیں ہوتا لیکن حسب ضرورت دوسرے وقت بھی استخارہ کیا جا سکتا ہے۔ (سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صفحہ 508_509)



محبوب جہاں

مکرم عطاء المجیب راشد صاحب

نور ایمان سے دنیا میں سویرا کر دے
دور مسرور میں یارب یہ کرشمہ کر دے
وہ جسے تو نے چُنا دیں کی امامت کے لئے
اس کی تدبیر کو تقدیر سے یکجا کر دے
جس سے وابستہ ہے اسلام کی عظمت مولیٰ
اُس کی عظمت کو نشانوں سے ہویدا کر دے
جس کے ہر کام میں ہے نصرت باری کی جھلک
اس کے قدموں کو تو ہمدوش ثریا کر دے
جس کے سینہ میں ہوا نور سماوی کا نزول
اس کے انوار سے ہر دل میں اجالا کر دے
تو چُنے جس کو وہ بن جاتا ہے محبوب جہاں
اپنے پیارے کو ہر اک آنکھ کا تارا کر دے
تو ہے جب ساتھ تو پھر ساتھ ہے سارا عالم
ساری دنیا پہ تو ظاہر یہ نظارہ کر دے
روز روشن میں بھی جن آنکھوں میں کچھ نور نہیں
اپنی رحمت سے خدایا انہیں بینا کر دے
تیرا انعام ہے یارب یہ خلافت کی قبا
تو جسے چاہے عطا خلعت زیبا کر دے
انتخاب اپنا تو ہے تیری رضا کا مظہر
کور چشموں پہ بھی یہ نکتہ ہویدا کر دے



محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

انجینئر محمود مجیب اصغر



رضینا باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد انبیا

(ہم خوش ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے، اسلام ہمارا دین ہے اور محمد ہمارے نبی ہیں)

سب یادوں میں بہتر ہے وہ یاد کہ کچھ لمحے
جو اس کے تصور کے قدموں میں گزار آئی

(کلام طاہر)

”قرآن کریم اور رسول کریم ﷺ دو موتی ہیں جو ایک ہی سیپ سے اکٹھے نکلے ہیں۔“

(ارشاد حضرت مصلح موعود بحوالہ خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 131) اس لئے اس مضمون میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ اور پاک سیرت کے چند پہلو قرآن کریم کے حوالے سے بیان کئے جائیں گے۔ وماتوفیقی الا باللہ

پاک حسب ونسب اور پیدائش

و توکل علی العزیز الرحیم ۔ الذی یراك حین تقوم ۔ و تقلبك فی الساجدین ۔ (سورۃ الشعرا: 218۔220)

خدا پر توکل کر جو غالب اور رحم کرنے والا ہے۔ وہی خدا جو تجھے دیکھتا ہے جب تو دعا اور دعوت کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ وہی خدا جو تجھے اس وقت دیکھتا تھا کہ جب تو تخم کے طور پر راست بازوں کی پشتوں میں چلا آتا تھا۔ یہاں تک کہ اپنی والدہ آمنہ معصومہ کے پیٹ میں پڑا (تریاق القلوب صفحہ 67)

"جیسا کہ خدا تعالیٰ قادر ہے اور حکیم بھی ہے اور اس کی حکمت اور مصلحت چاہتی ہے کہ اپنے نبیوں اور ماموروں کو ایسی اعلیٰ قوم اور خاندان اور ذاتی نیک چال چلن کے ساتھ بھیجے تا کہ کوئی دل ان کی اطاعت سے کراہت نہ کرے یہی وجہ ہے کہ جو تمام انبیاء علیہم السلام اعلیٰ قوم اور خاندان میں سے آتے رہے۔ اسی حکمت اور مصلحت کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ہمارے سید و مولیٰ نبی ﷺ کے وجود باجود کی نسبت۔ ان دونوں خوبیوں کا تذکرہ فرمایا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے

لقد جآء کم رسول من انفسکم (سورۃ آیت 128)

یعنی تمہارے پاس وہ رسول آیا ہے جو۔ خاندان اور قبیلہ اور قوم کے لحاظ سے تمام دنیا سے بڑھ کر ہے اور سب سے زیادہ پاک اور بزرگ خاندان رکھتا ہے،، (تریاق القلوب۔ بحوالہ تفسیر مسیح موعود جلد 4 صفحہ 279)

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ مکہ میں قریش کے قبیلہ بنو ہاشم میں 570 عیسوی میں پیدا ہوئے آپ کے والد حضرت عبد اللہ بن حضرت عبد المطلب قریش کے قبیلہ بنو ہاشم اور والدہ حضرت آمنہ بنت وہب قریش کے قبیلہ بنو نجار میں سے تھیں۔

آپ اپنے راست باز جد امجد ابو الانبیا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی قربانیوں اور دعاؤں کا ثمر تھے اور ان کی پچاسویں پشت میں پیدا ہوئے

حضرت ھاجرہ اور حضرت ابراہیم کی دعا

اللہ تعالیٰ کے حکم سے جب حضرت ابراہیم نے حضرت ہاجرہ اور کمسن بچے اسماعیل کو وادی غیر ذی زرع میں صفا اور مروہ کی پہاڑیوں میں بے یار و مددگار چھوڑا اور حضرت ہاجرہ کو اللہ تعالیٰ نے خوف اور بھوک اور پیاس اور اموال اور جان اور پھلوں کے نقصان سے آزمایا تو انہوں نے اس مصیبت میں انتہائی صبر کا نمونہ دکھایا اور رو رو کر دعا کی انا للہ وانا الیہ راجعون (ہم یقیناً اللہ ہی کے ہیں اور ہم یقیناً اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں) تو اللہ تعالیٰ نے زمزم کے پانی نمودار ہونے کا کرشمہ دکھایا۔

اس سے قبل بھی۔ آپ کی ساری زندگی دکھوں اور ابتلاؤں میں گزری اور آپ کے صبر اور استقلال کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیٹے کی بشارت دی

کہ جس کی اولاد تمام جہان کے لئے موجب ہدایت ہوگی اور آسمان کے تارے اور ریت کے ذرے گننے آسان ہوں گے لیکن تیری اولاد کو کوئی نہ گن سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اولاد کو جو حضرت اسماعیل سے آگے چلی بہت برکت دی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے راستباز اسماعیل کی انچاسویں پشت سے محمد رسول اللہ کو پیدا کیا اور فرمایا۔ لولاك خلقت الافلاك یعنی اگر میں نے تجھے پیدا نہ کرنا ہوتا تو یہ افلاک پیدا نہ کرتا۔

لولاک لما خلقت الافلاک

حضرت مفتی محمد صادق صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود سے سوال ہوا کہ کیا حدیث لولاک لما خلقت الافلاک درست ہے۔ فرمایا یہ حدیث بلحاظ قواعد صحت روایت صحاح میں نہیں ہے۔ لیکن مطلب اور مفہوم کے لحاظ سے یہ حدیث صحیح ہے (ذکر حبیب صفحہ 166)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ایک موقعہ پر فرمایا

''محمد رسول اللہ ﷺ جیسا وجود کہ کسی ماں نے نہ ویسا جنا اور نہ جنے گی، وہ جو صفات باری کے جلوے اپنے اندر اکٹھے کئے ہوئے تھا، وہ کہ جو خدا تعالیٰ کے نور اور اس کے حسن کا مظہر اتم تھا۔ وہ جو اپنے وجود میں پوری کی پوری صفات باری انعکاس کر رہا تھا اس کے منہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ کہلوایا

انما انا بشر مثلکم (الکھف: 111) یعنی بطور بشر کے مجھ میں اور تم میں کوئی فرق نہیں ہے۔''

(جلسہ سالانہ کی دعائیں صفحہ 47)

عرش معلّٰی سے اک نور کا تخت اترا

اللہ نور السماوات والارض

ہمارا خدا ہر ایک چیز کا نور اور زمین اور آسمان کا روشن کرنے والا ہے

مثل نورہ کمشکواۃ فیھا مصباح ۔ المصباح فی زجاجۃ ۔ الزجاجۃ کانھا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ ۔ یکاد زیتھا یضئ ولو تمسسہ نار ۔ نور علی نور ۔ یھدی اللہ لنورہ من یشآ ۔ و یضرب اللہ الامثال للناس ۔ واللہ بکل شی علیم (النور: 36)

اس نور کی مثال، {فرد کامل میں جو پیغمبر ہے} یہ ہے جیسے ایک طاق (یعنی سینۂ مشروع حضرت پیغمبر خدا ﷺ)

اور طاق میں ایک چراغ (یعنی وحی اللہ)

اور چراغ ایک شیشہ کی قندیل میں جو جو نہایت مصفی ہے۔ (یعنی نہایت پاک اور مقدس دل میں جو آنحضرت ﷺ کا دل ہے جو کہ اپنی اصل فطرت میں شیشۂ سفید اور صافی کی طرح ہر یک طور کی کثافت اور کدورت سے منزہ اور مطہر ہے اور تعلقات ماسوی اللہ سے بکلی پاک ہے) اور شیشہ ایسا صاف کہ گویا ان میں سے ایک عظیم النور ستارہ ہے جو کہ آسمان پر بڑی آب و تاب کے ساتھ چمکتے ہوئے نکلتے ہیں جن کو کوکب دری کہتے ہیں۔ (یعنی حضرت خاتم الانبیا کا دل ایسا صاف کہ کوکب دری کی طرح نہایت منور اور درخشندہ جس کی اندرونی روشنی اس کے بیرونی قالب پر پانی کی طرح بہتی ہوئی نظر آتی ہے)۔ وہ چراغ زیتون کے شجرہ مبارکہ سے۔ (یعنی زیتون کے روغن سے) روشن کیا گیا ہے۔ (شجرہ مبارکہ زیتون سے مراد وجود مبارک محمدی ہے جو بوجہ نہایت جامعیت و کمال انواع و اقسام کی برکتوں کا مجموعہ ہے جس کا فیض کسی جہت و مکان و زمان سے مخصوص نہیں بلکہ تمام لوگوں کے لئے عام علی سبیل الدوام ہے اور ہمیشہ جاری ہے کبھی منقطع نہیں ہوگا) اور شجرہ مبارکہ نہ شرقی ہے اور نہ غربی (یعنی طینت پاک محمدی میں نہ افراط ہے نہ تفریط بلکہ نہایت توسط و اعتدال پر واقع ہے اور احسن تقویم پر مخلوق ہے) اور یہ جو فرمایا کہ شجرہ مبارک کے روغن سے جو چراغ وحی روشن کیا گیا ہے

سو روغن سے مراد عقل لطیف نورانی محمدی مع جمیع اخلاق فاضلہ فطرتیہ ہے جو اس عقل کامل کے چشمہ صافی سے پروردہ ہیں اور وحی کا چراغ لطائف محمدیہ سے روشن ہونا ان معنوں کر کے ہے کہ ان لطائف کاملہ پر وحی کا فیضان ہوا اور ظہور وحی کا موجب وہی ٹھہرے۔ اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ فیضان وحی ان لطائف محمدیہ کے مطابق ہوا اور انہیں اعتدالات کے مناسب حال ظہور میں آیا کہ جو طینت محمدیہ میں موجود تھی۔۔۔۔ پس اس مثال میں۔ خدا تعالیٰ نے پیغمبر اسلام کے دل کو شیشۂ مصفی سے تشبیہ دی جس میں کسی نوع کی کدورت نہیں۔ یہ نور قلب ہے۔

پھر آنحضرت کے فہم وادراک وعقل سلیم اور جمیع اخلاق فاضلہ جبلی وفطرتی کو ایک لطیف تیل سے تشبیہ دی جس میں بہت سی چمک ہے اور جو ذریعہ روشنی چراغ ہے یہ نور عقل ہے کیونکہ منبع ومنشا جمیع لطائف اندرونی کا قوت عقلیہ ہے ۔پھر ان تمام نوروں پر ایک نور آسمانی کا جو وحی ہے نازل ہونا بیان فرمایا۔یہ نور وحی ہے اور انوار ثلاثہ مل کر لوگوں کی ہدایت کا موجب ٹھہرے۔

یہی حقانی اصول ہے جو وحی کے بارے میں قدوس قدیم کی طرف قانون قدیم ہے اور اس کی ذات پاک کے مناسب۔پس اس تمام تحقیقات سے ثابت ہے کہ جب تک نور قلب ونور عقل کسی انسان میں کامل درجے پر نہ پائے جائیں تب تک وہ نور وحی ہرگز نہیں پاتا۔"

(تفسیر مسیح موعود جلد 6 صفحہ 261۔۔265)

اس کو مزید واضح کرنے کے لئے انگلش میں اسے اس طرح بیان کیا گیا ہے

The light mentioned in the verse may be taken to refer to the Holy Prophet because he has been spoken of as LIGHT in the Qur'an (5,: 16); the niche in that case would signify the heart of the Holy Prophet... and the lamp his most pure and unsullied naturewhich is endowed with the best and noblest attributes and qualities... and the glass would signify that the Divine Light which he has been invested is as clear and bright as crystal. When the light of heavenly revelation descended upon the "light if the Holy Prophet's nature, it shone with a two fold effulgence which in the words of the Qur'an has been described as. "Light upon light"'. This light of the Prophet was sustained by an oil which emanated from a blessed tree, which means that the Holy Prophet's light was not only bright and brilliant but abundant and stable and perpetual (as the word Mubarakah signifies), and was meant to illumine both the East and the. west. Further, the Holy Prophet's heart was so pure and his nature gifted with such noble qualities that he was almost fit to discharge the duties of his great mission even before the light of Divine revelation had descended upon him. This is the nigh would _significance of the words, whose oil shine forth even though fire touched it not.

(The Holy Qur'an with english translation and commentary edited by Malik Ghulam Farid foot note 2047)

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:

نور لائے آسماں سے خود بھی وہ اک نور تھے۔
قوم وحشی میں اگر پیدا ہوئے کیا جائے عار

تعمیر کعبہ کے وقت محمد رسول اللہ کی بعثت کے لئے دعائیں اور انکی قبولیت

ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا و ھدی للعالمین۔(آل عمران:97) بلاشبہ وہ پہلا گھر جسے اللہ تعالی کی عبادت کی خاطر عوام الناس کے لئے بنایا گیا،شہر بکہ میں ہے۔یہ گھر بابرکت ہے اور جہانوں کے لئے ہدایت کا سبب ہے۔

تعمیر کعبہ کے وقت حضرت ابراہیم اور اسماعیل نے جو دعائیں کیں ان کا سورۃ البقرہ آیات 128 تا 130 میں اور ان کی قبولیت کا ذکر سورۃ جمعہ آیات 3 اور 4 میں ہے۔ فرمایا:

اور اس وقت کو یاد کرو جب ابراہیم اور اسماعیل بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے .اور دعا کر رہے تھے ہماری طرف سے اس خدمت کو قبول فرما۔تو ہی ہے جو بہت سننے والا اور بہت جاننے والا ہے۔اے ہمارے رب:ہمیں اپنا

فرمانبردار بندہ بنالے اور ہماری اولاد میں سے ۔''ایک امت مسلمہ'' پیدا فرما۔ اورہمیں ہمارے مناسب حال عبادت کے طریق سکھا اور ہماری طرف اپنے فضل کے ساتھ توجہ فرما۔ یقینا تو اپنے بندوں کی طرف بہت توجہ کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے

ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلواعلیھم آیاتیك و یعلمھم الکتاب والحکمۃ.ویز کیھم انك انت العزیز الحکیم

اوراے ہمارے رب:توان میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کر جوان پر تیری آیات کی تلاوت کرے.اورانہیں کتاب کی تعلیم دے اوراس کی حکمت بھی سکھائے اوران کا تزکیہ کردے ۔ یقینا تو ہی کامل غلبہ والا اورحکمت والا ہے۔یہ دعا اللہ تعالی نے قبول فرمائی اور امیین میں محمد رسول اللہ.کو اور آخرین میں آپ کے ظل کامل کومبعوث فرمایا

امیین میں محمد رسول اللہ کی بعثت ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلو علیھم آیاتہ ویز کیھم ویعلمھم کتاب والحکمۃ وان کانو من قبل لفی ضلال مبین (جمعہ۔:3)

وہی خداہے جس نے امیین کی طرف انہی میں سے محمد کورسول بنا کرمبعوث کیا جوان کوخدا کے احکام سنا تا ہے اوران کو پاک کرتا یے اوران کوکتاب اور حکمت سکھا تا ہے گووہ اس سے پہلے بڑی بھول میں تھے

آخرین میں محمد رسول اللہ کی بعثت ثانیہ وآخرین منھم لما یلحقوبھم وھو العزیز الحکیم۔ (جمعہ۔:4)اوران کے سوا ایک دوسری قوم میں بھی اس کو بھیجے گا جو ابھی تک ان سے ملی نہیں اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔

آگے فرمایا۔ یہ اللہ تعالی کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے.

یہ فضل سلمان فارسی کی نسل پر ہوا جن میں محمد رسول اللہ کا ظل کامل پیدا ہوکر آخرین میں مبعوث ہوا

کیونکہ صحابہ کے استفسار پر کہ یا رسول. اللہ یہ آخرین کون ہیں تو آپ ﷺ نے سلمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا لوکان معلقا بالثریا لنا لہ رجل اور جال من فارس۔(بخاری) یعنی اگر ایک وقت ایمان ثریا تک بھی اڑ

دور خلیفہ پنجم



مکرم عبدالسلام اسلام صاحب

بنا محبوب تو رب الوری کا	ملا ورثہ تجھے ملا ہے میرزا کا
ہیں کرتے پیش سب نذرانہ دل	سبھی نے عہد باندھا ہے وفا کا
لگے ہیں اہلِ گلشن چہچہانے	کہ رخ ہے پھر گیا یکدم ہوا کا
کھلیں گے اب تمناؤں کے غنچے	تری موج نفس جھونکا صبا کا!
مبارک ! صدمبارک ! صدمبارک	تجھے تحفہ خلافت کی قبا کا
تو ہے مسرورسب مسرورہوں گے	مٹے گا نام اب جور و جفا کا
فقیروں کو ہے دیتا بادشاہی	ترے سائے میں ہے سایہ ہما کا!
لگے گی کیوں نہ اپنی پارکشتی؟	خدا حامی ہے جب اس ناخدا کا
چھٹے ظلمت کے بادل چاند نکلا	ذرا آ دیکھ رنگ اجلی فضا کا
بھلا ہم کیوں نہ اب ملہار گائیں	کہ جب موسم ہے ساون کی گھٹا کا
چمن میں زمزموں کا دور ہے پھر	گیا موسم اداسی کی فضا کا
تری چشمک میں ہے منزل نمائی	نوا میں ہے اثر بانگ درا کا
نگہباں کیوں نہ ہو تیرا خدا اب	نگہباں تو ہے جب خلق خدا کا

چوں طار رفت این مسرور آمد
بعض نور دیگر نور آمد

گیا تو اہل فارس کی نسل سے ایک یا ایک سے زیادہ لوگ اسے واپس لے آئیں گے اس میں مھدی کی پیشگوئی ہے جو محمد رسول اللہ کا ظل کامل ہے۔تمام کمالات میں نبی کریم کا ظل (ذکرحبیب)

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے فرمایا۔

''جو کمالات متفرقہ تمام دیگر انبیا میں پائے جاتے تھے وہ سب حضرت

رسول کریم میں ان سے بڑھ کر موجود تھے اور اب وہ سارے کمالات حضرت رسول کریم سے ظلی طور پر ہم کو عطا کئے گئے۔ اور اسی لئے ہمارا نام آدم، ابراہیم، موسیٰ، نوح، داؤد، یوسف، سلیمان، یحیٰی، عیسیٰ وغیرہ ہے۔۔۔۔۔ پہلے انبیاء ظل تھے نبی کریم کی خاص خاص صفات کے، اور اب ہم ان تمام صفات میں نبی کریم کے ظل ہیں۔ مولانا روم نے خوب فرمایا ہے

نام احمد نام جملہ انبیا است
چوں بیامد صد نو دہم پیش ما است

نبی کریم نے گویا سب لوگوں سے چندہ وصول کیا۔ اور وہ لوگ اپنے اپنے مقامات اور حالات پر رہے۔ پر نبی کریم کے پاس کروڑوں روپے ہو گئے۔"
(ذکر حبیب مصنفہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب صفحہ 294......293)

دن رات درود اس پر

ان الله و ملائکته یصلون علی النبی ۔ یا ایها الذین آمنو صلو علیه وسلمو تسلیما-ان الذین یؤذون الله و رسوله لعنهم الله فی الدنیا و الآخرة واعد لهم عذاب مبینا و الذین یؤذون المؤمنین و المؤمنات بغیر ما اکتسبوا بهتانا و اثما مبینا
(الاحزاب:57۔59)

یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔ یقیناً وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا میں بھی لعنت ڈالی ہے اور آخرت میں بھی اور اس نے ان کے لئے رسوا کن عذاب تیار کیا ہے۔ اور وہ لوگ جو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت پہنچاتے ہیں بغیر اس جرم کے جو انہوں نے کمایا ہو تو انہوں نے ایک بڑے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھالیا

اللهم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراهیم و علی آل ابراهیم انك حمید مجید اللهم بارك علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی ابراهیم و علی آل ابراهیم انك حمید مجید۔

شان خاتم الانبیاء

ذی قوة عند ذی العرش مکین (التکویر: 21) یعنی جو قوۃ والا ہے۔ صاحب عرش کے حضور بہت مرتبہ والا ہے۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں: تم کیا جانو کہ اس نبی کی کیا شان ہے۔ وہ محمد مصطفی ہے، برگزیدوں کا سردار، نبیوں کا فخر، خاتم الرسل اور دنیا کا امام۔ آپ ﷺ کا احسان ہر انسان پر ثابت ہے۔ اور آپ کی وحی نے تمام گزشتہ رموز و معارف و نکات عالیہ کو اپنے اندر سمیٹ لیا ہے۔ اور جو معارف حقہ اور ہدایت کے راستے معدوم ہو چکے تھے ان سب کو آپ نے زندہ کر دیا۔

اے اللہ تو روئے زمین پر موجود پانی کے تمام قطروں اور ذروں اور زندوں اور مردوں اور جو کچھ آسماں میں ہے اور جو کچھ ظاہر یا مخفی ہے ان سب کی تعداد کے برابر آپ ﷺ پر رحمت اور سلامتی اور برکت بھیج اور ہماری طرف سے آپ کو اس قدر سلام پہنچا جس سے آسمان کناروں تک بھر جائے (آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5 عربی سے اردو ترجمہ بحوالہ مصالح العرب. جلد اول مؤلفہ محمد طاہر ندیم مربی سلسلہ عربک ڈیسک یو۔کے۔)

درود شریف کی برکات

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالی کے فیوض عجیب نوری شکل میں آنحضرت ﷺ کی طرف جاتے ہیں اور پھر وہاں جا کر آنحضرت ﷺ کے سینہ میں جذب ہو جاتے ہیں اور وہاں سے نکل کر ان کی لا انتہا نالیاں ہو جاتی ہیں اور بقدر حصہ رسدی ہر حقدار کو پہنچتی ہیں۔ یقینا کوئی فیض بدوں وساطت آنحضرت ﷺ دوسروں تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔ (الحکم 28 فروری 1903)

جس طرح خدا تعالی نے مصائب سے نجات پانے کے لئے بعض اپنے نبیوں کو دعائیں سکھلائی ہیں مجھے بھی خدا نے الہام کر کے ایک دعا سکھلائی اور وہ یہ ہے:

سبحان الله و بحمده سبحان الله العظیم۔ اللهم صلی علی محمدا و علی آل محمدا

(تریاق القلوب روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 208)

خدا کی محبت رسول کی محبت میں پنہاں ہے

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ و یغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم (آل عمران آیت 32)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس آیت کا ترجمہ اور تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں" ان کو کہہ دو کہ اگر تم چاہتے ہو کہ محبوب الٰہی بن جاؤ اور تمہارے گناہ بخش دیے جاویں تو اس کی ایک ہی راہ ہے کہ میری اطاعت کرو۔ کیا مطلب کہ میری پیروی ایک ایسی شے ہے جو رحمت الٰہی سے ناامید ہونے نہیں دیتی گناہوں کی مغفرت کا باعث ہوتی اور اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا دیتی ہے۔ اور تمہارا یہ دعویٰ کہ ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اسی صورت میں سچا ثابت ہوگا کہ تم میری پیروی کرو۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسان اپنے کسی تراشیدہ طرز ریاضت ومشقت اور کپ تپ سے اللہ تعالیٰ کا محبوب اور قرب الٰہی کا حقدار نہیں بن سکتا، انوار الٰہیہ کسی پر نازل نہیں ہوسکتیں جب تک وہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں کھویا نہ جاوے۔ اور جو شخص آنحضرت ﷺ کی محبت میں گم ہو جاوے اور آپ کی اطاعت اور پیروی میں ہر قسم کی موت اپنی جان پر وارد کر لے اس کو وہ نور ایمان۔ محبت اور عشق دیا جاتا ہے جو غیر اللہ سے رہائی دلا دیتا ہے۔ اور گناہوں سے رستگاری اور نجات کا مؤجب ہوتا ہے۔ اسی دنیا میں وہ ایک پاک زندگی پاتا ہے۔ اور نفسانی جوش وجذبات کی تنگ وتاریک قبروں سے نکال دیا جاتا ہے اسی کی طرف یہ حدیث اشارہ کرتی ہے **انا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی** یعنی وہ مردوں کو اٹھانے والا ہوں جس کے قدموں پر لوگ اٹھائے جاتے ہیں۔

(تفسیر حضرت مسیح موعود جلد 3 صفحہ 21)

ھذا رجل یحب رسول اللہ

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں"ایک مرتبہ الہام ہوا جس کے معنی یہ تھے کہ ملا اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں۔ یعنی ارادہ الٰہی احیا دین کے لئے جوش میں ہے لیکن ہنوز ملا اعلیٰ پر شخص محیی کی تعیین ظاہر نہیں ہوئی۔ اس لئے وہ اختلاف میں ہے۔ اسی اثنا میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک محیی کو تلاش کرتے پھرتے ہیں اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اس نے کہا۔ **ھذا رجل یحب رسول اللہ** یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے۔ اور اس قول سے یہ مطلب تھا کی شرط اعظم اس عہدہ کی محبت رسول ہے۔"

(تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ 43.42)

سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں۔
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

❁❁❁❁❁❁❁

خدا حافظ پیمانِ وفا

مکرم ارشاد احمد شکیب صاحب

ضائع ہم آپ کا پیغام نہ ہونے دیں گے
سرنگوں پرچم ایمان نہ ہونے دیں گے

دام مرنگ زمیں لاکھ بچھائے باطل
طائر دل کو تہہ دام نہ ہونے دیں گے

اپنے اعمال کی تقویٰ پہ بنا رکھیں گے
دعوت فسق عام نہ ہونے دیں گے

بڑھتے جائیں گے سوئے منزل مقصود مگر
راہ میں سست بھی گام نہ ہونے دیں گے

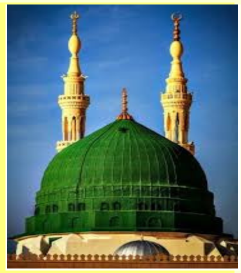
خدمت دیں کے عوض نفس کو اپنے ہرگز
ہم بھی طالب انعام نہ ہونے دیں گے

آپ کے فیض سے چمکا ہے جو مہر انور
ہم اسے زیب رخ شام نہ ہونے دیں گے

لاکھ طوفان اٹھیں ظلم کے لیکن دل کو
ناشکیب آپ کے خدام نہ ہونے دیں گے

آپ سے عہد جو باندھا ہے وہ انشاء اللہ
ہم کبھی رسوا سر عام نہ ہونے دیں گے

❁❁❁❁❁❁❁



صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عشق الٰہی



رانا محمد حسن خاں۔ مجلس مورڈن پارک

جب انبیاء کرام عشق الٰہی کی تمام منازل طے کرنے کے بعد عالم لاہوت کی حقیقت جان لیتے ہیں تب اللہ تعالیٰ انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ سے حاصل کیئے ہوئے فیض کو عالم انسانی میں جاری کرنے یعنی اللہ کی محبت حقیقی کے فضائل بندوں میں پرچار کرنے کا کام سونپ دیتا ہے۔ چونکہ انبیاء کرام عالم لاہوت کی حقیقت بھی جان جاتے ہیں اس لیئے وہ اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان سنگم بن جاتے ہیں۔ انبیاء کرام کی بلاتفریق مذہب وملت انسانوں سے ہمدردی اور محبت یہ ثابت کرتی ہے کہ انسانوں سے محبت ہی وہ جوہر عظیم ہے جو اللہ تعالیٰ کے پیار اور رضا کا سبب بنتا ہے۔ تمام انبیاء کرام انسانوں کو انسانیت کا سبق پڑھاتے رہے ہیں۔ جب انسان انبیاء کرام کے اس پیغامِ محبت پر ایمان لا کر انسانیت سے محبت کرنا شروع کر دیتے ہیں تو ان کو بھی لاہوتی عالم سے اللہ تعالیٰ روشناس کرا دیتا ہے، اور یہی وہ مقام ہوتا ہے جس میں اللہ اپنے بندوں سے اور بندے اپنے خدا سے راضی ہو جاتے ہیں۔ انبیاء کرام اللہ کی مدد سے اپنے ماننے والوں کی بدیوں کی میل کچیل دور کر کے وہ نیکی جو ان کی سرشت میں ہوتی ہے نمایاں کر دیتے ہیں۔ انبیاء کرام ہی بتاتے ہیں کہ عبادات کے ساتھ والدین رشتے داروں، ہمسایوں، بیوی بچوں، ناداروں، معذوروں، یتیموں، خواتین، بیواؤں، بزرگوں، بچوں، جوانوں، مزدوروں، دشمنوں وغیرہ وغیرہ کے ساتھ حُسن سلوک سے پیش آنا اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا سبب بنتا ہے۔

ہم جب تاریخ عالم پر نظر دوڑاتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ جو جامِ شیریں اللہ تعالیٰ نے ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پلایا اس کی نظیر جب سے دنیا بنی ہے کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ جب دنیا بالخصوص عرب دنیا تمام معلوم برائیوں میں مبتلا ہو کر اللہ تعالیٰ کو بھلا چکی تھی۔ تب اللہ کی رحمت جوش میں آئی اور اس نے رُوحانی مُردوں کو زندہ کرنے کے لیے اپنے حبیب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ آپؐ کی قوت قدسیہ اور اندھیری راتوں کی متضرعانہ دعاؤں نے بھٹکی ہوئی سرکش قوم کو صبغۃ اللہ کا مصداق بنا دیا اور اُن کے جینے مرنے، اُٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے، سونے جاگنے اور دوسرے تمام امورِ زندگی میں اللہ کی خوشنودی اوّلیت حاصل کر گئی۔

اللہ تعالیٰ نے رسول مقبول حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا:

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۔

(سورۃ آل عمران آیت ۳۲)

تُو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اور پھر فلک نے یہ نظارہ بھی دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق، سچی ہمدردی، بنی نوع انسان سے محبت اور سچائی کے نُور جیسے اعلیٰ اوصاف نے تمام عرب کو آپؐ کی زندگی میں ہی روشن کر دیا۔ عشق الٰہی صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود کے ہر اک ذرّے میں سرایت کر گیا۔ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشق الٰہی میں اس طرح سے مگن ہو گئے کہ دنیا ان کے لیے ہیچ ہو گئی۔ وہ جو ایک دوسرے کے لہو کے پیاسے تھے دیکھتے دیکھتے انما المؤمنون اخوۃ (القرآن) کا نمونہ بن گئے۔ اور بحرِ ظلمات سے نکل کر روشنی اور ہدایت کے مینار اور اللہ تعالیٰ کی حقیقی رضا کے وارث بن گئے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے: جَزَآؤُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ جَنّٰتُ عَدۡنٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنۡ خَشِیَ رَبَّهٗ ۔

(سورۃ البینۃ آیت ۹)

ترجمہ: ''اُن کی جزا اُن کے ربّ کے پاس ہمیشہ کی جنتیں ہیں جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں۔ وہ ابدالآباد تک ان میں رہنے والے ہوں گے۔ اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اُس سے راضی ہو گئے۔ یہ اُس کے لئے ہے جو اپنے

رَبّ سے خائف رہا۔''

ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفی ﷺ نے بھی اپنے پیارے صحابہؓ جو عشق الٰہی میں سرتا پا چُور تھے کے متعلق 'اللہ اللہ فِي أَصْحَابِي'' (میرے صحابہ میں خدا ہی خدا ہے) اور'' أَصحابي كالنُّجوم '' (میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں) فرما کر صحابہؓ کو آسمان رُوحانیت کے روشن ستارے قرار دے کر ہمیشہ کے لیے محبت اور عظمت کا شاہکار بنا دیا۔

(سیرت صحابہ رسول اللہ ﷺ از حافظ مظفر احمد صاحب

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام صحابہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق فرماتے ہیں کہ''جو دن کے میدانوں کے شیر اور راتوں کے راہب ہیں اور دین کے ستارے ہیں (راتوں کے راہب ہونے کا مطلب ہے راتوں میں عبادت کرنے والے اور دین کے ستارے ہیں) خدا کی خوشنودی ان سب کے شامل حال ہے۔''

(خطبہ جمعہ یکم جون ۲۰۱۸ء بیان فرمودہ حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

ایک اور موقع پر آپؑ صحابہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق فرماتے ہیں کہ ''حضور ﷺ کے فیض صحبت اور تربیت سے وہ صحابہ گویا بشریت کا چولا اتار کر مظہر اللہ ہو گئے تھے اور ان کی حالت فرشتوں کی سی ہو گئی تھی۔''

(ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۵۹۵)

آیئے دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عشق الٰہی کے بعد کیا سے کیا ہو گئے، چند جھلکیاں پیش ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے یار غار حضرت ابوبکر صدیقؓ کے متعلق ایک روایت میں بیان ہوا ہے کہ ایک دفعہ ایک کافر نے ایک کپڑا آنحضرت ﷺ کے گلے میں ڈال کر بل دینے شروع کیئے یہاں تک کہ آپ کا دم گھٹنے لگا۔ حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے۔ آنحضور ﷺ کو ان ظالموں سے چھڑایا اور کہا: ''کیا تم ایک شخص کو اس لیئے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا ربّ اللہ ہے۔'' اس پر ان ظالموں نے حضرت ابوبکرؓ کو پکڑ لیا اور مار مار کر بے حال کر دیا۔ حضرت ابوبکرؓ کی زبان پر یہ الفاظ تھے'' پاک ہے اللہ جو جلال اور عزت والا ہے۔''

(بخاری کتاب التفسیر ۴۰ سورۃ المومن وسیرت الحلبیہ جلد ا صفحہ ۲۹۴)

نوفل بن خویلد، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت طلحہؓ کو ایک رسی سے باندھ دیا کرتا تھا تا کہ وہ نماز وغیرہ دینی کاموں سے رک جائیں۔ مگر یہ مصائب ان عاشقان الٰہی کو اللہ تعالیٰ سے عشق و وفا میں بڑھانے کا باعث بنتے۔

(بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۶۷)

حضرت ابوبکرؓ کے بلند مقام کی خبر حضرت جبرائیلؑ نے آنحضرت ﷺ کو ان الفاظ میں دی کہ ''عتیق'' یعنی آگ سے آزاد ابوبکرؓ کو کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے۔

(سیرت صحابہ رسول ﷺ از حافظ مظفر احمد صاحب)

حضرت ابوبکرؓ کے روحانی مقام کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ'' روز قیامت ابوبکرؓ کا حشر بھی میرے پہلو سے ہوگا۔'' (مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۶۸) آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ''ابوبکرؓ اس امت کے بہترین اور افضل فرد ہیں سوائے اس کے کہ کوئی نبی پیدا ہو۔''

(جامع الصغیر صفحہ ۵)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی انگوٹھی پر یہ الفاظ کندہ تھے 'عَبدٌ ذَلِيلٌ لِرَبٍّ جَلِيلٍ'' یعنی خدائے بزرگ و برتر کا ادنیٰ بندہ۔

(استعیاب جلد ۳ صفحہ ۱۰۱)

حضرت عمرؓ نے ایک موقع پر فرمایا کہ ''خدا کی قسم! اللہ کی ذات کے بارے میں جب میرا دل نرم ہوتا ہے تو وہ جھاگ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتا ہے اور خدا کی خاطر جب میرا دل سخت ہوتا ہے تو وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتا ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ کی اسی حق گوئی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''اے عمرؓ! جس راستے پر تم آ رہے ہو اگر اس راستے پر شیطان بھی آ رہا ہو تو وہ یہ راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لے گا۔'' اور یہ فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے عمرؓ کی زبان اور دل پر حق جاری فرمایا ہے۔'' (ترمذی کتاب المناقب باب مناقب عمرؓ)

حضرت عمرؓ کی انگوٹھی پر یہ جملہ کندہ تھا 'كَفٰى بِالْمَوتِ وَاعِظًا يَا عُمَرُ'' یعنی اے عمر موت نصیحت کے لیے کافی ہے۔

(استعیاب جلد ۳ صفحہ ۲۳۶، ۲۴۳)

کاتب وحی اور حفاظت قرآن کریم کا کارنامہ انجام دینے والے اور دنیا و آخرت میں آپؐ کے دوست حضرت عثمانؓ کے اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے کے بعد کفار مکہ نے ان پر ظلم کے پہاڑ توڑے مگر یہ عاشق صادق اپنے ایمان پر مضبوطی سے قائم رہا۔قبول اسلام کے بعد حضرت عثمانؓ کے چچا حکم بن ابی العاص بن امیہ نے آپ کو رسّوں سے باندھ دیا۔وہ کہتا تم اپنے آباء اجداد کا دین چھوڑ کر نیا دین اختیار کرتے ہو؟ خدا کی قسم! میں تمہیں کھولوں گا نہیں جب تک یہ نیا دین چھوڑ نہ دو؟ حضرت عثمانؓ کمال استقامت سے جواب دیتے ''خدا کی قسم! میں یہ نہیں چھوڑوں گا،کبھی نہیں چھوڑوں گا۔'' جب چچا نے اسلام پر ان کی مضبوطی دیکھی تو خود ہی تھک کر انہیں چھوڑ دیا۔

(سیرت صحابہ رسول ﷺ از حافظ مظفر احمد صاحب)

مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ، حافظ قرآن حضرت عثمانؓ کو تلاوت کرتے ہوئے روزہ کی حالت میں شہید کر دیا گیا تھا۔　حضرت حسان بن ثابتؓ نے ان کی شہادت پر مرثیہ لکھا تھا، جس کا ایک شعر یہ ہے کہ

ضَحُّوا بِاَشمَطَ عَنوانَ السُّجودَ بِہ

یَقطَعُ الَّلیلَ تَسبِیحاً وَ قُرآناَ

یعنی ظالموں نے ایک ایسے خوبصورت مرد کو قربان گاہ پر چڑھا دیا، جس کے ماتھے پر سجدوں کے نشان تھے اور جو رات عبادت اور قرآن پڑھنے میں گزار دیتا تھا۔

(اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۳۸۴)

شیر خدا، داماد رسول اللہ ﷺ، علم نحو یعنی عربی کلمات پر اعراب اور زیر وزبر کے موجد حضرت علیؓ کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے　فرمایا تھا کہ ''میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہے جو علم کا قصد کرے وہ اس کے دروازے پر آئے''۔....حضرت علیؓ کی اللہ سے داستان عشق بہت طویل ہے ،بوقت شہادت رمضان کے آخری عشرہ کی ایک فجر کو جب آپ پر قاتل نے تلوار سے وار کیا تو حضرت علیؓ نے یہ نعرہ بلند کیا'فُزتُ وَ رَبُّ الکعبۃِ'' یعنی ربّ کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔شدید زخمی حالت میں بھی حضرت علیؓ حملہ آور ابن ملجم کے متعلق یہ کہنا نہیں بھولے کہ ''یہ قیدی ہے اس کی عزت کرو اور اچھی جگہ رکھو۔'' اور تین دن کے بعد آپؓ کی وفات ہو گئی۔حضرت علیؓ کی انگوٹھی پر ''اللہ الملک''،یعنی اللہ ہی بادشاہ ہے کندہ تھا۔

(سیرت صحابہ رسول ﷺ از حافظ مظفر احمد صاحب)

حضرت مصعبؓ بن عمیر نے عالم جوانی میں اسلام قبول کیا۔اسلام قبول کرنے جیسے مقدس جرم میں والدین نے قید کر دیا۔بڑی مشکل سے قید سے چھٹکارا حاصل کیا اور حبشہ ہجرت کر گئے۔اسلام کی خاطر بے حد تکلیفیں برداشت کیں۔آپ بہت امیر تھے،ان کے متعلق یہ ذکر ملتا ہے کہ آپ بہترین پوشاک اور اعلیٰ لباس پہنتے تھے۔مکہ کی اعلیٰ درجہ کی خوشبو استعمال کرتے اور حضرم کے علاقہ کا بنا ہوا جوتا استعمال کرتے تھے۔آنحضرت ﷺ حضرت مصعبؓ بن عمیر کو دیکھ کر فرمایا کرتے تھے کہ ''میں نے مصعبؓ سے زیادہ حسین وجمیل اور ناز ونعمت اور آسائش میں پروردہ کوئی شخص نہیں دیکھا۔'' حضرت سعد بن ابی وقاص بیان کرتے ہیں کہ ''مصعب بن عمیر کو میں نے آسائش کے زمانہ میں بھی دیکھا اور مسلمان ہونے کے بعد بھی، راہ خدا میں آپ نے اتنے سارے دکھ جھیلے کہ میں نے دیکھا آپ کے جسم سے جلد اس طرح اترنے لگی تھی جیسے سانپ کی کینچلی اترتی اور نئی جلد آتی ہے۔''......... ایک دن ہمارے حبیب آقا و مولا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا مصعبؓ اس حالت زار میں آپؐ کی مجلس میں آئے کہ پیوند شدہ کپڑوں پر ٹاکیاں بھی چمڑے کی لگی ہیں صحابہؓ نے دیکھا تو سر جھکا لئے کہ وہ بھی مصعبؓ کی مدد کرنے سے معذور تھے مصعبؓ نے آکر سلام کیا آپؐ نے دلی محبت سے وعلیکم السلام کہا اور اس امیر کبیر نوجوان کی آسائش کا زمانہ یاد کرکے آپؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے پھر مصعبؓ کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے اور نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ''الحمدللہ دنیا داروں کو ان کی دنیا نصیب ہو میں نے مصعب کو اس زمانے میں بھی دیکھا ہے جب شہر مکہ میں ان سے بڑھ کر صاحب ثروت ونعمت کوئی نہ تھا یہ ماں باپ کی عزیز ترین اولاد تھی اسے کھانے پینے کی اعلیٰ نعمت وافر میسر تھی مگر خدا اور اس کے رسول کی محبت ونصرت نے اسے آج اس حال تک پہنچایا ہے اور اس نے وہ سب کچھ خدا اور اس کے رسول کی رضا کی خاطر چھوڑ دیا پھر خدا نے اس کے چہرہ کو نور عطا کیا ہے۔''

(سیرت صحابہ رسول ﷺ از حافظ مظفر احمد صاحب)

ایک خوبصورت امیر شہزادے کی داستانِ عشق الٰہی کے بعد ایک ایسے

شہیدوں کے خاندان کی داستان وفا کا ذکر پیش خدمت ہے جو غلامی اور غربت کی زندگی گزار رہا تھا۔ یہ خاندان حضرت یاسرؓ قحطانی، حضرت سمیّہؓ اور حضرت عمارؓ بن یاسرؓ اور حضرت عبداللہؓ بن یاسرؓ پر مشتمل تھا۔ حضرت یاسرؓ اپنے دو بھائیوں کے ہمراہ اپنے گمشدہ بھائی کی تلاش میں یمن سے مکہ آئے تھے۔ ان کے دونوں بھائی واپس یمن چلے گئے اور حضرت یاسرؓ مکہ ہی میں بس گئے اور ابوحذیفہ مخزومی سے حلیفانہ تعلق قائم کر لیا۔ ابوحذیفہ نے اپنی لونڈی حضرت سمیّہؓ سے ان کی شادی کروادی اور حضرت سمیّہؓ کو آزاد کر دیا۔ جب اسلام آیا تو میاں بیوی اور بچوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اسلام قبول کرتے ہی ان پر کفار مکہ خاص طور پر ابوحذیفہ کے بھتیجے ابوجہل نے ظلم کرنا شروع کر دیا مگر کوئی ظلم بھی ان کے عشق الٰہی کو کم نہ کر سکا۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ”حضرت سُمیّہ ایک لونڈی تھیں۔ ابوجہل ان کو سخت دکھ دیا کرتا تھا تا کہ وہ ایمان چھوڑ دیں لیکن جب ان کے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہ ہوئی (ان کے ایمان کو کوئی ہلا نہ سکا) تو ایک دن ناراض ہو کر ابوجہل نے ان کی شرمگاہ میں نیزہ مارا اور انہیں شہید کر دیا۔ حضرت عمارؓ جو سُمیّہ کے بیٹے تھے انہیں بھی تپتی ریت پر لٹایا جاتا اور انہیں سخت دکھ دیا جاتا۔“

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 443)

حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز آلِ یاسر کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ”عمارؓ اور ان کے والد یاسرؓ اور ان کی والدہ سُمیّہ کو بنی مخزوم جن کی غلامی میں سُمیّہ کسی وقت رہ چکی تھیں اتنی تکالیف دیتے تھے کہ ان کا حال پڑھ کر بدن میں لرزہ پڑنے لگتا ہے۔ ایک دفعہ جب ان فدایانِ اسلام کی جماعت کسی جسمانی عذاب میں مبتلا تھی اتفاقاً آنحضرت ﷺ بھی اس طرف آ نکلے۔ آپ نے ان کی طرف دیکھا اور دردمند لہجے میں فرمایا۔ صَبْرًا اٰلَ یَاسِرٍ فَاِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْجَنَّۃ۔ اے آل یاسر (صبر کرو) صبر کا دامن نہ چھوڑنا کہ خدا نے تمہاری انہی تکلیفوں کے بدلہ میں تمہارے لئے جنت تیار کر رکھی ہے۔ آخر یاسرؓ تو اسی عذاب کی حالت میں جاں بحق ہو گئے اور بوڑھی سُمیّہ کی ران میں ظالم ابوجہل نے اس بے دردی سے نیزہ مارا کہ وہ ان کے جسم کو کاٹتا ہوا ان کی شرمگاہ تک جا نکلا اور اس بے گناہ خاتون نے اسی جگہ تڑپتے ہوئے جان دے دی۔ اب صرف باقی عمّار رہ گئے تھے۔ ان کو بھی ان لوگوں نے انتہائی عذاب اور دکھ میں مبتلا کیا اور ان سے کہا کہ جب تک محمد ﷺ کا کفر نہ کرو گے اسی طرح عذاب دیتے رہیں گے۔ چنانچہ آخر عمّار نے سخت تنگ آ کر کوئی نازیبا الفاظ منہ سے کہہ دیئے جس پر کفّار نے انہیں چھوڑ دیا۔ لیکن اس کے بعد عمّار فوراً آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زار زار رونے لگے۔ آپ نے پوچھا کیوں عمّار کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ میں ہلاک ہو گیا۔ مجھے ظالموں نے اتنا دکھ دیا کہ میں نے آپ کے متعلق کچھ ایسے الفاظ منہ سے کہہ دیئے جو غلط تھے۔ آپ نے فرمایا تم اپنے دل کا کیسا حال پاتے ہو؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا دل تو اسی طرح مومن ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں اسی طرح سرشار ہے۔ آپؐ نے فرمایا تو پھر خیر ہے خدا تمہاری اس لغزش کو معاف کرے۔“

(خطبہ جمعہ ۲۲ جون ۲۰۱۸ء)

حضرت عمارؓ کے بوڑھے والدین نے دردناک وحشیانہ تشدد برداشت کرنے کے بعد اپنی جان بھی قربان کر کے اپنے لازوال عشق الٰہی پر مہر ثبت کر دی تھی۔ ان کے بیٹے عمارؓ کو اللہ تعالیٰ نے فعال لمبی زندگی عطا فرمائی تھی، ۹۴ برس کی عمر میں حضرت علیؓ کے زمانۂ خلافت میں انہیں بھی جنگ صفین میں اللہ تعالیٰ نے شہادت کا عظیم الشان رتبہ عطا فرمایا تھا۔ شہادت سے پہلے حضرت عمارؓ نے فرمایا: ”جنت تلواروں کی چمک کے نیچے ہے اور پیاسا چشمہ پر پہنچ جائے گا۔ آج مَیں اپنے پیاروں سے ملوں گا۔ آج مَیں محمد ﷺ اور آپ کے گروہ سے ملوں گا۔“

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 195 عمار بن یاسرؓ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1990ء)

حضرت عمارؓ کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو اولیت حاصل تھی، شہادت سے پہلے آپ کے کہے الفاظ ثابت کرتے ہیں کہ عشق الٰہی ان کی رگوں میں لہو کی طرح دوڑ رہا تھا۔ عبدالرحمن بن اَبزی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ نے صِفّین کی طرف جاتے ہوئے دریائے فرات کے کنارے یہ کہا کہ:۔

''اے اللہ! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ میں اپنے آپ کو اس پہاڑ سے نیچے پھینک دوں تو میں ایسا کر گزرتا اور اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تیری خوشنودی اس میں ہے کہ میں یہاں بہت بڑی آگ جلا کر اس میں اپنے آپ کو گرا دوں تو میں ایسا ہی کرتا۔ اے اللہ! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تیری خوشنودی اس میں ہے کہ مَیں اپنے آپ کو پانی میں گرا دوں اور اس میں اپنے آپ کو غرق کر دوں تو مَیں یہی کرتا۔ میں صرف تیری رضا کی خاطر یہ جنگ کر رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے ناکام نہ کرنا اور میں صرف تیری رضا ہی چاہتا ہوں۔''

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 195 عمار بن یاسرؓ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت 1990ء)

انصاری صحابی عبداللہؓ بن عمرو جنگ اُحد میں شہید ہوئے تھے۔ شہادت کے بعد حضرت عبداللہؓ بن عمرو کے بیٹے کو افسردہ دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعزیت فرمانے کے بعد فرمایا کہ ''مَیں تمہیں ایک خوش کرنے والی بات بتاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ کو شہادت کے بعد اپنے سامنے بٹھایا اور فرمایا کہ ''مجھ سے جو چاہو خواہش کرو مَیں تمہیں عطا کروں گا۔ ''حضرت عبداللہؓ نے اپنے ربّ سے عرض کیا کہ: ''اے میرے خدا! میں نے حقِ بندگی تو ادا نہیں کیا۔ تیرے سامنے خواہش کس منہ سے کروں۔ (حالانکہ آپؓ کے عبادتوں کے معیار تھے، قربانیوں کے معیار تھے۔ لیکن پھر بھی یہ کہہ رہے ہیں کہ مَیں نے تیرا حقِ بندگی تو ادا نہیں کیا۔ اور پھر کس منہ سے تیرے سامنے اپنی خواہش کا اظہار کروں۔ تیرا رحم اور فضل ہے جو عطا کر دے) خواہش میری اگر پوچھتا ہے اے اللہ! تو یہی خواہش ہے کہ مجھے تُو پھر دنیا میں لوٹا دے تاکہ مَیں پھر تیرے نبی کے ساتھ ہو کر دشمن کا مقابلہ کروں اور پھر شہید ہو کر آؤں۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ''مَیں یہ فیصلہ کر چکا ہوں جس کو ایک دفعہ موت دے دوں وہ دوبارہ دنیا میں لوٹایا نہیں جاتا۔'' (مجمع الزوائد جلد 9 صفحہ 389 حدیث 15756 کتاب المناقب باب فی عبداللہ بن عمروؓ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2001ء) اس لئے یہ خواہش تو پوری نہیں ہوسکتی۔

(خطبہ جمعہ 9 مارچ 2018ء فرمودہ حضرت مرزا مسرور احمد، خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

صحابہؓ رسول اللہ ﷺ کا عشق الٰہی اس درجہ کا تھا کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے سامنے بٹھا کر ان کی خواہشات پوچھتا تھا اور یہ اللہ کے عاشق صرف اور صرف اللہ کی خاطر اپنا سب کچھ یہاں تک کہ اپنی جانیں تک بغیر کسی تردد کے بار بار قربان کرنے کو سعادت اور خوش نصیبی سمجھتے تھے۔ سیرت صحابہؓ کا مطالعہ کرنے کے بعد صاف دکھائی دیتا ہے کہ صحابہؓ رسول اللہ ﷺ کے پاک وجود اخلاص و وفا کے مثالی نمونہ تھے اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنی جانوں کو قربان کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ شہادت کو اپنی کامیابی سمجھے تھے۔

جب آنحضرت ﷺ نے ایک وفد حضرت حرامؓ بن ملحان کی امارت میں بنی عامر کی طرف ان کی درخواست پر روانہ کیا تو اس وفد کے ستر صحابہ ؓ کو دھوکے سے شہید کر دیا گیا۔ سب سے پہلے وفد کے امیر حرام بن ملحان پر بنی عامر کے سردار کے اشارے پر پیچھے سے ایک آدمی نے نیزے سے حملہ کیا۔ ان کی گردن سے خون کا فوارہ نکلا۔ انہوں نے اس خون کو اپنے ہاتھوں پر لیا اور کہا کہ ''ربِ کعبہ کی قسم! مَیں کامیاب ہوگیا۔ کعبہ کے رب کی قسم مَیں کامیاب ہوگیا۔'' ان صحابہؓ کی دعاؤں کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان کی شہادت کی خبر آنحضرت ﷺ کو حضرت جبرائیل کے ذریعے دی۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کو حضرت جبرائیل نے ان صحابہؓ کا سلام پہنچایا اور وہاں کے حالات اور شہادت کی اطلاع دی۔ ستر صحابہؓ کی شہادت پر آنحضرت ﷺ نے تیس دن تک ان قبائل کے خلاف دعا کی کہ ''اے اللہ! ان میں سے جنہوں نے یہ ظلم کیا ہے خود ان کی پکڑ کر۔''

(خطبہ جمعہ 9 مارچ 2018ء فرمودہ حضرت مرزا مسرور احمد، خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام لذت مصائب وشہادت کے متعلق فرماتے ہیں:۔

''غرض اس لذت کے بعد جو خدا تعالیٰ میں ملتی ہے ایک کیڑے کی طرح کچل کر مر جانا منظور ہوتا ہے (جس طرح ان صحابی نے کہا تھا میں نے ربّ کعبہ کو پا لیا۔ جو انتہا تھی عشق کی وہاں میں پہنچ گیا۔ حضرت مرزا مسرور احمد، خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)) اور مومن کو سخت سے سخت تکالیف بھی آسان ہی ہوتی ہیں۔ سچ پوچھو تو مومن کی نشانی ہی یہی ہوتی ہے کہ وہ مقتول

ہونے کے لئے تیار رہتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کو کہہ دیا جاوے کہ یا نصرانی ہوجا یا قتل کر دیا جائے گا۔ اس وقت دیکھنا چاہئے کہ اس کے نفس سے کیا آواز آتی ہے؟ آیا وہ مرنے کے لئے سر رکھ دیتا ہے یا نصرانی ہونے کو ترجیح دیتا ہے۔ اگر (وہ) مرنے کو ترجیح دیتا ہے تو وہ مومن حقیقی ہے ورنہ کافر ہے۔ غرض ان مصائب میں جو مومنوں پر آتے ہیں اندر ہی اندر ایک لذت ہوتی ہے۔ بھلا سوچو تو سہی کہ اگر یہ مصائب لذت نہ ہوتے تو انبیاء علیہم السلام ان مصائب کا ایک دراز سلسلہ کیونکر گزارتے''۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 308-309۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

عشق الٰہی انسان کو وہ قوت اور شوکت عطا کرتا ہے کہ مصائب میں اور کٹ مرنے میں بھی انسان لذت محسوس کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فضل اور انعام ہے کہ وہ اپنے عاشقوں کے درد و الم میں بھی لذت پیدا کر دیتا ہے۔ صحابہ رسول اللہ ﷺ بھی معرفت الٰہی حاصل کر کے عشق الٰہی کے اس بلند ترین مقام پر پہنچ گئے تھے جہاں مصائب اور شہادت ان کے لیے باعث لذت تھے۔

اسلام کے پہلے مؤذن حضرت بلالؓ جنہیں حضرت ابوبکرؓ نے آزاد کروایا تھا کا مالک امیہ بن خلف اور دیگر مشرکین ان پر بے حد ظلم کرتے تھے۔ امیہ لوہے کی زرہیں پہنا کر انہیں سخت چلچلاتی دھوپ میں پھینک دیتا اور کبھی تپتی دوپہر کو سنگلاخ زمین پر پشت کے بل لٹا کر آپؓ کے سینے پر پتھر رکھ دیتا اور ان سے کلمۂ کفر کہلوانا چاہتا کہ لات وعزّیٰ کی خدائی کا اقرار کرو۔ مگر سیدنا بلالؓ کی زبان سے سوائے ''احد'' کے کچھ اور نہ نکلتا تھا۔ آپؓ کو گلے میں رسی ڈال کر مکے کی گلیوں میں گھسیٹا جاتا اور نوجوان لڑکوں کے حوالے کر دیا جاتا اور وہ سارا دن ان کو شہر میں کھینچتے پھرتے مگر بلالؓ اپنے صدق اور استقامت پر قائم رہے۔

(بحوالہ سیرت صحابہ رسول اللہ ﷺ از حافظ مظفر احمد)

ایک دفعہ ورقہ بن نوفل حضرت بلالؓ کے پاس سے گزرے، اس وقت انہیں سخت اذیت کا نشانہ بنایا جا رہا تھا اور بلالؓ دیوانہ وار ''اَحداَحد'' یعنی اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے پکار رہے تھے۔ ورقہ بن نوفل انہیں دشمن کے چنگل سے تو آزاد نہ کرا سکے بلالؓ کو دلاسہ دیتے ہوئے کہا: ''اے بلال! اگر اس طرح توحید کی خاطر تمہاری جان جاتی ہے تو پرواہ نہ کرنا خدا کی قسم! مَیں وہ شخص ہوں گا جو تمہاری قبر کو ہمیشہ کے لیے بطور ایک یادگار کے قائم رکھوں گا۔''

(اسد الغابہ جلد ا صفحہ ۲۰۷)

ایک طرف صحابہ کرام کے دل عشق الٰہی سے معمور تھے تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ کو بھی ان پر ناز تھا۔ حضرت معاویہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور کچھ صحابہؓ کو حلقہ باندھے بیٹھے ہوئے دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ''تم کس مقصد سے یہاں بیٹھے ہو۔'' انہوں نے جواب دیا کہ ''ہم یہاں اس لئے بیٹھے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور اس نے جو احسانات ہم پر کئے ہیں اور دین کی طرف جو ہدایت ہمیں دی ہے اس پر اس کی حمد کریں۔'' آپؐ نے فرمایا: ''کیا خدا کی قسم کھا کر کہتے ہو کہ تمہارا مقصد صرف یہی ہے؟'' صحابہؓ نے جواب دیا: ''ہاں خدا کی قسم! ہمارا مقصد صرف یہی ہے۔'' آپؐ نے فرمایا: ''مَیں نے یہ قسم تمہیں اس لئے نہیں دلوائی کہ مجھے تم پر کوئی شک تھا صرف بات یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے بتایا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے تم پر فخر کرتا ہے۔'' (صحیح مسلم)

رہبر کامل رسول مقبول ﷺ نے صحابہ کرام کو ذکر الٰہی کا ایسا چسکا ڈال دیا

قیادت حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ

مکرمہ مومنہ فرحت صاحبہ، لائلپور

یہ کیا ہوا کہ ناگہاں سب اہل دل سنبھل گئے
یہ کس کے فیض سے تمام غم خوشی میں ڈھل گئے
یہ کون آگیا کہ اپنے روز و شب بدل گئے
قدم قدم روش روش ہزاروں دیپ جل گئے
ہیں سنگ وخشت راہ میں مگر ہے مائل سفر
نگر نگر شہر شہر ہے عزم اس کا مشتہر
جو تھک کے پھر پلٹ پڑے نہیں ہے اس کی وہ نظر
ہے اس کی جرأتوں کا ذکر عرش اور فرش پر

تھا کہ وہ ذکر الٰہی کے بغیر رہ ہی نہ سکتے تھے۔ اور ان کے بدلے میں اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کو اپنی محبت کے جام بھر بھر کر پلاتا تھا۔ ایک بار آنحضرت ﷺ نے حضرت حارثؓ سے پوچھا کہ ''کیا حال ہے؟'' بولے، ''یا رسول اللہ! خدا پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہوں۔'' آپؐ نے فرمایا: ''ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟'' بولے، ''دنیا سے میرا دل بھر گیا ہے اس لئے رات کو جاگتا ہوں، دن کو بھوکا پیاسا رہتا ہوں گویا مجھ کو خدا کا عرش علانیہ نظر آتا ہے اور اہل جنت کو باہم ملتے جلتے دیکھ رہا ہوں اور گویا اہلِ دوزخ مجھے چیختے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تم نے حقیقت کو پالیا اب اس پر قائم رہو۔ (بحوالہ سیرت صحابہ رسول اللہ ﷺ۔ سدالغابہ)

سچ تو یہ ہے کہ شب و روز صحابہ کرام کی زبانوں پر سُبْحَانَ اللّٰه، اَلْحَمْدُ لِلّٰه، لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰه، اَللّٰهُ اَكْبَر، لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه کے الفاظ جاری رہتے تھے۔ ذکر الٰہی ان کی روحوں کا سرور اور دل کا چین بن چکا تھا۔ نماز با جماعت ذکر الٰہی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو صحابہ کرام اپنے سب کام چھوڑ چھاڑ کر عاشقانہ روح کے ساتھ دیوانہ وار مساجد کی طرف روانہ ہوتے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ''ایک دفعہ میں بازار میں تھا کہ نماز کا وقت آ گیا۔ تمام صحابہ دوکانیں بند کر کے مسجد چلے گئے۔ قرآن مجید کی آیت رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ ان ہی لوگوں کی شان میں نازل ہوئی۔''

(فتح الباری)

ظہر کی نماز کے متعلق روایت ہے کہ گرمی کی شدت سے زمین اس قدر گرم ہو جاتی کہ بعض صحابہؓ مٹھی میں کنکریاں اٹھا کر اس کو ٹھنڈا کرتے تھے پھر سامنے رکھ کر اس پر سجدہ کرتے تھے۔

(سنن ابی ابوداوٗد)

حضرت عمرؓ کے شوق عبادت کے متعلق ایک روایت مئوطا امام مالکؒ میں درج ہے کہ ''جس دن حضرت عمرؓ کو زخم لگا جس سے آپ کی شہادت ہوئی اسی رات کی صبح کو لوگوں نے نمازِ فجر کے لئے جگایا تو خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے کہا ہاں جو شخص نماز چھوڑ دے اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ چنانچہ اسی حالت میں کہ زخم سے مسلسل خون جاری تھا نماز فرض ادا کی۔''

صحابہ کرام عشق الٰہی میں کمال حاصل کرنے کے لیے تلاوت قرآن کریم، ذکر الٰہی اور نوافل میں مشغول رہتے تھے۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ مغرب کی نماز سے قبل اذان ہوتے ہی کبار صحابہؓ مسجد کے ستونوں کے قریب تیزی سے جاتے اور حضور ﷺ کی امامت کے لئے تشریف لانے تک نوافل میں مصروف رہتے۔ (صحیح بخاری)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عکرمہؓ کو قرآن کریم کے ساتھ والہانہ عشق تھا اسے چہرہ پر رکھ کر فرماتے: ''کتاب ربی، کتاب ربی'' اور یہ کہتے ہوئے ساتھ ساتھ روتے جاتے تھے۔

(اسدالغابہ ج3 ص566)

ایسا نہیں ہے کہ صرف صحابہ رسول اللہ ﷺ کو ہی عشق الٰہی نے سرشار کر رکھا تھا، صحابیاتؓ رسول اللہ ﷺ بھی اپنی جان، مال اور اولاد کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر قربان کرنے کے لیے ہر دم تیار رہتی تھیں۔

حضرت مصلح موعودؓ صحابیات کی عشق الٰہی کی خاطر قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

زنیرہؓ بھی ایک لونڈی تھیں اور ابتدائی ایام میں ہی ایمان لائی تھیں۔ ابوجہل نے مار مار ان کی آنکھیں پھوڑ دیں مگر انہوں نے رسول کریم ﷺ کی رسالت سے انکار نہ کیا ابوجہل انہیں دیکھ کر غصہ سے کہا کرتا تھا کہ کیا ہم اتنے حقیر ہو گئے ہیں کہ زنیرہؓ نے تو سچا دین مان لیا اور ہم نے نہ مانا۔ اسی طرح نہدیہؓ اور ام عبیسؓ دو کنیزیں تھیں جو مکی زندگی میں اسلام لائیں اور دونوں نے اسلام لانے کی وجہ سے بہت سخت مصائب برداشت کئے...... حمامہ حضرت بلالؓ کی والدہ تھیں یہ بھی اسلام لائیں اور انہوں نے اسلام کی خاطر بڑی تکالیف اٹھائیں پھر بعض غلاموں کو مکہ والوں نے اس طرح بھی قتل کیا کہ ان کی دونوں ٹانگوں کو دو اونٹوں سے باندھ دیتے اور پھر ان اونٹوں کو مخالف اطراف میں دوڑا دیتے اور وہ کٹ کر ہلاک ہو جاتے۔

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 444)

ایک موقع پر حضرت اسماء بنت یزید جب چند اور عورتوں کے ہمراہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بغرض بیعت حاضر ہوئیں تو عرض کیا کہ: ''یا رسول اللہ! میں مسلمان عورتوں کی طرف سے کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں۔ حضور

نے اجازت دی تو عرض کیا کہ ہم بھی حضور کے دست حق پرست پر ایمان لائی ہیں۔مگر ہماری حالت مردوں سے مختلف ہے۔مرد نماز با جماعت اور نماز جمعہ میں شریک ہوتے ہیں،نماز جنازہ پڑھتے ہیں،مریضوں کی عیادت کرتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جہاد فی سبیل اللہ کرتے ہیں مگر ہم پردہ نشین ہیں۔اور ان نیکیوں میں حصہ نہیں لے سکتیں۔گھروں میں بیٹھ کر اولاد کی پرورش کرتی ہیں اور مردوں کے مال واسباب کی حفاظت کرتی ہیں تو کیا اس صورت میں ہم کو بھی ثواب ملے گا۔" آنحضرت ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا:"کیا تم لوگوں نے کبھی کسی عورت سے ایسی برجستہ گفتگو سنی ہے'؟صحابہ نے عرض کیا:" یا رسول اللہ!نہیں"۔آپ ﷺ نے حضرت اسماءؓ کو فرمایا کہ:"اگر عورتیں فرائض زوجیت ادا کرتیں،اور شوہر کی اطاعت کرتی ہیں تو جس جس قدر ثواب مرد کو ملتا ہے اسی قدر عورتوں کو بھی ملتا ہے۔"

(اسد الغابہ جلد ۶ صفحہ ۱۸)

صحابیاتؓ گو جنگوں میں لڑتی نہ تھیں مگر اپنے عزیزوں کی شہادت پر نوحہ و ماتم کرنے کی بجائے ان کی شہادت کو کامیابی کی کنجی اور قابل فخر سمجھتی تھیں۔حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ "غزوہ اُحد کے موقع پر اہلِ مدینہ میں خبر پھیل گئی کہ رسول اللہ ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔یہ خبر سن کر مدینے میں آہ وبکا ہونے لگی اس پر انصار کی ایک عورت بھی اُحد کی طرف نکلی تو راستے میں اس نے اپنے والد، بیٹے، خاوند اور بھائی کی نعشوں کو دیکھا۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ معلوم نہیں سب سے پہلے اس نے کسے دیکھا۔جب وہ ان میں سے کسی کے پاس سے گزرتی تو وہ کہتی یہ کون ہے؟ لوگ کہتے تمہارا والد ہے،تمہارا بھائی ہے،تمہارا خاوند ہے،تمہارا بیٹا ہے۔وہ کہتی رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے سامنے ہیں یہاں تک کہ وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ کے کپڑے کا دامن پکڑ کر عرض کرنے لگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں جب آپؐ صحیح سلامت ہیں تو مجھے کسی کی موت کی کوئی پروا نہیں۔"

(خطبہ جمعہ 30 اکتوبر 2020ء فرمودہ حضرت مرزا مسرور احمد، خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

غزل



عاصی صحرائی

دم دم کروں میں حمدیں تیری، تُو نے دئے ہیں لب
کیسے شکر ادا ہو تیرا مخلوقات کے رب
خاک بھی تیری، بیج بھی تیرے، سارے پھل بھی تیرے
بِن تیرے اِن سب کھیتوں کا، کون ہے اور سبب !
سانس بھی حمد ہے کرتی تیری، خون میں حمد رواں
جسم کا میرے روم روم بھی بھولا تجھ کو کب !
آنکھوں میں ہے نیند بھی تیری ، تیرے حکم سے جاگوں
اُجلی اُجلی صُبحیں تیری، تیری ہی ہر شب
خطا سے اپنی ہو جاتا ہے جب بندہ مغموم
دل میں اُس کے میرے مولیٰ تُو ہی بھرے طَرَب
اِنسانوں کی سنے دعائیں ہر سنّت ہے اعلیٰ
اِذن سے تیرے انسانوں کے بدلے دیکھے ڈھب
شکر ہے تیرا نام عاصیؔ کا رکھا تُو نے اونچا
تیرے رحم کرم سے اللہ میرا نام و نَسَب

بچے بھی اللہ تعالیٰ کی خاطر کٹ مرنے کے لیے جنگوں میں شریک ہوتے تھے۔کم سنی کی وجہ سے اجازت نہ ملنے پر بچے کبھی رو کر اور کبھی کشتی کر کے اور کبھی قرعہ اندازی کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کرتے اور رسول اللہ ﷺ ان کے جذبہ اور شوق کو دیکھ کر اجازت دے دیتے تھے۔دو انصاری بچوں حضرت معاذؓ اور معوذؓ نے غزوہ بدر میں مسلمانوں کے بدترین دشمن ابوجہل کو شدید زخمی کر کے عبرت کا نشان بنا دیا تھا،حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کا سرتن سے جدا کر دیا۔حضرت معاذؓ کا ایک بازو کٹ جانے کی وجہ سے لٹک رہا تھا آپؓ نے اسے ایک جھٹکے سے اپنے وجود سے الگ کر دیا اور لڑائی جاری رکھی۔

صحابہ کرام صرف حقوق اللہ ہی ادا نہ کرتے تھے بلکہ حقوق العباد ادا کرنے میں بھی ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ بیماروں کی عیادت کرتے، بھوکوں کو کھانا کھلاتے، یتیموں اور بیواؤں کی خدمت کرتے، قیدیوں اور غلاموں سے اچھا سلوک کرتے، رشتہ داروں اور ہمسایوں کا احترام کرتے، والدین اور بیوی بچوں کے حقوق احسن طریقے سے ادا کرتے غرض ان کی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہ تھا جو نیکی اور بھلائی سے خالی ہو گویا تمام صحابہؓ حقیقی معنوں میں " وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ'' کا عملی نمونہ تھے۔

دل تو چاہتا ہے کہ ہر ایک صحابیؓ کے عشق الٰہی کی ایمان افروز داستان بیان کرتا چلا جاؤں مگر طوالت کے خوف سے چند صحابہؓ کا ذکر خیر ہی ہو سکا ہے ہمارے پیارے امام حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کیا خوب فرمایا ہے کہ ''ہمارے لیے تو آنحضرت ﷺ کے سب پیارے ہی بہت پیارے ہیں۔''

(خطبہ جمعہ ۲ جنوری ۲۰۰۹ء)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام صحابہؓ رسول اللہ ﷺ کے درجات بلند فرماتا چلا جائے اور ہمیں بھی اپنی محبت کے جام بھر بھر کر پلائے اور ہمارے اندر عشق الٰہی کی وہی لو پیدا فرما دے جو صحابہ کرام کے سینوں میں تھی۔ آمین یا ربّ العالمین۔

اپنے مضمون کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درج ذیل مقدس ارشاد پر ختم کرتا ہوں۔

''جو شخص اپنے وجود کو خدا کے آگے رکھ دے اور اپنی زندگی اس کی راہوں میں وقف کرے اور نیکی کرنے میں سرگرم ہو سو وہ سرچشمہ قرب الٰہی سے اپنا اجر پائے گا اور ان لوگوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔ یعنی جو شخص اپنے تمام قویٰ کو خدا کی راہ میں لگا دے اور خالص خدا کے لئے اس کا قول اور فعل اور حرکت اور سکون اور تمام زندگی ہو جائے۔ اور حقیقی نیکی بجالانے میں سرگرم رہے، سو اس کو خدا اپنے پاس سے اجر دے گا اور خوف اور حزن سے نجات بخشے گا۔''

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 344)

☆☆☆



نظام خلافت

یعقوب امجد

یہ فیض نبوت کی برکت ہے ساری
کہ نور خلافت کا چشمہ ہے جاری
نظام خلافت خدا نے جو بخشا
تو اُس کا ہے ہم پر یہ احسان بھاری
یہی ہے امامت ، یہی ہے سیادت
اسی نے نکھاری ہے دنیا ہماری
وہ نور نظر جو تھا اسلام لایا
اُسی نے خلافت کی خلعت سنواری
اطاعت میں اس کی رضائے خدا ہے
مقاصد ہیں توحید کی آبیاری
رسالت کی خادم فضائل کی حامل
خلافت ہے اک منصب کامگاری
خلافت کا بار امانت اُٹھانا
حقیقت میں ہے حق خدمت گزاری
خلافت کی معمار خود ہے رسالت
خلافت ہے اک نعمت فضل باری
خلافت نے امجد کو نور بخشا
کہ ذرے کو جس سے ملی تابداری

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆



بین المذاہب تعلقات کو استوار کرنے میں اسوۂ نبوی ﷺ

ڈاکٹر محمد داؤد مجوکہ۔ جرمنی



آنحضور ﷺ کا فرض منصبی نبوت تھا۔ آپؐ کے ذریعہ دنیا میں ایک مذہب کی بنیاد رکھی گئی۔ اُس وقت موجود مختلف مذاہب کی تعلیمات میں مرورِ زمانہ سے جو اغلاط رہ پا گئی تھیں یا ان مذاہب کی تعلیمات میں جو کمزوریاں موجود تھیں، آپؐ کے ذریعہ ان سب کی تصحیح اور تکمیل ہوئی۔ چنانچہ اسلام کی آفاقی تعلیم کی شکل میں بنی نوع انسان کے لیے ایک کامل مذہب اور نافذ العمل تعلیم پیش کرنے کا فریضہ آپؐ کے سپرد ہوا۔ پس یہ قدرتی امر تھا کہ آپؐ کو روز اول سے ہی دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ بطور نبی اور مذہبی راہنما واسطہ پڑتا اور یوں آپؐ کے ذریعہ بین المذاہب تعلقات کے اصول طے کیے گئے اور ان پر عمل درآمد کے طریقے سکھائے گئے۔ ذیل میں بین المذاہب تعلقات کے متعلق آنحضور ﷺ کے بیان فرمودہ اور عملی طور پر پیش کردہ اصولوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ اصول تمام مذاہب کے پیروکاروں کے لیے یکساں اور ان پر عمل کے بغیر بین المذاہب صلح ناممکن ہے۔

پہلا اصول: آزادیٔ مذہب

سب سے اہم بات جو کہ بین المذاہب پر امن تعلقات کی بنیاد ہے، یہ اصول ہے کہ کسی بھی مذہب کے ماننے والے کو کسی خیال کے ماننے پر مجبور نہ کیا جائے۔ جبر و طاقت کا استعمال دشمنی اور فساد کا سب سے بڑا موجب ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔ (البقرۃ:۲۵۶) اس دین، یعنی اسلام، میں کوئی جبر نہیں۔ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (الکہف:۳۰) جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے انکار کر دے۔ کسی پر زبردستی نہیں کہ وہ ضرور کسی مخصوص دین کو قبول کرے۔

اس سے یہ مراد نہیں کہ ایمان لانا اور انکار کرنا برابر ہیں بلکہ یہ کہ ایمان لانا اور انکار کرنا ہر کسی کا ذاتی اور آزادانہ فیصلہ ہونا چاہیے۔ پھر اگر فیصلہ درست ہوگا تو قدرتی طور پر اس کے مثبت نتائج نکلیں گے اور اللہ تعالیٰ کا قرب اور انعامات ملیں گے۔ اور اگر فیصلہ غلط ہوگا تو اس کا نقصان ہوگا۔ لیکن یہ جزا اور سزا اللہ کے ہاتھ میں ہے کسی انسان یا حکومت کو یہ اختیار نہیں کہ وہ کسی شخص کو اس کے مذہبی خیالات کی وجہ سے سزا دے یا اس کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک کرے کیونکہ امتیازی سلوک بھی ایک قسم کی سزا ہی ہے۔

چنانچہ جب پہلی مرتبہ یہود کے ساتھ تعلق استوار ہوا تو ہجرت مدینہ کے موقع پر جو میثاق مدینہ کیا گیا اس میں مہاجرین اور اہل یثرب کو ایک امت قرار دیا گیا جس میں یہود بھی شامل تھے۔ نیز مزید وضاحت کے لیے ان کا الگ مخصوص ذکر کر کے فرمایا: ان یھود بنی عوف امہ مع المومنین۔ للیھود دینھم و للمسلمین دینھم۔ (مجموعہ وثائق السیاسیہ، محمد حمید اللہ، صفحہ ۶۱) بنی عوف کے یہود مومنین کے ساتھ ایک امّت ہوں گے۔ نیز یہود کے لیے ان کا دین ہوگا اور مسلمانوں کے لیے ان کا دین ہوگا۔ یعنی کسی کو اپنا دین تبدیل کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا اور ہر ایک کو اپنے دین پر عمل کی مکمل آزادی ہوگی۔

دوسرا اصول: سب و شتم کی ممانعت

جبر و اکراہ کے بعد دوسری بات جو بین المذاہب تعلقات کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہے وہ کسی کے مذہبی بزرگوں یا مذہبی عقائد یا مقامات مقدسہ یا کتب مقدسہ کے متعلق تحقیر آمیز، توہین پر مبنی بات کرنا یا ان کا ٹھٹھا اڑانا ہے۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک طرف کسی کے بزرگ یا عقیدہ کو گالی دی جائے اور دوسری طرف امید کی جائے کہ وہ جواب میں خاموش رہے گا یا اگر کسی مجبوری سے خاموش رہے بھی تو اس کے دل میں نفرت پیدا نہیں ہوگی؟ فرمایا لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ (الانعام:۱۰۹) لوگوں نے اللہ کے ساتھ جو فرضی شریک بنائے ہوئے ہیں، جن کا حقیقت میں کوئی وجود ہی نہیں، ان کو بھی گالی مت دو۔ آگے اس کی وجہ بیان فرمائی کہ ان فرضی خداؤں کو کچھ کہو گے تو وہ انتقامی جوش میں تمہارے حقیقی خدا کو گالی دیں گے۔ اس کے موافق فرمایا: کبیرہ

گناہوں میں یہ بھی ہے کہ انسان اپنے والدین کو گالی دے۔ جب دریافت کیا گیا کہ یہ کیونکر ممکن ہے، تو فرمایا: یسب أبا الرجل فیسب أباه، ویسب أمه فیسب أمه۔ (مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الکبائر اکبرھا) جب کوئی شخص کسی کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے اور وہ جواب میں اس کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے تو گویا اس شخص نے اپنے ماں باپ کو خود ہی گالی دی۔ پس کسی کے نسبی یا روحانی بزرگوں کے لیے توہین، تضحیک، تمسخر آمیز بات کرنا درحقیقت خود اپنے ہی بزرگوں کو ایسا کہنا قرار دیا گیا ہے۔ سب وشتم ویسے بھی ایک مذموم حرکت ہے جس کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ بلکہ فرمایا منافق کی چار نشانیوں میں ایک یہ ہے کہ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ (ابوداؤد، کتاب السنہ، باب الدلیل علیٰ زیادہ الایمان ونقصانہ) یعنی جب بحث کرتا ہے تو گالی گلوچ پر اتر آتا ہے۔ کسی کے بزرگوں کے تضحیک یا توہین آمیز خاکے بنانا بھی اسی ذیل میں آتا ہے۔

اس اصول سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ صرف بزرگ ہی نہیں بلکہ مقدس سمجھے جانے والی تمام چیزیں اسی اصول کے ماتحت ہیں اور مقامات یا کتب مقدسہ وغیرہ سب اس میں شامل ہیں۔ کیونکہ ان میں سے کسی کے متعلق بھی توہین وتحقیر آمیز بات کہنے کا بھی یہی نتیجہ ہوگا کہ دوسرا فریق ہمارے بزرگان اور مقامات مقدسہ وغیرہ کی توہین وتحقیر کرے گا۔ چنانچہ یہ سب باتیں ممنوع ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ’’وہ ملک آرام سے زندگی بسر نہیں کر سکتا جس کے باشندے ایک دوسرے کے رہبرِ دین کی عیب شماری اور ازالہ حیثیت عرفی میں مشغول ہیں۔ اور ان قوموں میں ہرگز سچا اتفاق نہیں ہو سکتا جن میں سے ایک قوم یا دونوں ایک دوسرے کے نبی یا رشی اور اوتار کو بدی یا بدزبانی کے ساتھ یاد کرتے رہتے ہیں۔ اپنے نبی یا پیشوا کی ہتک سن کر کس کو جوش نہیں آتا‘‘۔ (پیغام صلح، روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۴۵۲)

تیسرا اصول: مذہبی مساوات

جبر واکراہ اور توہین کے بعد تیسری بات جو فساد کی بنیاد بنتی ہے عدم مساوات ہے۔ بہت سی اقوام کا خیال تھا کہ صرف وہی خدا تعالیٰ کے پسندیدہ ہیں: نَحْنُ أَبْنَٰٓؤُا اللّٰهِ وَأَحِبَّٰٓؤُهُ۔ (المائدہ:۱۹) جبکہ باقی سب اقوام ان سے کمتر اور ذلیل ہیں اور خدا تعالیٰ کو ان کی کوئی پرواہ نہیں۔ صرف یہود ونصاریٰ ہی نہیں، جن کا اس جگہ بالوضاحت ذکر ہے، بلکہ یہ خیال مختلف صورتوں میں کم وبیش تمام اقوام میں پایا جاتا ہے اور تکبر اور ظلم کی بنیاد بنتا ہے۔ اس کے مقابل پر اعلان فرمایا: وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا (النحل:۳۷) ہر قوم کی جانب اللہ کی جانب سے سچے رسول بھیجے گئے ہیں۔ اور یہ رسول اپنے منصب کے لحاظ سے برابر ہیں، ان میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا: لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ۔ (البقرۃ:۲۸۶) اس اصل کے ذریعہ تمام اقوام میں اللہ کے بھیجے ہوئے انبیاء کی موجودگی کا اقرار کیا اور سب مذاہب میں مساوات اور برابری قائم فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ بطور اصول فرمایا: ’’لا ینبغی لعبد أن یقول: أنا خیر من یونس بن متی ‘‘۔ (بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ وان یونس لمن المرسلین) کسی بندے کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔ یقیناً آپ ﷺ اپنے مقام اور قرب الٰہی کے لحاظ سے یونسؑ ہی نہیں بلکہ تمام انبیاء سے بہتر تھے مگر منصب نبوت کے لحاظ سے ایک برابری بھی تھی۔

یہ الگ امر ہے کہ: تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ۔ (البقرۃ:۲۵۴) یعنی منصب کے لحاظ سے برابری کے باوجود مقام کے لحاظ سے انبیاء میں فرق بھی ہے۔ مگر یہ فرق اللہ نے مقرر کیا ہے بندوں نے نہیں۔ تاہم خاتم النبیین کے عظیم الشان مرتبہ پر فائز ہونے کے باوجود مسلمانوں کو دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے سامنے اپنی فضیلت ایسے رنگ میں بیان کرنے سے جو ان کے بزرگوں کی تخفیف کے مترادف یا ان کے لیے تکلیف کا باعث ہو منع فرمایا: لا تخیرونی من بین الأنبیاء۔ (بخاری، کتاب الدیات، باب اذا لطم المسلم یھودیا) یعنی فخر ومباہات کے لیے اور دوسروں کو تکلیف پہچانے والے انداز میں مجھے دوسرے نبیوں سے بہتر مت قرار دو۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں ’’اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی فضیلت کے متعلق اپنے عقائد کا غیروں کے سامنے ایسے غیر محتاط انداز میں ذکر نہ کیا کریں جس سے ان کی دل شکنی اور دل آزاری ہو‘‘۔ (اسلام اور عصر حاضر کے مسائل کا حل، صفحہ ۲۰)

یہ اصول صرف اہل کتاب کے متعلق نہیں بلکہ تمام ادیان خواہ وہ کتاب پر

مبنی ہوں یا نہیں، سب کے لیے یکساں ہے۔ مشرکین مکہ کے ساتھ معاہدہ حدیبیہ کرتے وقت اس اصول کی ایک عملی شکل یوں ظاہر ہوئی کہ ان کے کہنے پر آپؐ نے معاہدہ کی تحریر میں سے ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' اور ''رسول اللہ'' کے الفاظ حذف فرما دیے۔ (بخاری، کتاب الشروط، باب شروط فی الجھاد والمصالحۃ) یوں مشرکین مکہ کے اعتراضات کو مساوات کے اس اصول کے مطابق دور کیا گیا۔

چوتھا اصول: عبادت گاہوں کا تحفظ

بزرگوں کی توہین کے بعد چوتھی بات جو مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان امن و آشتی کے لیے ضروری ہے معابد اور مقامات مقدسہ کا تحفظ ہے۔ اگر کسی مذہب کے مقامات مقدسہ پر قبضہ کیا جائے یا ان کو مسمار کیا جائے یا ایسی کوشش بھی کی جائے تو اس سے صدیوں تک چلنے والے جھگڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔ حالیہ تاریخ میں بابری مسجد، مسجد اقصیٰ، بامیان کے مجسمے اس کی مشہور مثالیں ہیں۔ کسی جگہ کلیساء یا مندر یا مسجد کے مسمار کرنے کی کوشش کو جواز بنا کر مذہبی فسادات شروع کر دیے جاتے ہیں۔ اس لیے عبادت گاہوں کی حرمت کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے۔ چنانچہ فرمایا: وَلَوۡلَا دَفۡعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعۡضَهُمۡ بِبَعۡضٍ لَّهُدِّمَتۡ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ۔ (الحج: ۴۱) پس اللہ تعالیٰ صوامع یعنی خاموش عبادت یا تنہائی میں رہنے کی جگہیں اور بیع یعنی مذہبی مقاصد کے لیے جمع ہونے کی جگہیں اور صلوات یعنی دعائیں مانگنے کی جگہیں اور مساجد یعنی سجدہ ریز ہونے کی جگہیں، ان سب کی حفاظت کے لیے بعض لوگوں کو بعض دیگر لوگوں کے ذریعہ بدل دیتا ہے۔ اگرچہ عموماً اس جگہ مسیحی راہب خانے اور کلیساء اور یہودی ہیکل اور مسلمانوں کی مساجد مراد لی جاتی ہیں، تاہم آیت کے الفاظ ہمہ گیر ہیں۔ اگر محض مسیحی اور یہودی عبادتگاہوں کا ذکر ہی مقصود ہوتا تو اس جگہ ''کنیسۃ'' اور ''دیر'' کے الفاظ ہونے چاہیے تھے جو کہ اس زمانہ میں بھی اس مقصد کے لیے مستعمل تھے جیسا کہ بہت سی احادیث و روایات میں درج ہے۔ پس یہ آیت تمام مذاہب کی مختلف قسم کی عبادتگاہوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ ظاہر ہے کہ معابد کے ساتھ پروہت، پادری، ربی، مولوی، وقف شدہ مرد یا عورتیں وغیرہ بھی اس حفاظت میں شامل ہو جاتے ہیں۔

پانچواں اصول: آزادیٔ عمل

پانچویں بات جو مذاہب کے درمیان صلح کے لیے ضروری ہے یہ ہے کہ ہر مذہب کے پیروکار کو اپنی تعلیمات پر عمل کرنے کی مکمل آزادی ہو، فرمایا: يٰقَوۡمِ اعۡمَلُوۡا عَلٰى مَكَانَتِكُمۡ اِنِّىۡ عَامِلٌ۔ (الزمر ۴۰، الانعام ۱۳۶) اے قوم کے لوگو! تم اپنی جگہ اپنے خیال کے مطابق عمل کرو میں بھی اپنے طریق کے مطابق عمل کر رہا ہوں۔ گویا نہ صرف ہر ایک مذہب کے پیروکاروں کو اپنا الگ نظریہ رکھنے کی اجازت دی گئی ہے بلکہ اس پر عمل کی اجازت بھی دی گئی ہے۔ کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ کسی دوسرے کو شرک یا بدعت یا دھوکا دہی یا اور کسی بات کا جواز بنا کر اپنے مذہب پر عمل کرنے سے روک دے۔ اس سے یہ بھی استنباط ہوتا ہے کہ ہر مذہب کے پیروکاروں کو اپنی ضرورت کے مطابق عبادتگاہیں، راہب خانے، مندر، ہیکل وغیرہ بنانے کی بھی اجازت ہے ورنہ وہ اپنے مذہب پر عمل نہیں کر سکتے۔

البتہ ایسا عمل جو کسی انسان کی جان کو نقصان پہنچانے کا باعث ہو اس سے مستثنیٰ ہے مثلاً کوئی مذہب انسان کی قربانی کی تعلیم دے یا کسی کو خودکشی پر اُکسائے تو اس عمل کو آزادیٔ مذہب کے باوجود روکنا جائز ہوگا۔ ایسے امور کے سوا ہر ایک کو اپنے مذہب پر عمل کی آزادی ہونی چاہیے۔

چھٹا اصول: تبلیغ کی آزادی

چھٹی بات یہ ہے کہ ہر شخص کو نہ صرف اپنے مذہب پر ایمان رکھنے اور اس پر عمل کی آزادی ہو بلکہ اپنے مذہب کی تبلیغ اور اپنے نکتہ نظر کو مدلل طریق پر پیش کرنے کی بھی آزادی ہو۔ فرمایا: اَمۡ لَـكُمۡ سُلۡطٰنٌ مُّبِيۡنٌ۔ فَاۡتُوۡا بِكِتٰبِكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ۔ (الصافات: ۱۵۷-۱۵۸) کیا تمہارے پاس کوئی واضح دلیل ہے،؟ اگر تم سچے ہو تو پھر اپنی کتاب پیش کرو۔ قُلۡ هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ (البقرۃ: ۱۱۲) اگر تم سچے ہو تو اپنی بات کے حق میں کوئی واضح دلیل پیش کرو۔ یعنی غیر مذہب والوں کو بار بار بحث مباحثہ اور اپنے عقائد کے حق میں دلائل دینے کی طرف بلایا گیا ہے۔ پھر مسلمانوں کے لیے فرمایا: اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ

الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ۔(النحل ۱۲۶) یعنی اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلا۔ اور ان لوگوں کے ساتھ بہترین طریق پر بحث مباحثہ کر۔ پس دیگر مذاہب کے ساتھ مذہبی بحث، جسے دوسرے الفاظ میں تبلیغ کہہ سکتے ہیں، ہرگز ممنوع نہیں بلکہ اس کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ درحقیقت جو لوگ بحث مباحثہ سے منع کرتے ہیں وہ درحقیقت اپنی کمزوری کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ اگر ان کے پاس اپنی بات کے حق میں واضح اور مضبوط دلائل ہوں تو وہ بڑی خوشی سے بحث پر آمادہ ہو جائیں۔ جب پلے کچھ نہ ہو تو پھر ظاہر ہے کہ بحث کو بند کرنا ہی ان کے لیے مفید ہے۔ یہ بات صرف غیروں پر ثابت نہیں آتی خود مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے۔ تاہم اسلام کی تعلیم اس غلط طریق سے مختلف ہے۔

سن ۹ ہجری میں نجران کے مسیحیوں کا ساٹھ افراد پر مشتمل وفد آپ ﷺ کے پاس مدینہ میں حاضر ہوا تو ان کے ساتھ تفصیلی بحث مباحثہ ہوا۔ وفد کئی دن وہاں قیام پذیر رہا۔ ان کو مکمل عزت واحترام سے رکھا گیا۔ بحث کے باوجود وہ آخر تک اپنے دین یعنی مسیحیت پر قائم رہے۔ جب آخر میں مباہلہ کی دعوت دی گئی تو انہوں نے اس سے انکار کر دیا۔ اس دوران وہ مسجد نبویؐ میں اپنے طریق پر عبادت بھی کرتے رہے۔ (ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، جلد ۷، صفحہ ۲۶۲۔۲۷۲) یہ اسی اصول کا عملی اظہار تھا کہ ہر مذہب کے پیروکاروں کو اپنے مذہب کے حق میں دلائل پیش کرنے اور اس کی جانب بلانے کی آزادی ہے۔ اسی طرح مختلف سوال اٹھانے کی بھی آزادی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں یہود اور مشرکین کی طرف سے کیے گئے کئی سوالات کا ذکر ہے اور ان کا جواب بھی دیا گیا ہے۔

ساتواں اصول: اشتراک عمل

ساتویں بات جو بین المذاہب امن کو دنیا کے لیے باثمر بناتی اور براہ راست فائدہ پہنچاتی ہے وہ مشترکہ اور متفقہ امور پر اتحاد ہے مثلاً رفاہ عامہ کے کام ہیں، انسانی حقوق کے کام ہیں، مشکل اور مصیبت میں گرفتار لوگوں کی مدد ہے، شہری اور ملکی مفاد کے کام ہیں، امن کے قیام کی کوششیں ہیں، مذہبی ہم آہنگی کا فروغ ہے وغیرہ۔ میثاق مدینہ جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے میں یہ اصول عملی طور پر واضح کیا گیا تھا۔ باوجود مذہبی اختلاف کے یہود کو مسلمانوں کے ساتھ ایک امت قرار دیا گیا۔ نیز امور مملکت میں اشتراک عمل کیا گیا۔ جنگی اخراجات میں مسلمان اور یہود دونوں شریک ہوئے اور یہ بھی طے ہوا کہ حملہ کی صورت میں مسلمان اور یہود ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ (مجموعہ وثائق السیاسیہ، محمد حمیداللہ، صفحہ ۵۹ تا ۶۲) پس اختلاف مذہب صرف مذہب کے دائرہ تک ہے۔ اس کے سوا دیگر معاملات میں اشتراک عمل بالکل جائز اور ضروری ہے اور مختلف مذاہب کے پیروکاروں میں ہم آہنگی اور امن کا باعث ہے۔

آٹھواں اصول: نجات پر اجارہ داری کی تردید

آٹھویں بات جو بین المذاہب تعلقات پر اثر انداز ہوتی ہے کسی بھی مذہب یا فرقہ کا یہ عقیدہ ہے کہ ہمارے سوا باقی سب جہنمی یعنی خدا کی رحمت سے دور اور لعنتی ہیں۔ یہ بھی گالی ہی کی ایک قسم ہے۔ درحقیقت نہ تو کسی مذہب یا فرقہ سے وابستگی کی وجہ سے کوئی شخص لازمی طور پر جنتی ہو جاتا ہے اور نہ ہی کسی مذہب یا فرقہ سے عدم تعلق کی بناء پر لازمی طور پر جہنمی۔ جب کسی مذہب یا فرقہ کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ جنتی یا جہنمی ہے تو اس سے مراد اس کی عمومی صورتحال ہے نہ کہ اس کے ہر ایک پیروکار کا انفرادی انجام۔

یہ بحث ہمیشہ سے فساد کی ایک وجہ بنتی آئی ہے اور اسی لیے انبیاء کے مخالفین نے اس ہتھیار کو استعمال کرنے کی کوشش کی ہے۔ فرعون نے موسیٰؑ سے سوال کیا کہ ہمارے آباء واجداد اور بزرگوں کا کیا حال ہوا؟ اس پر اسے جواب دیا گیا: عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى (طٰہٰ: ۵۳) یعنی ان کے انجام کا علم میرے رب کو ہے۔ میرا رب نہ تو غلطی کرتا ہے کہ کسی بے قصور پر زیادتی کر جائے اور نہ ہی بھولتا ہے کہ اسے یاد نہ رہے کہ فلاں کا کیا حال تھا اور اس کی نیت اور اعمال کیسے تھے اور اس کا علم کتنا تھا اور عقل کتنی تھی۔ نعوذ باللہ یہ کوئی مداہنت یا خوف پر مبنی مبہم جواب نہیں تھا۔ حقیقت ہی یہی ہے کہ کسی بھی مخصوص شخص، خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو، کا انجام اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اس کے متعلق فتویٰ نہیں دیا جا سکتا کہ وہ ضرور جنتی یا جہنمی ہے، سوائے اس کے کہ اللہ اس کے متعلق اطلاع دے کہ فلاں کا یہ انجام ہو چکا ہے۔

اس کی مزید وضاحت ایک اور آیت سے ہو سکتی ہے۔ فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (البقرۃ: ٦٣) اس جگہ مسلمانوں، یہودیوں، مسیحیوں اور صابیوں کا نام بنام ذکر کر کے واضح فرمایا ہے کہ ان میں سے اللہ اور آخرت پر ایمان لانے والے اور اعمال صالحہ کرنے والوں کو اس کا اجر ملے گا اور ان کے لیے کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں کہ یہ خیال کرنا کہ کسی ایک مذہب میں داخل ہوئے بغیر نجات نہیں مل سکتی اور باقی تمام لوگ جہنمی ہیں ایک ''تنگ نظر، کٹر اور عدم رواداران'' خیال ہے۔ پھر فرماتے ہیں: ''میں اپنے سامعین کرام کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اسلام کی طرف ایسے کٹر نظریہ کو منسوب کرنے کا ہرگز کوئی جواز موجود نہیں''۔ (اسلام اور عصر حاضر کے مسائل کا حل صفحہ ۲۴) پھر فرمایا: ''قرآن کریم کی رو سے نجات پر کسی ایک مذہب کی اجارہ داری نہیں۔ وہ لوگ جنہیں اپنے آباء واجداد سے غلط نظریات ورثہ میں ملے ہیں مگر وہ عام طور پر سچائی اور خلوص کی زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ نجات سے محروم نہیں کیے جاسکتے''۔

(اسلام اور عصر حاضر کے مسائل کا حل صفحہ ۲۴)

اس سے یہ بھی مراد نہیں کہ آنحضورؐ یا حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لانے کی ضرورت ہی نہیں بس اچھے اعمال کرو اور نجات حاصل کر لو۔ اس طرح تو کُل سلسلہ انبیاء کا باطل ٹھہرتا ہے۔ نبی، جو کہ اللہ کا مقرر کردہ نائب ہوتا ہے، سے روگردانی کر کے کوئی شخص اللہ کا قرب کیونکر حاصل کر سکتا ہے؟ پہلا سبق جو آدمؑ کے قصے میں بیان کیا گیا ہے یہی ہے کہ جس میں خدا نے اپنی روح پھونک دی، اس کی اطاعت کرنا لازم ہوگا ورنہ راندۂ درگاہ اور مردود ٹھہرے گا۔ پس مذکورہ بالا آیت میں نجات پانے والے غیر مومنین سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے نبی پر ایمان نہ لانے کی وجہ بغاوت یا روگردانی نہیں بلکہ دیگر وجوہ ہیں۔ چونکہ ان کا علم اللہ ہی کو ہو سکتا ہے اس لیے ان کی نجات کا فیصلہ بھی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں ''وحی الٰہی پر مبنی تمام مذاہب کے ماننے والوں کو یقین دلایا گیا ہے کہ اللہ انہیں کوئی سزا نہیں دے گا اور نہ ہی وہ نجات سے محروم رکھے جائیں گے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے نئے مذہب کو شناخت نہ کر سکنے کا ان کے پاس کوئی حقیقی اور جائز عذر ہو''۔ (اسلام اور عصر حاضر کے مسائل کا حل صفحہ ۲۴) یہ جائز اور حقیقی عذر کیا ہے؟ اس کا فیصلہ اللہ نے کرنا ہے جو کہ عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ چنانچہ کسی مخصوص شخص پر فتویٰ نہیں لگایا جاسکتا کہ وہ ضرور جہنمی ہے۔

نواں اصول: افہام و تفہیم کے لیے حقوق کی قربانی

نواں اصول جو آپؐ نے قائم فرمایا وہ افہام و تفہیم ہے، جس کے لیے اگر ضرورت ہو تو اپنے جائز حقوق کی قربانی بھی دے دینی چاہیے۔ اس سے پہلے تیسرے اصول کے تحت ذکر ہو چکا ہے کہ مسلمانوں کو تعلیم دی گئی ہے کہ اپنے نبیؐ کی فضیلت یا اپنی تعلیمات اس طریق پر بیان نہ کریں کہ دوسروں کے لیے باعث تکلیف ہوں۔ یہ اصول اس سے ایک قدم آگے جا کر بین المذاہب امن کو قائم کرنے کی خاطر اپنے جائز حقوق کی قربانی کے متعلق ہے۔ صلح حدیبیہ میں مساوات کے اصول کے تحت مشرکین مکہ کے اعتراض کرنے پر آنحضورﷺ نے معاہدہ کے متن میں سے ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' اور ''رسول اللہ'' کے الفاظ حذف فرما دیے تھے۔ (بخاری، کتاب الشروط، باب شروط فی الجھاد و المصالحۃ) لیکن اسی معاہدہ میں آپؐ نے قیام امن کی خاطر اپنے حق سے دستبردار ہونے کا اصول بھی قائم فرمایا۔ چنانچہ آپؐ نے اس معاہدہ میں بعض ایسی شرائط بھی قبول فرمائیں جو کہ مساوات کے سراسر خلاف تھیں۔ مثلاً یہ کہ اگر کوئی شخص مسلمان ہو کر مکہ سے مدینہ گیا تو اسے واپس کر دیا جائے گا لیکن اگر کوئی شخص مدینہ سے کافر ہو کر مکہ گیا تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔ (بخاری، کتاب الصلح، باب الصلح مع المشرکین) اس جگہ امن کی خاطر اپنا جائز حق قربان کر دیا حالانکہ طاقت کا استعمال بھی کیا جا سکتا تھا۔ کمزوری کی حالت میں تو ہر ایک قربانی دیتا ہے، کیونکہ اس پر مجبور ہے۔ لیکن حدیبیہ میں مسلمان مکہ کے بالکل قریب پہنچ چکے تھے اور موت پر بیعت کر کے نہایت درجہ جوش میں تھے۔ تعداد بھی کافی تھی۔ ایسے موقع پر طاقت ہونے کے باوجود اپنے جائز حق کی قربانی کی حکمت صحابہؓ کو بھی سمجھ نہیں آئی اور دہائیاں دی گئیں کہ کفار مکہ زیادتی کر رہے ہیں، یہ بات ہماری عزت اور حمیت کے خلاف ہے، ہم کیوں ایسی ذلت آمیز شرائط قبول کریں وغیرہ۔ لیکن آپؐ نے کچھ پرواہ نہ فرمائی۔ پس ایسے مواقع پر قیام امن کا زیادہ اہم اور ضروری ہدف پیش نظر رکھنا چاہیے۔

☆......☆......☆



پاکستان نے کس طرح مراکش کو فرانس سے آزادی دلوائی؟

کولمبس خان


دائیں جانب: احمد عبدالسلام بلفرج، بائیں جانب: سر ظفر اللہ۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ مراکشی باشندے پاکستانیوں کو اپنا بھائی اور ان کی دل سے عزت کیوں کرتے ہیں، کیونکہ وہ آزادی کے 66 برس بعد بھی جانتے ہیں کہ انہیں ملنے والی آزادی پاکستانیوں کی مرہون منت ہے۔ واضح رہے کہ مراکش بحیرہ روم کے داخلی راستے پر ہونے کی وجہ سے 1830 کے بعد یورپ کی دلچسپی بڑھنے لگی 1906 میں یہاں فرانس اور اسپین کے مشترکہ قبضے کو تسلیم کرلیا گیا۔ آزادی سے قبل مراکش 1912 سے 1955 تک فرانس کی کالونی میں شامل رہا، فرانسیسی قبضے سے نجات حاصل کرنے کے لیے مراکشی باشندوں نے مسلسل جدوجہد اور قربانیاں دیں۔ تاہم پاکستان کے صرف ایک اقدام سے مراکش کی آزادی کی تحریک کو سہارا ملا جس کی بدولت آج مراکشی باشندے آزاد فضا میں سانس لے رہے ہیں۔

ہوا کچھ یوں کہ 1952 میں آزادی کی آواز بلند کرنے کی خاطر شاہ محمد پنجم نے تحریک آزادی کے سرگرم لیڈر احمد عبدالسلام بلفرج کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس میں بھیجا۔ جنرل اسمبلی کے اجلاس کے موقع پر جب احمد عبدالسلام بلفرج سیکیورٹی کونسل میں اپنی قوم کی نمائندگی کرتے ہوئے آزادی کا نعرہ بلند کرنے کے لیے کھڑے ہوئے تو وہاں موجود فرانسیسی نمائندے نے یہ کہہ کر خاموش کروادیا کہ وہ فرانسیسی کالونی کا حصہ ہیں اس لئے انہیں اس پلیٹ فارم سے خطاب کرنے کا حق حاصل نہیں۔ لہذا احمد عبدالسلام بلفرج کو مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑا، اس موقع پر اجلاس میں موجود پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ سر ظفراللہ خان نے ایک مسلم رہنما کے ساتھ فرانسیسی نمائندے کا ہتک آمیز رویہ دیکھا تو ان سے رہا نہ گیا۔

سر ظفراللہ خان نے راتوں رات احمد عبدالسلام بلفرج کو نہ صرف پاکستانی شہریت کی پیشکش کی بلکہ خودرات گئے نیویارک میں قائم پاکستانی سفارت خانہ کھلوا کر انہیں پاکستانی پاسپورٹ جاری کروایا۔ اسی شہریت اور پاسپورٹ کی بنیاد پر انہوں نے اگلے روز ہونے والے اقوام متحدہ کے اجلاس سے خطاب کیا اور مراکش کی فرانس سے آزادی کے حق میں آواز بلند کی جس سے مراکش کی آزادی کی تحریک میں نئی روح پڑی اور بالآخر 19 نومبر 1956ء کو مراکش، فرانس کے تسلط سے آزاد ہوگیا۔ آزادی کے بعد مراکش کے بادشاہ محمد پنجم نے احمد عبدالسلام بلفرج کو مراکش کا پہلا وزیر اعظم نامزد کیا۔ احمد عبدالسلام بلفرج آج دنیا میں نہیں مگر وہ جب تک وزیر اعظم کے منصب پر فائز رہے، انہوں نے اپنے دفتر میں پاکستانی پاسپورٹ کی کاپی آویزاں رکھی۔ وہ اپنے دفتر میں آنے والے ہر شخص کو پاکستانی پاسپورٹ دکھاتے ہوئے



بڑے فخر سے بتاتے تھے کہ مراکش کی آزادی کی تحریک میں پاکستان اور پاکستانی پاسپورٹ نے انکی بڑی مدد کی۔ احمد عبدالسلام بلفرج کو جاری کردہ پاسپورٹ کی کاپی جوان کے دفتر میں آویزاں ہے یاد رہے کہ گزشتہ برس اسی پاکستانی سفارتی پاسپوٹ کی اعزازی کاپی سے احمد عبدالسلام بلفرج کے صاحبزادے محمد انس بلفرج کو بھی نوازا گیا۔

(بشکریہ روزنامہ جنگ مورخہ　　14 دسمبر، 2022)



لفظ خَاتَم کی علمی بحث بمع اعتراضات کے جوابات

جمیل احمد بٹ

آں حضرت ﷺ کے مقامِ خاتم النبیین کے اظہار میں استعمال ہونے والے لفظ خاتَم کے کیا کیا معنی ہیں اور ان کئی معنوں میں سے کون سا اس مقام کی صحیح ترجمانی کرتا ہے؟ یہ ایک بنیادی سوال ہے۔ عربی زبان میں کیونکہ الفاظ کے کئی معنی ہوتے ہیں اس لئے اہل لغت نے ان میں سے حقیقی اور مجازی معنوں کا تعین کیا ہے اور یہ اصول ٹھہرایا ہے کہ ترجمہ میں حقیقی معنوں کو ترجیح دی جائے۔ لیکن اگر سیاق اور مضمون کے اعتبار سے ان معنوں کو استعمال کرنا ممکن نہ ہو تو پھر مجازی معنی اختیار کئے جائیں گے۔

لغوی معنی: مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنی کتاب میں مختلف عربی لغات کے حوالے سے لفظ خاتَم کے درج ذیل چھ معنی لکھے ہیں:

i۔ نگینہ مہر جس پر نام وغیرہ کندہ کیے جاتے ہیں

ii۔ انگشتری یا انگوٹھی

iii۔ آخرِ قوم

iv۔ گھوڑے کے پاؤں میں جو تھوڑی سی سفیدی ہو۔

v۔ گدّی کے نیچے جو گڑھا ہے

vi۔ مہر کا جو نقش کاغذ وغیرہ پر اتارا جاتا ہے۔

(ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صفحہ نمبر 75 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2021ء)

حقیقی معنی: ان میں سے حقیقی معنوں کے بارے میں حضرت امام راغبؒ نے اپنی لغات مفردات میں، جسے شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی کتاب اتقان میں لغاتِ قرآن کی بہترین کتاب قرار دیا ہے، لکھا ہے کہ:

اَلْخَتْمُ وَالطَّبْعُ يُقَالُ عَلَى وَجْهَيْنِ: مَصْدَرُ خَتَمْتُ وَطَبَعْتُ، وَهُوَ تَأْثِيرُ الشَّيْءِ كَنَقْشِ الْخَاتَمِ وَالطَّابِعِ۔ وَالثَّانِي اَلْاَثَرُ الْحَاصِلُ عَنِ النَّقْشِ'۔

خَتم اور طَبع کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ یہ دونوں لفظ خَتَمْتُ اور طَبَعْتُ کا مصدر ہیں اور ان کے معنی خاتَم (مہر) کے نقش پیدا کرنے کی طرح کسی شے کا دوسری میں اثر پیدا کرنا ہیں اور دوسری صورت حقیقی معنوں کی نقش کی طرح تاثیر کا اثر حاصل ہیں'۔

(المفردات فی غریب القرآن از حضرت امام راغبؒ بحوالہ الحق المبین از حضرت قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری صفحہ نمبر۔3433 ربوہ 1971ء)

اعتراض: ایک مخالف کتاب میں ''خاتم النبیین اور اصحاب لغت'' کے زیرِ عنوان تقریباً پانچ صفحات پر گیارہ کتب لغت سے حوالوں کے ساتھ لکھا ہے۔ لغت عرب یہ فیصلہ دیتا ہے کہ آیت مذکورہ کے پہلی قرأت پر دو معنی ہو سکتے ہیں۔ آخر النبیین اور نبیوں کے ختم کرنے والے اور دوسری قرأت پر ایک معنی ہو سکتے ہیں آخر النبیین۔

(قادیانی شبہات کے جوابات از مولوی اللہ وسایا، صفحہ 26، مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان، جنوری 2020ء)

جواب: مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنی کتاب مختلف عربی لغات کے حوالے سے مندرجہ بالا چھ معنی لکھ دئے ہیں۔ اس لئے الگ الگ کتابوں کے حوالوں کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ ان حوالوں میں اول نمبر پر مفردات القرآن رکھی ہے اور اس کے بارے میں خود ان مولوی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ 27 پر یہ لکھا ہے کہ

''یہ کتاب اپنی نظیر نہیں رکھتی اور یہ کہ سیوطیؒ نے اتقان میں فرمایا ہے کہ لغاتِ قرآن میں اس سے بہتر کتاب آج تک تصنیف نہیں ہوئی'۔

اس بے نظیر اور بہترین لغات قرآن میں لفظ ختم کے حقیقی معنی اوپر لکھے ہیں۔ اور مجازی معنوں کا آگے ذکر آرہا ہے۔ ان حقیقی معنوں کی رو سے خاتم النبیین کے یہی معنی ہیں کہ آپ ﷺ نبیوں کی مہر ہیں یعنی نبیوں کے ظہور کے لئے موثر ذریعہ یا موثر نبی۔

مزید شبہ: مفردات میں بیان شدہ ان معنوں کو اپنے مفید مطلب نہ پاتے ہوئے مولوی صاحب نے صفحہ 27 پر اس میں لفظ ختم کے وہ معنی درج ہی نہیں کئے جو اوپر منقول ہیں۔ بلکہ اس کی جگہ وہ معنی لکھے ہیں جو زیر آیت خاتم النبیین بیان ہوئے ہیں۔

جواب: امام راغبؒ انعام نبوت کے جاری رہنے سے اتفاق رکھتے تھے۔ جیسا کہ آیت نساء 70 کے ان معنوں سے ظاہر ہے جو ان کے حوالے سے یوں درج ہوئے ہیں۔

'قَالَ الرَّاغِبُ: مِمَّنْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ الْفِرَقِ الْاَرْبَعِ فِي الْمَنْزِلَةِ وَالثَّوَابِ: اَلنَّبِيَّ بِالنَّبِيِّ، وَالصِّدِّيقَ بِالصِّدِّيقِ، وَالشَّهِيدَ بِالشَّهِيدِ، وَالصَّالِحَ بِالصَّالِحِ'۔

(البحر المحیط فی التفسیر جزء3 صفحہ 699)

ترجمہ: امام راغبؒ نے کہا ہے کہ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ کو چار گروہوں میں شامل کرے گا۔ مرتبہ اور ثواب کے لحاظ سے۔ نبی کو نبی کے ساتھ اور صدیق کو صدیق کے ساتھ اور شہید کو شہید کے ساتھ اور صالح کو صالح کے ساتھ۔

(بحوالہ الحق المبین از حضرت قاضی محمد نذیر صاحب صفحہ 42)

اس رائے کے پیش نظر جو معنی امام راغبؒ نے مفردات میں آیت خاتم النبیین کے ذیل میں لکھے ہیں اس میں نبوت کے ختم ہونے سے یہی مراد ہو سکتی ہے کہ آپ ﷺ نے نبوت کو انتہائی کمال پر پہنچا دیا ہے یا یہ کہ شریعت والی نبوت ختم ہو گئی ہے۔

قرآن کریم میں لفظ خَتَمَ مہر کے معنوں میں: قرآن کریم میں لفظ خَتَمَ مختلف شکلوں میں درج ذیل آٹھ بار استعمال ہوا ہے اور ہر جگہ اپنے مہر کے حقیقی معنوں میں:

1۔ بقرہ 2:7 خَتَمَ اللّٰهُ اللہ نے مہر لگا دی (فعل)

2۔ انعام 6:47 خَتَمَ (اگر اللہ) مہر کر دے (فعل)

3۔ جاثیہ 25:24 خَتَمَ (اگر اللہ) مہر کر دے (فعل)

4۔ یٰس 36:66 نَخْتِمُ ہم مہر لگا دیں گے (فعل)

5۔ شوریٰ 42:25 یَخْتِمْ ہم مہر لگا دیں گے (فعل)

6۔ مطففین (83:26) مَخْتُومٍ سر بمہر (اسم)

نور الدین

مکرم عبد الخالق صاحب از مظفر نگر

میرے دردِ دل کی دوا نور دیں ہے	مرا مقتداء پیشوا نور دیں ہے
سریر خلافت کا لعل درخشاں	میرا نور دیں ہے مرا نور دیں ہے
ہوا تجھ سے اسلام روشن جہاں میں	تجھے مرحبا مرحبا نوردیں ہے
تو نور خدا ہے تو ہے نور احمد	تو نور علی نور کیا نور دیں ہے
مجھے بھی تو کر نور دیں سے منور	یہی آپ سے التجا نور دیں ہے
کریں سجدہ شکر دیں دار بھائی	کہ فضل خدا سے ملا نور دیں ہے
میں سو جاں سے تجھ پر تصدق نہ کیوں ہوں	ترے ہاتھ میری شفا نور دیں ہے
خدا کا پیارا محمد شیدا	ابوبکر صدیق سا نور دیں ہے
تو چل سر کے بل قادیاں عبد خالق	وہاں تیرا رونق فزا نور دیں ہے

7۔ مطفّفین (83:27) خِتٰمُه اُس کی مہر (اسم)

اور 8۔ آیت خاتَم النّبیین (احزاب 33:40) میں اس لفظ کا استعمال ایسی آٹھویں مثال ہے اور یہاں بھی یہ بمعنی مہر ہی ہے یعنی نبیوں کی مہر (اسم)

اعتراض: ایک مخالف کتاب میں 'خاتم النّبیین کی قرآنی تفسیر' کے عنوان کے تحت مندرجہ بالا سات آیات درج کی گئی ہیں اور ہر ایک میں ختم کے معنی مہر کئے ہیں۔ پھر لکھا ہے 'آیت خاتم النّبیین کی قرآنی تفسیر کے اعتبار سے ترجمہ کریں تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ حق تعالیٰ نے انبیاء کے سلسلہ پر مہر لگا دی۔

(قادیانی شبہات کے جوابات از مولوی اللہ وسایا، صفحہ 24 مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان، جنوری 2020ء)

جواب: اس ترجمہ کا غلط ہونا صاف ظاہر ہے۔ خاتم النّبیین میں لفظ خاتم فعل نہیں بلکہ مضاف ہے جس کا مضاف الیہ سلسلہ النّبیین ہے۔ جب یہ مان لیا کہ قرآن کریم میں ساتوں مقامات پر خَتَمَ کے معنی مہر ہیں تو اس آٹھویں مقام پر خاتم النّبیین کے معنی سوائے نبیوں کی مہر کے کچھ اور کیسے ہو سکتے ہیں۔

مجازی معنی: مفردات ہی میں حضرت امام راغبؒ نے اس لفظ خاتَم کے درج ذیل معنوں کو مجازی لکھا ہے:

'وَیَتَجَوَّزُبِذَالِكَ تَارَةً فِي الْاِسْتِیْثَاقِ مِنَ الشَّیْءِ وَالْمَنْع اِعْتِبَارا بِمَا یَحْصِلُ مِنَ الْمَنْعِ مِنْهُ بِالْخَتَمِ عَلَی الْکِتٰبِ وَالْاَبْوَابِ نَحْوَ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ تَارَةً فِيْ تَحْصِیْلِ اَثْرٍ عَنِ الشَّیْءِ اِعْتِبَارًا بِالنَّقْشِ الْحَاصِلِ وَ تَارَةًیعتبر مِنْهُ بُلُوْغ الْاٰ خِر وَ مِنْهُ قِیْلَ خَتَمْتُ الْقُرْاٰنَ اَیْاِنْتَهَیْتُ اِلٰی آخِرَةٍ'۔

اس سے مجازاً کبھی شے کا مضبوطی سے بند کرتا اور روک دینا مراد ہوتا ہے ۔کتابوں اور بابوں پر مہر لگانے سے قیاس کرتے ہوئے، جیسے اللہ نے ان کے کانوں اور دلوں پر مہر لگائی اور کبھی اس سے مجازاً کسی سے اثر حاصل کرانا ہوتے ہیں نقش حاصل پر قیاس کرتے ہوئے ا، ورکبھی اس سے مجازاً آخر کو پہنچنا مراد ہوتا ہے جیسے میں نے قرآن مجید ختم کر لیا یعنی اس کے آخر کو پہنچ گیا۔

(مفردات از امام راغبؒ زیر لفظ ختم بحوالہ کتاب ختم نبوت اور تحریک احمدیت پر تبصرہ از ابو قیصر آدم خان ربوہ صفحہ نمبر 179)

یہی رائے علامہ بیضاویؒ کی ہے ۔ چنانچہ آیت خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ کی تفسیر میں یہ نوٹ درج ہے:

'فَالطَّلَاق الْخَتم عَلَی الْبُلُوْغ والْاِسْتِیْثَاق مَعْنٰی مَجَازِی'

یعنی لفظ خَتم کا آخری اور بندش کے معنوں میں استعمال مجازی معنی ہیں۔

(حاشیہ تفسیر بیضاوی بحوالہ مولوی مودودی صاحب کے رسالہ ختم نبوت پر علمی تبصرہ از حضرت قاضی محمد نذیر صاحب صفحہ نمبر 40-41 مطبوعہ رقیم پریس یو کے)

حقیقی معنوں کے مطابق مقام خاتَم النبیین کے معنی:

ختم مصدر کے ایک معنی تاثیر الشیٔ ہیں دوسرے معنی اس تاثیر کا اثر حاصل ہیں ۔ان معنوں کے مطابق آپ ﷺ نبیوں کے ظہور کے لئے موثر ذریعہ یا موثر نبی ٹھہرتے ہیں ۔ یہ معنی سیاق آیت کے عین مطابق ہیں۔ آیت کے پہلے حصہ میں ابوّت جسمانی کی نفی کی گئی ہے اور اس کے بالمقابل اوّل آپ ﷺ کو رسول اللہ کہہ کر امت کا روحانی باپ فرمایا گیا اور پھر خاتم النبیین کہہ کر انبیاء کا باپ قرار دیا گیا ہے۔ اور یوں آنحضرت ﷺ ابو الانبیاء اور تمام انبیاء آنحضرت ﷺ کی خاتَم کا اثر حاصل قرار پاتے ہیں۔ ابّ (باپ) کے معنی از روئے لغت بھی یہی ہیں۔ جیسا کہ لکھا ہے:

وَیُسَمّٰی کُلُّ مَنْ کَانَ سَبَباً فِيْ اِیْجَادِشَیْ ءٍ اَوْ اِصْلَاحِهٖ اَوْ ظُهُوْرِهٖ اَبًا

ترجمہ: اور ہر وہ شخص باپ کہا جاتا ہے جس کو اس کی ایجاد یا اصلاح یا ظہور میں دخل ہو۔

(مفردات القرآن از حضرت امام راغب اصفہانیؒ بحوالہ ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 65 ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ستمبر 2012ء)

پس آیت خاتَم النبین میں لفظ خاتَم کے حقیقی معنی اختیار کرنے سے آں حضرت ﷺ کے اس مقام کے معنی نبیوں کی مہر یعنی نبیوں کے لئے ذریعہ تاثیر ہو کر آپ ﷺ کا مقام سب انبیاء سے بلند ثابت ہوتا ہے۔ اور تمام انبیاء کے لئے آپ کی مہر تصدیق لازمی ٹھہرتی ہے۔ اور بعد میں کسی آنے والے نبی کے لئے آپ ﷺ کی مہر تصدیق کے لازم ہونے سے اس کا آپ ﷺ کا امتی ہونا ضروری قرار پاتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اس مضمون کو خلاصتاً یوں بیان فرمایا ہے:

'لٰکِن کا لفظ زبان عرب میں استدراک کے لئے آتا ہے یعنی تدارک مافات کے لئے سو اس آیت کے پہلے حصہ میں جو امر فوت شدہ قرار دیا گیا تھا۔ یعنی جس کی آنحضرت ﷺ کی ذات سے نفی کی گئی تھی۔ وہ جسمانی طور سے کسی مرد کا باپ ہونا تھا۔ سو لٰکن کے لفظ سے ایسے فوت شدہ امر کا اس طرح تدارک کیا گیا کہ آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا گیا جس کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد براہ راست فیوض نبوت منقطع ہو گئے اور اب کمال نبوت صرف اسی شخص کو ملے گا جو اپنے اعمال پر اتباع نبوی کی مہر رکھتا ہو گا۔''

(ریویو بر مباحثہ بٹالوی وچکڑالوی روحانی خزائن جلد نمبر 19 صفحہ نمبر 214)

یہ معنی انتہائی مدح میں ہونے کے سبب مثبت ہیں جیسا کہ پہلے منفی جملہ کے بعد ہونا چاہئے تھا۔

مہر تصدیق ہونے کا مضمون: آں حضرت ﷺ کے مہر تصدیق ہونے کا مضمون قرآن کریم کی ایک اور آیت میں یوں بیان ہوا ہے: وَ صَدَّقَ الْمُرْسَلِیْنَ (صافات 38:37)

ترجمہ: اور سب رسولوں کی تصدیق کرتا تھا۔

نیز یہ معنی قرآن کریم کی ان سب آیات کے مطابق ہیں جن میں سلسلہ انبیاء کو جاری رکھا گیا ہے۔ اب چونکہ لفظ خاتم کے حقیقی معنی یہاں بالکل درست اور پوری شان سے چسپاں ہو جاتے ہیں اس لئے کسی مجازی معنوں کا استعمال درست نہ ہوگا۔ خاتم کی اس بحث سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس لفظ کے حقیقی معنوں کی رو سے آنحضرت ﷺ نبیوں کی مہرِ تصدیق ہیں اور جہاں تمام گزشتہ انبیاء کی نبوت آپ کی مہر تصدیق کی رہین ہے وہیں آئندہ کے لئے بھی آپ ﷺ کا وجود روحانی نبی تراش ہے۔

مہر کے معنی اختیار کرنے کی مثالیں:

خاتَم کے حقیقی معنی مہر ہیں۔ یہ اسم ہے۔ قرآن کریم میں اسے مضاف کے طور پر استعمال کیا گیا جس کا مضاف الیہ النبیین ہے اور یوں مل کر خاتم النبیین کے معنی نبیوں کی مہر ہوتے ہیں۔ اور اس سے مراد آپ ﷺ کا سب انبیاء کے لئے مہرِ تصدیق ہونا ہے۔

حضرت علیؓ کی مثال: کبار صحابہؓ خاتَم کے معنی مہر کرتے تھے۔ اس کی ایک مثال حضرت علیؓ کا یہ قول ہے کہ:

بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ

(ترمذی فی الشمائل)

ترجمہ: آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے اور آپ نبیوں پر مہر ہیں۔

اور یوں انہوں نے آپ ﷺ کندھوں کے درمیان کی مہر کو آپ کے نبیوں کے لئے روحانی مہر ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ دلچسپ بات ہے کہ مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنی کتاب میں یہ روایت درج کر کے اس کے پہلے لفظ خاتم کا ترجمہ تو مہر ہی کیا ہے لیکن دوسرے خاتم کا حسب منشاء ختم کرنے والے۔ (ختم نبوت از مفتی محمد شفیع صاحب صفحہ نمبر 383)

؎ جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

علماء کی مثالیں: صحابہ کرامؓ کی اتباع میں کئی گزشتہ علماء نے بھی خاتَم کے یہی معنے کئے ہیں۔ جیسا کہ درج ذیل تحریروں سے ظاہر ہے۔

1۔ تحریر بانی دیوبند حضرت محمد قاسم نانوتویؒ (متوفی 1880ء):

اوروں کی نبوت تو آپ کی نبوت کا فیض ہے پر آپ ﷺ کی نبوت کسی اور نبی کی نبوت کا فیض نہیں۔ اس طرح آپ پر سلسلہ نبوت مختتم ہو جاتا ہے۔ غرض جیسے آپ نبی اللہ ہیں ویسے ہی نبی الانبیاء بھی۔

(تحذیر الناس صفحہ نمبر 4,3 مع تکملہ مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی دارالاشاعت اُردو بازار کراچی)

2۔ تحریر مولوی شبیر احمد عثمانی صاحب (متوفی 1949ء)

جس طرح روشنی کے تمام مراتب آفتاب پر ختم ہو جاتے ہیں اسی طرح نبوت و رسالت کے تمام مراتب و کمالات کا سلسلہ روح محمدی پر ختم ہو جاتا ہے۔ بدیں لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ آپ مرتبی اور زمانی لحاظ سے خاتم النبین ہیں اور جس کو نبوت ملی ہے آپ کی مہر لگ کر ملی ہے۔

(تفسیر عثمانی مشتمل بر ترجمہ از شیخ الہند مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندی اور تفسیر از مولوی شبیر احمد عثمانی صاحب صفحہ نمبر 505 شائع کردہ ادارۂ اسلامیات)

اسی طرح قرآنِ کریم کے بہت سے مترجمین نے بھی خاتم النبیین کے معنی نبیوں کی مہر کئے ہیں جیسے:

علامہ شہاب الدین محمود آلوسیؒ (متوفی 1854)

(تفسیر روح المعانی۔ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور)

حضرت شاہ رفیع الدین صاحب (متوفی 1233ھ) ابتدائی نسخوں میں ترجمہ 'نبیوں کی مہر' لکھا ہے لیکن بعد کی اشاعتوں میں اسے بدل دیا گیا ہے۔

مولوی عبدالحق صاحب حقانی دہلوی۔

(تفسیر حقانی جلد نمبر 6 صفحہ نمبر 92 ایڈیشن نہم)

مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندی

(متوفی 1920ء) (ترجمۃ القرآن صفحہ نمبر 725 ادارہ اسلامیات۔ انارکلی لاہور)

کھلا چیلنج:

ایک مولوی صاحب نے مرزائیوں کو کھلا چیلنج کا عنوان لگا کر لکھا ہے۔

اپنی ایجاد کردہ تفسیر کا کوئی شاہد پیش کرو۔ اس کی کوئی نظیر پیش کرو اور اگر ساری جماعت کسی ایک قول میں یہ دکھلا دے کہ خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ آپ ﷺ کی مہر سے انبیاء بنتے ہیں تو وہ نقد انعام وصول کر سکتے ہیں۔"

(قادیانی شبہات کے جوابات از مولوی اللہ وسایا، صفحہ 31، مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان، جنوری 2020ء)

جواب: ختم کے معنی مہر کے مندرجہ بالا اتنے حوالوں کے ہوتے ہوئے اس چیلنج کا محض ہوائی ہونا خوب ظاہر ہے۔

اس کتاب میں قادیانی ترجمہ کے وجوہِ ابطال کے زیر عنوان لکھے گئے اعتراضات اوران کے جواب درج ذیل ہیں۔

اعتراض 1: یہ معنی محاورات عرب کے بالکل خلاف ہیں ورنہ لازم آئے گا کہ خاتم القوم اور آخر القوم کے بھی یہی معنی ہوں (گے) کہ اس کی مہر سے قوم بنتی ہے اور خاتم المہاجرین کے یہ معنی ہوں گے کہ اس کی مہر سے مہاجرین بنتے ہیں،

(قادیانی شبہات کے جوابات از مولوی اللہ وسایا، صفحہ 32، مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان، جنوری 2020ء)

جواب: خاتم النبیین کے ممکنہ درست معنی چار ہیں۔

i۔بصراحت مفردات لغت کے حقیقی معنی کی رو سے آیت خاتم النبیین کے سیاق کو ملحوظ رکھ کر اس کے معنی ہیں 'نبیوں کی مہر'۔اور اس سے مراد آپ ﷺ کا سب انبیاء کے لئے مہر تصدیق ہونا ہے۔

ii۔لغت کے مجازی معنی آخِر قوم کو بصورت مدح اختیار کرنے کی صورت میں خاتم النبیین کے معنی ہیں۔''آخری تشریعی نبی۔''

iii۔اس مجازی معنی آخِر قوم کے محاورۃً استعمال کی صورت میں خاتم النبیین کے معنی ہیں ''درجۂ کمال میں آخر۔''

iv۔مرکب اضافی الفاظ خاتم النبیین کو، جس میں لفظ خاتم مضاف ہے اور النبیین مضاف الیہ، مقام مدح میں اختیار کرنے کی صورت میں محاورۃً اس کے معنی ہوں گے ''افضل النبیین۔''

عربی محاورہ اور بزرگان امت کی بیسیوں مثالوں سے یہ سب معنی مستند ہیں۔اور انہیں غلط کہنا محض زبردستی ہے۔آپ ﷺ کے مصدق ہونے کا خود قرآن کریم میں علیحدہ بھی ذکر ہے۔

مولوی صاحب کی مثال میں خاتم القوم کی مثال میں خاتم کے معنی ان الفاظ کے استعمال کا سیاق متعین کرے گا اور حسبِ حال معنی اختیار کئے جائیں گے۔خاتم المہاجرین کے معنی اوپر دئے گئے معنوں میں چوتھے یعنی افضل المہاجرین ہوں گے۔

اعتراض 2: خود مرزا غلام احمد قادیانی نے خاتم النبیین کے معنی کیا ہے۔اور ختم کرنے والا ہے نبیوں کا (ازالہ اوہام خزائن جلد 3 صفحہ 431)

(قادیانی شبہات کے جوابات از مولوی اللہ وسایا، صفحہ 32، مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان، جنوری 2020ء)

جواب: حضرت مسیح موعودؑ کے اس ارشاد میں ختم سے درجۂ کمال میں آخر ہونا ہی مراد ہے۔جیسا کہ اسی کتاب ازالہ اوہام میں آپ نے تحریر فرمایا ہے:

حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفی ﷺ خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدائے تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 169۔170)

نیز اور کتب میں بھی اسے دہرایا ہے جیسے درج ذیل دو تحریریں:

آپ نبیوں کے لئے مہر ٹھہرائے گئے ہیں۔یعنی آئندہ کوئی نبوت کا کمال بجز آپ کی پیروی کی مہر کے کسی کو حاصل نہیں ہوگا۔

(چشمۂ مسیحی۔روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 388)

اللہ جلشانہ نے آنحضرت ﷺ کو صاحبِ خاتم بنایا۔یعنی آپ کو افاضۂ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔یعنی آپ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 100 حاشیہ)

اعتراض 3: حضرت مسیح موعودؑ کی تحریر 'میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا اور میں ان کے لئے خاتم الاولاد تھا (تریاق القلوب صفحہ 479) نقل کر کے بلا سمجھے گندہ دہنی کی ہے۔

(قادیانی شبہات کے جوابات از مولوی اللہ وسایا صفحہ 32 مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان، جنوری 2020)

جواب: آپ کی تحریر کے اس مرکب اضافی کے معنی اسی کتاب میں دو صفحے بعد اس ترجمہ سے واضح ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت ابن عربیؒ کی فصوص الحکم سے منقول ایک عبارت کے کئے ہیں۔ابن عربیؒ نے اپنی عربی تحریر میں خاتم الاولاد کا مرکب اضافی استعمال کیا ہے۔حضرت مسیح موعودؑ نے اس کا ترجمہ لکھا ہے۔

وہ خاتم الاولاد ہوگا یعنی اس کی وفات کے بعد کوئی کامل بچہ پیدا نہیں ہوگا ۔(تریاق القلوب روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 482)

اس سے ظاہر ہے کہ خاتم الاولاد کے عربی محاورہ کا ترجمہ ’’کامل بچہ‘‘ ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ اپنے والدین کے کامل بچے تھے کیونکہ باقی سب کی نسل منقطع ہوگئی اور صرف آپ سے آپ کے والدین کی نسل چلی۔

پس خاتم النبیین کے معنی بھی یہی ہوئے کہ آپ کامل نبی ہیں اور آپ کے آنے کے بعد گذشتہ تمام انبیاء کا سلسلہ روحانی افادہ منقطع ہوگیا ہے اور اب یہ فیض صرف آپ ﷺ سے جاری رہے گا۔

شبہ 4: حضور ﷺ کی مہر سے صرف (مسیح موعودؑ یعنی ایک) ہی نبی بنا تو گویا آپ خاتم النبی ہوئے خاتم النبیین نہ ہوئے۔

(قادیانی شبہات کے جوابات از مولوی اللہ وسایا، صفحہ 33، مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان، جنوری 2020ء)

جواب: آپ ﷺ کا نبیوں کی مہر ہونے کا مطلب مہرِ تصدیق ہے ۔گذشتہ تمام انبیاء بھی آپ ﷺ کی مہرِ تصدیق سے ہی نبی مانے گئے ورنہ ان کی طرف منسوب بائبل کے بیان کردہ حالات سے تو یہ معاملہ مشتبہ ہی رہتا۔ اسی لئے قرآن کریم نے آپ ﷺ کو مصدّق فرمایا۔ اس طرح آئندہ بھی تمام فیضِ روحانی آپ ﷺ کی بدولت ہے۔ اس میں امت میں ہونے والے وہ بزرگ علماء جن کو انبیاء بنی اسرائیل جیسا فرمایا گیا اور مسیح موعود جنہیں امتی نبی بنایا گیا سب شامل ہیں۔ اس لئے آپ بجا طور پر خاتم النبیین ہیں۔

اعتراض 5: خاتم النبیین کے معنی اگر نبیوں کی مہر لیا جائے اور حضور ﷺ کی مہر سے نبی بننے مراد لئے جائیں تو آپ آئندہ کے لئے خاتم ہوئے ۔سیدنا آدمؑ سے لے کر سیدنا عیسیٰؑ تک کے لئے آپ ﷺ خاتم النبیین نہ ہوئے۔

(قادیانی شبہات کے جوابات از مولوی اللہ وسایا، صفحہ 33، مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان، جنوری 2020ء)

جواب: نبیوں کی مہر سے مراد آپ ﷺ کا نبیوں کے لئے مہرِ تصدیق ہونا ہے۔ آپ کی یہ تصدیق گذشتہ تمام انبیاء کے لئے بھی ہے کہ ان کی نبوت آپ ﷺ پر نازل ہونے والے قرآن سے ہی ثابت ہوئی اور قرآن کے اس حکم کے تابع کہ سب انبیاء پر ایمان لایا جائے۔ ان پر ایمان لایا گیا۔ اسی طرح آئندہ بھی امت میں نبوت کا انعام پانا آپ ﷺ کی اطاعت سے ہی ممکن ہے۔ یعنی آپ کی مہرِ تصدیق سے۔ آپ ﷺ کو چھوڑ کر اور آپ ﷺ کا مخالف کوئی اس مرتبہ کو نہیں پا سکتا۔

اعتراض 6: حضرت مسیح موعودؑ کی اس تحریر خدا تعالیٰ نے مجھے اس تیسرے درجہ میں داخل کر کے وہ نعمت بخشی ہے کہ جو میری کوشش سے نہیں بلکہ شکمِ مادر میں ہی مجھے عطا کی گئی ہے (حقیقۃ الوحی خزائن جلد 22 صفحہ 70) کے حوالے سے لکھا (حضرت مسیح موعودؑ) نے کہہ دیا کہ جناب اتباع سے نہیں بلکہ شکم مادر میں مجھے یہ نعمت ملی تو گویا خاتم النبیین کی مہر سے آج تک کوئی نبی نہیں بنا تو خاتم النبیین کا معنی نبیوں کی مہر کرنے کا کیا فائدہ ہوا۔‘‘

(قادیانی شبہات کے جوابات از مولوی اللہ وسایا، صفحہ 33، مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان، جنوری 2020ء)

جواب: حضرت مسیح موعودؑ کی تحریر انعامات روحانی کے موہبت کا مضمون ہے۔ اس کی مزید وضاحت اس تحریر کے سیاق میں یوں ہے۔

بعض اشخاص ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے مدارج میں کسب اور سلوک اور مجاہدہ کو کچھ دخل نہیں بلکہ ان کی شکم مادر میں ہی ایک ایسی بناوٹ ہوتی ہے کہ فطرتاً بغیر ذریعہ کسب اور سعی اور مجاہدہ کے وہ خدا سے محبت کرتے ہیں اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفی ﷺ کے ساتھ ایسا ان کو روحانی تعلق ہو جاتا ہے جس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔ (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 68)

پس یہ محبت الٰہی اور عشق رسول کی ہی نعمت ہے جو شکم مادر میں آپ کو عطا ہوئی۔ اس کے نتیجہ میں اپنے سارے روحانی انعامات کو آپ نے آنحضرت ﷺ کی قوتِ قدسیہ کا فیض قرار دیا۔ اور اسی کتاب میں فرمایا:

میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سید و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ کے راہوں کی پیروی نہ کرتا سو میں نے جو کچھ پایا اس پیروی سے پایا۔ (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 64)

مقام خاتم النبیین کا فیض پہلوں پر بھی اسی طرح ہے کہ آپ سب انبیاء کے مصدّق ہیں۔ دیکھنے والی آنکھ ہو تو پھر یہ سوال نہیں پیدا ہوتا کہ کیا فائدہ ہوا؟

لفظ خَتم کے مہر کے علاوہ معنی:

خلافِ حقیقت موقف کو اپنا کر اس کی تائید میں بعض دفعہ لفظ خَتَم کے استعمال کی ایسی مثالیں دی جاتی ہیں جن میں آخری یا ختم ہونے کے معنی نکلتے ہیں۔ جیسے مولوی مودودی صاحب نے اپنے رسالہ ختم نبوت کے صفحہ نمبر 10 پر 8 مثالیں دی ہیں۔ ان میں سے تین کے معنی تو انہوں نے خود مہر کئے ہیں۔ جبکہ باقی میں سیاق مضمون کے لحاظ سے چونکہ لفظ خَتَم کے حقیقی معنی لینے ممکن نہیں اس لئے وہاں اس لفظ کے مجازی معنی آخر تک پہنچانے یا بند کرنے کے لئے گئے ہیں۔

ان مجازی معنوں سے کسی کو انکار نہیں۔ اور اصول یہی ہے کہ اگر سیاق کے تحت حقیقی معنی لینے ممکن نہ ہوں تو مجازی معنی لئے جا سکتے ہیں۔ لیکن ایسے مجازی استعمال کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ آئندہ وہ لفظ ہمیشہ مجازی معنوں میں استعمال ہوگا۔ یا یہ کہ اس کے حقیقی معنی بدل گئے ہیں۔ یہ اصول مودودی صاحب کو بھی تسلیم ہے جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے:

کسی زبان میں بھی یہ قاعدہ نہیں کہ اگر کسی لفظ کو اس کے حقیقی معنوں کے بجائے کبھی کبھی مجازاً کسی دوسرے معنوں میں بولا جاتا ہو تو وہی اس کے معنی بن جائیں اور لغت کی رو سے جو اس کے حقیقی معنی ہیں اس کا استعمال ممنوع ہو جائے۔ (ختم نبوت از مولوی سید ابوالاعلیٰ مودودی صفحہ نمبر 11 حاشیہ)

خَتم کے حقیقی لغوی معنی مہر ہیں جیسا کہ مفردات کے حوالے سے بیان ہو چکا ہے۔ اور آیت خاتَم النبیین میں اس کے یہی حقیقی معنے سچے اور درست ہیں۔

خاتَم کے مہرِ تصدیق کے معنوں پر تین اعتراض اور جواب:

مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنی کتاب ختم نبوت میں خاتَم کے معنی مہر کرنے پر تین اعتراض لکھے ہیں۔ یہ اعتراض اور ان کے جواب خلاصۃً یوں ہیں:

پہلا اعتراض: اس کا مطلب ہے کہ نبی بنانا رسول اللہ ﷺ کے اختیار میں ہے کہ جس پر چاہیں نبوت کی مہر لگا دیں۔ (صفحہ 144)

جواب: آنحضرت ﷺ کی مہر تصدیق سے نبی بننے سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ بطور خاتَمِ روحانی ہونے کے انبیاء کے ظہور میں واسطہ ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے انتخاب سے جس فرد کو نبی بنانے کے لئے منتخب کرے گا اس میں دیگر صفاتِ مطلوبہ کے ساتھ یہ صفت ضرور ہوگی کہ وہ آپ ﷺ کی پیروی کرنے والا اور آپ ﷺ سے محبت کرنے والا ہوگا۔ نہ یہ کہ آپ ﷺ خود ہی جس پر چاہیں نبوت کی مہر لگا دیں۔

دوسرا اعتراض: اس سے نبوت اکتسابی بن جاتی ہے کہ جو کوئی آنحضرت ﷺ کی مکمل پیروی کرے وہ نبی بن جائے۔ (صفحہ 144۔145)

جواب: نبوت خدا تعالیٰ کا فضل ہے اور اس کے لئے انتخاب ضرورت کے مطابق ہوتا ہے۔ یہ اصول قرآن میں بیان شدہ ہیں۔ اس انتخاب کے لئے آں حضرت ﷺ کی شریعت کی پیروی اب شرط ہے جو آپ ﷺ کے مقامِ خاتم النبین کا تقاضا ہے۔ سو یہ بات نہیں کہ نبوت اکتسابی ہوگئی ہے اور جو پیروی کرے گا وہ آپ ﷺ کی مہر سے نبی ہو جائے گا۔ نبی بوقتِ ضرورت وہی بنے گا جسے اللہ چاہے گا۔

تیسرا اعتراض: آنحضرت ﷺ کی روحانی توجہ اپنے ایک لاکھ سے زائد جاں نثار صحابہؓ میں سے کسی کو نبی نہ بنا سکی اور نہ ان لوگوں میں سے کوئی نبی بن سکا جن کو آپ ﷺ نے خیر القرون فرمایا۔ (صفحہ 145)

جواب: کسی کا مقام نبوت پانا ضرورت کے تحت اللہ تعالیٰ کے انتخاب سے ہے۔ اس لئے باوجود یکہ صحابہ کرامؓ اپنے روحانی مدارج میں کمالاتِ انبیاء کے جامع تھے اور ان میں سے چند کے بارے میں خود مفتی صاحب کی کتاب میں مذکور (صفحہ نمبر 284) ایک حدیث کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ باعتبار کمالات انبیاء ہونے کے قریب ہیں۔ تاہم آنحضرت ﷺ کے ظہور کے فوراً بعد یا اگلی صدی میں کسی نبی کی ضرورت نہ تھی اس لئے ان میں سے کسی کو نبی کا نام نہیں دیا گیا۔ اور یوں یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔

پہلے سے طے شدہ تقدیر کے مطابق یہ چودھویں صدی کا زمانہ ہی تھا جس میں نبوت کی ضرورت ہونی تھی اور جس میں مسیح موعود اور امام مہدی کے ظہور کی پیشگوئیاں موجود تھیں اور یہی وقت آں حضرت ﷺ کی اس صفت کے جلوہ کا تھا۔ جسے حضرت مسیح موعود نے اپنے خدا داد کمالِ عرفان سے روحانی نبی تراش لکھا ہے۔

(باستفادہ الحق المبین از حضرت قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری صفحات 159۔163)

مہر لگانے سے مراد؟

فیروز اللغات اردو جدید میں مہر کرنا (لگانا) کے تحت تین معنی درج ہیں:

(1) کاغذ پر چھاپ لگانا (2) بند کرنا (3) تصدیق کرنا۔

(صفحہ نمبر 666 نیا ایڈیشن مطبوعہ فیروز سنز)

اس سے ظاہر ہے کہ مہر کرنا یا مہر لگانے کے معنی صرف بند کرنا قرار دینا درست نہیں اور سیاق کے مطابق جہاں اس کے یہ معنی ہو سکتے ہیں وہیں تصدیق کرنا بھی ہو سکتے ہیں۔ یہ حصۂ آیت کیونکہ لٰکِن کے بعد ہے اس لئے اس میں لفظ خاتم کے معنی مثبت ہونا چاہیے۔ نبیوں کی مہرِ تصدیق کے معنی آپ ﷺ کی روحانیابوّت کو نبیوں پر پھیلا کر آپ ﷺ کے اس مقامِ خاتم النبیین کو چار چاند لگا دیتے ہیں۔ اس لئے یہی اس کے بہترین معنی ہیں۔

مہر لگانے کے منفی معنی: بعض دفعہ مہر کے معنی تو اختیار کر لئے جاتے ہیں لیکن اس سے مراد کو منفی رنگ دے کر مضمون کو الٹ دیا جاتا ہے۔ جملہ کے معنی منفی ہو جاتے ہیں اور بجائے مقامِ مدح ظاہر ہونے کے بیان، زمانی ترتیب کے اظہار کی ایک عام سی بات میں بدل جاتا ہے۔ سیاق کے مطابق ایسے معنی درست نہیں ہو سکتے۔

مولوی مودودی صاحب نے یہی موقف اپنایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

عربی لغت و محاورے کی رو سے خاتم کے معنی ڈاک خانے کی مہر کے نہیں جسے لگا لگا کر خطوط جاری کئے جاتے ہیں، بلکہ اس سے مراد وہ مہر ہے جو لفافے پر اس لئے لگائی جاتی ہے کہ نہ اس کے اندر سے کوئی چیز باہر نکلے نہ باہر کی کوئی چیز اندر جائے۔

(ختم نبوت از مولوی سید ابوالاعلیٰ مودودی صفحہ نمبر 12)

ڈاک خانے کی مہر: خاتَم کے معنی یقیناً ڈاک خانے کی وہ مہر نہیں جسے لگا کر خطوط جاری کئے جاتے ہیں کیونکہ ڈاک خانے کی مہر اس غرض سے ہے بھی نہیں۔ پوسٹ آفس میں مہروں کا استعمال 1840ء میں ڈاک ٹکٹ کے جاری ہونے کے بعد شروع ہوا۔ اور ان کی بنیادی غرض لفافے پر لگے ٹکٹ کو مطلوبہ شرح کے مطابق ہونے کی تصدیق کرنا تھا۔ یعنی یہ مہر بھی مہرِ تصدیق تھی۔ اگر ٹکٹ مطلوبہ شرح کے مطابق نہ ہوتے تو کمی مکتوب الیہ کو دینی ہوتی۔ ہاں ان مہروں کا ایک اور مفاد ان ٹکٹوں کو دوبارہ استعمال کے ناقابل کرنا تھا۔ اس استعمال کو ایسی مہر قرار دینا جسے لگا کر خطوط جاری کئے جاتے ہیں۔ ایک خلاف واقع بات ہے۔

ہاں بعض خطوط پر اس لئے بھی مہر لگائی جاتی ہے کہ مکتوب الیہ سالم مہر سے تصدیق کر سکے کہ وہ خط کسی اور نے نہیں کھولا۔

غالباً یہی وہ استعمال ہے جس کو مودودی صاحب نے خاتَم کے معنی قرار دے کر فرمایا ہے کہ اُس سے مراد وہ مہر ہے جو لفافے پر اس لئے لگائی جاتی ہے کہ نہ اس کے اندر سے کوئی چیز باہر نکلے نہ باہر کی کوئی چیز اندر جائے۔ لیکن ظاہر ہے کہ مہر کا ایسا استعمال بھی بنیادی طور پر تصدیق ہی ہے۔ اور اس مطلوب کو نہیں پہنچتا جو مولوی صاحب چاہتے ہیں کہ مہر کا یہی استعمال ہے کہ نہ لفافے میں سے کوئی چیز باہر نکلے اور نہ کوئی اندر جائے۔

مہر کا تصدیق کے لئے استعمال:

مہر ہزار ہا سالوں سے تصدیق کے لئے استعمال ہو رہی ہے۔ جس کی دسیوں مشہورِ عام مثالوں میں سے چند درج ذیل ہیں:

وہ مہر جو آں حضرت ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی کی شکل میں تیار کروائی اور جس پر محمد رسول اللہ کے الفاظ کندہ کرائے گئے (بخاری کتاب العلم و کتاب الجہاد) اور جس کی غرض یہ تھی کہ ان تبلیغی خطوط پر تصدیق کے لئے ثبت کی جائے جو آپ ﷺ مختلف ملکوں کے فرمانرواؤں کو دینِ حق کی دعوت دینے کے لئے بھجوانا چاہتے تھے۔

وہ مہر جو مہرِ سلیمان کے نام سے مشہور تھی اور جس پر اسمِ اعظم کندہ تھا۔

وہ مہریں جو مہر شاہی کہلاتی اور مختلف بادشاہوں کی طرف سے جاری کردہ فرمانوں کی تصدیق کے لئے (To Authenticate) استعمال ہوتی رہیں۔

بابل، مصر، عرب اور وادی سندھ کی پرانی تہذیبوں کے آثار میں ملنے والی مہریں جو اس امر کی تصدیق کیلئے استعمال ہوتی تھیں کہ دستاویزات کسی صاحب اختیار نے جاری کی ہیں۔ خاص طور پر ان دستاویزات کے لئے ان کا لگایا جانا لازم تھا جن کی قانونی حیثیت ہوتی تھی۔

وہ مہریں جو بہت سارے علماء اپنے فتووں پر ثبت کر کے تصدیق کرتے ہیں

کہ یہ فتاویٰ انہی کی طرف سے جاری ہوئے ہیں۔

چرچ میں تصدیق کے لئے استعمال ہونے والی مہریں جن کی اس اہمیت کے پیشِ نظر، ایک پوپ کی وفات کے بعد نئے پوپ کے پہلے کاموں میں سے ایک گزشتہ پوپ کی مہر کو ضائع کرنا ہوتا ہے۔

کمپنیوں میں قانونی طور پرضروری ایک مہرِ عام(Common Seal)جو تمام اہم دستاویزات پر تصدیق کے لئے استعمال ہوتی ہے۔

غرض یہ کہ مہر کا بطور تصدیق استعمال ہونا اس کی ایک عام غرض ہے۔

خاتَم النبیین کے معنی آخر النبیین لینا کیوں درست نہیں؟

لفظ خاتَم کے چھ معنوں میں سے اس کے مذکورہ بالا حقیقی معنوں یعنی ”نبیوں کی مہر“ کو چھوڑتے ہوئے بعض تراجم میں اس کے تیسرے معنی آخرِ قوم کو ترجیح دے کر خاتَم النبیین کے معنی ”آخر النبیین“ کئے جاتے ہیں۔اس مجازی معنی کو اختیار کر کے اس آیت کا ترجمہ یہ بنتا ہے: محمدتم مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور آخر النبیین یعنی نبیوں میں سے آخری ہیں۔

یہ معنی درج ذیل سات وجوہات کے سبب درست نہیں ہیں:

وجہ اول۔قرآن سے متصادم: یہ ترجمہ کہ آپ ﷺ نبیوں میں سے آخری ہیں قرآن کی ان تمام آیات سے متصادم ہے جو گزشتہ باب میں ذکر ہوئیں اور جن میں سلسلہ انبیاء کا جاری رہنا بیان کیا گیا ہے، انعام نبوت پانے کی دعائیں سکھائی گئیں ہیں اور امت میں آنے والے نبی کی خبریں دی گئی ہیں۔

وجہ دوم۔مخالفِ حدیث: یہ معنی درج ذیل حدیثِ رسول ﷺ کے مخالف ہے جس کے مطابق آں حضرت ﷺ پیدائش آدم سے بھی پہلے مقامِ خاتَم النبیین سے سرفراز ہو چکے تھے یعنی سب انبیاء آپ کے بعد ہی آئے۔

اِنِّیْ عِنْدَاللّٰہِ لَخَاتَمُ النَّبِیّٖنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَۃٖ

(مسند احمد بن حنبل، مسند الشامیین)

ترجمہ: یقیناً میں اللہ کے نزدیک خاتَم النبیین تھا جب کہ آدم ابھی اپنی مٹی میں تخلیق کے مراحل میں تھا۔

وجہ سوم: حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ارشاد کے مخالف: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ جو نصف دین سکھانے والی تھیں انہوں نے یہ معنی لینے سے یہ کہہ کر منع فرمایا ہے کہ

قُوْلُوْا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ

(درِ منثور از حضرت امام سیوطیؒ زیر آیت خاتم النبیین جلد نمبر 5 صفحہ نمبر 386 دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

ترجمہ: لوگو یہ کہو کہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

وجہ چہارم۔مجازی معنی: یہ لفظ خاتم کے مجازی معنی ہیں۔اور مجازی معنی صرف اسی صورت میں اختیار کئے جا سکتے ہیں جب حقیقی معنی نہ کئے جا سکتے ہوں۔جبکہ ہم دیکھ چکے ہیں کہ حقیقی معنی نہ صرف اختیار کئے جا سکتے ہیں بلکہ انتہائی برمحل اور مقامِ خاتَم النبیین کی بہترین وضاحت کرنے والے ہیں۔اس لئے مجازی معنوں کے استعمال کا کوئی جواز نہیں۔

وجہ پنجم۔منفی معنی: آپ ﷺ کے بعد نبی کا نہ ہونا منفی معنی ہیں جبکہ پہلا حصہ مضمون بھی منفی ہے اور قواعد کے مطابق دوسرا حصہ مثبت ہونا چاہئے۔

اس بات کی ایک مثال سے وضاحت کے لئے درج ذیل دو جملے ملاحظہ ہوں:

بہادر شاہ ظفر ایک کمزور حکمران تھا لیکن بادشاہ تھا اور بابر وا کبر کا جانشین۔

بہادر شاہ ظفر ایک کمزور حکمران تھا لیکن بادشاہ تھا اور مغل بادشاہت کو ختم کرنے والا۔

پہلے جملہ میں منفی اظہار کے بعد دوسرے حصہ کی دونوں باتیں مثبت ہیں جبکہ دوسرے جملہ میں ایسا نہیں مغل بادشاہت کو ختم کرنا ایک منفی بات ہے۔یہ جملہ کی ساخت میں درست نہیں بیٹھتا کیونکہ جملہ کے پہلے منفی حصہ کے بعد دونوں باتیں مثبت ہونی چاہئے۔اس لئے قواعد کی رو سے جملہ غلط ٹھہرتا ہے۔

وجہ ششم۔خلافِ مدح: کسی مفید اور کارآمد سلسلہ کو ختم کر دینے میں مدح کا پہلو نہیں۔جیسے مندرجہ بالا مثال میں مغل بادشاہت کو ختم کر دینے سے بہادر شاہ ظفر کی کوئی خوبی ظاہر نہیں ہوتی بلکہ اس کے برعکس تاثر ابھرتا ہے۔اسی طرح

خاتم کا ترجمہ نبیوں میں آخری مقام مدح سے مناسبت نہیں رکھتا۔ پہلے بھی کئی بزرگ اس رائے کا اظہار کر چکے ہیں کہ زمانے کے لحاظ سے آخری ہونا مقام مدح نہیں ہے۔

وجہ ہفتم ۔اسلوبِ قرآنی سے غیر مطابق: اُردو لفظ آخری کے معنوں میں قرآن کریم میں 28 جگہ جو عربی لفظ استعمال ہوا ہے وہ خاتَم نہیں بلکہ اٰخِر ہے۔ان میں سے اہم تو بطور اسم الٰہی کے ہے:

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ (حدید 57:4)

ترجمہ: وہی اول ہے اور وہی آخر۔

یہاں یہ اول کے بالمقابل ہے اور اس کے معنی یہی ہیں کہ جس کے بعد اور کوئی نہ ہو۔ پھر اہل جنت کے اللہ کی حمد کے اعلان کو ان کا آخری اعلان فرمایا گیا۔

وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ (یونس 10:11)

ترجمہ: اور ان کا آخری اعلان یہ ہوگا۔

اس کے علاوہ 26 جگہ آخرت کے دن کے لئے **اَلْيَوْمِ الْاٰخِرِ** کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں کہ اس کے بعد اہل دنیا کے لئے کوئی دن نہیں۔پس اگر اللہ تعالیٰ کا مقصود آنحضرت ﷺ کو آخری نبی کہنا ہوتا تو اس قرآنی محاورہ کے مطابق بالکل صاف اور واضح الفاظ **نبی الاٰخر** ہوتے لیکن ایسا نہیں ہوا۔اس لئے **خاتَم النبیین** کے مجازی معنی آخر قوم اختیار کرنا کیونکر قرآنی منشاء کے مطابق ہوسکتا ہے؟

آج بھی عام عربی محاورہ میں آخری دن کہنا ہو تو **اَلْيَوْمِ الْاٰخِرِ** کہیں گے نہ کہ **خَاتَمُ الْيَوْمِ**۔اور آخری بادشاہ کا ترجمہ **اَلْمَلَكُ الْاٰخِرِ** ہوگا نہ کہ **خَاتَمُ الْمُلْكِ**۔

پس لفظ **خاتَم** کے درست معنی مہر اور **خاتَم النبیین** کے نبیوں کی مہر ہی ہیں۔**فھو المراد**

☆......☆......☆☆......☆......☆

☆......☆......☆

سلام بحضور حضرت خلیفۃ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ

مکرم آفتاب احمد بسمل صاحب

سلام اس پر جسے حق نے خلافت کی ردا بخشی
ملا جس کو بفضلِ ایزدی یہ رتبہ عالی
سلام اُس پر ملی جس کو قیادت اس جماعت کی
مسیح پاک نے خود آپ تھی جس کی بنا ڈالی
سلام اُس پر کہ جو ہے مہبطِ انوارِ یزدانی
ہوئی ہے جس سے چوتھی بار ظاہر قدرت ثانی
سلام اُس پر بنا جو جانشین حضرت ناصر
کلام اللہ کا جس سے شرف پھر سے ہو گیا ظاہر
سلام اُس پر جماعت کو ملی جس سے شکیبائی
وہ جس کے دم قدم سے دین نے پھر تمکنت پائی
سلام اُس پر بیوت الحمد کی جس نے بنا رکھی
غریبوں بے کسوں سے یوں کیا اظہارِ ہمدردی
سلام اُس پر جو حسن سیرت وصورت میں ہے یکتا
جناب کے موعود و مریم کا جگر گوشہ
سلام اُس پر وضاحت جس کی ہے تقریر کا خاصہ
بلاغت کا ہے اک اعلیٰ نمونہ جس کا ہر جملہ
سلام اُس پر جسے قرآن سے ہے عشق لاثانی
احادیث نبیؐ سے جس کو اک نسبت ہے روحانی
سلام اُس پر خدا سے جس کا اک زندہ تعلق ہے
وہ جس کی خاک پا پر میرا ہر ذرہ تصدق ہے
سلام اُس میرے آقا پر کہ طاہر نام ہے جس کا
محمد مصطفیٰ کے دیں کی خدمت کام ہے اس کا

☆......☆......☆☆......☆......☆

☆......☆......☆

”کانوں کے عیاش“ بمقابلہ ”اداکار خطیب“

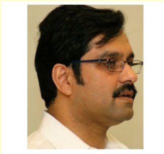
تحریر شاہین سانگلوی

مکرم خورشید ندیم صاحب ایک صاحب علم اور صاحب درد مذہبی دانشور ہیں ۔تاریخ مذہب، فلسفہ اور تصوف پر گہری نظر رکھتے ہیں ۔ وقتاً فوقتاً مذہبی دنیا میں دستیاب یا فی الوقت دستیاب علمائے دین اور ان کے تبلیغ دین کے طور طریقوں پر بطور اصلاح کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے ہیں ۔ یہ ان کی ہمت ہے کہ پاکستان کے اتنے حبس زدہ ماحول میں رہ کر بھی انہیں لکھنے کا یارا ہے جبکہ ان کے ہمدم تو کبھو کے ملک عدم روانہ کر دیئے گئے یا دیار غیر سدھار چکے ۔ ابھی حال ہی میں 27 ستمبر کو روز نامہ دنیا میں زیر عنوان ”خطیب اور مذہب“ آپ نے ایک بہت ہی سلگھتے ہوئے موضوع کو چھوا ہے ۔آپ لکھتے ہیں” ان دنوں سوشل میڈیا پر کچھ مذہبی خطباء اور واعظین کا چرچا ہے زیادہ تر استہزاء کا موضوع ہے۔سبب ان کے بیان کردہ کچھ قصے ہیں جنہیں جدید ذہن قبول نہیں کرتا ۔۔خطابت ایک فن ہے ۔ اسے اداکاری کی ایک قسم سمجھیے ۔۔ یہ تفریح کا ایک ذریعہ ہیں ۔میرا تعلق ایک مذہبی گھرانے سے ہے ۔نوجوانی تک تفریح کے کسی مروجہ طریقے سے لطف اُٹھانے کا موقعہ نہیں ملا ۔اُن دنوں ہمارے پاس تفریح کا ایک ہی ذریعہ تھا مذہبی خطیبوں کی تقریریں ۔اُس کے لئے دور دور تک کا سفر کیا ۔۔سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے اسی وجہ سے اپنے سامعین کو” کانوں کا عیاش“ قرار دیا تھا ۔۔مذہبی خطیب اپنے سامعین کے مزاج شناس ہوتے ہیں اور ان کی خواہش کے مطابق کلام کرتے ہیں ۔ وہی کچھ کہتے ہیں جو لوگ سننا پسند کرتے ہیں ۔سید عطاء اللہ شاہ بخاری ہی نے ایک دفعہ کہا تھا کہ ہم لوگوں کے چہرے دیکھ کر اپنے موضوع کا انتخاب کرتے ہیں ۔۔مسلکی خطیبوں کو ان تقریروں کا معاوضہ لاکھوں میں ملتا ہے ۔اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ وہ ہر مسلک کے ماننے والوں کو ایسے دلائل مہیا کرتے ہیں جس سے وہ اپنی مذہبی وابستگی میں مزید پختہ ہوتے ہیں ۔ایک خطیب کے پیش نظر جب یہی کچھ ہوتا ہے تو پھر صحت واقعہ اس کے لئے اہمیت نہیں رکھتے ۔ پھر وہ رطب و یابس جمع کرتا ہے اور لوگوں کے کانوں میں انڈیل دیتا ہے جس سے وہ خوش ہو جائیں ۔لوگ گھنٹے دو گھنٹے کے لئے محظوظ ہو لیتے ہیں ۔ خطیب کو اس سے غرض نہیں ہوتی کہ اس کا بیان کردہ واقعہ مصدقہ تھا یا نہیں ۔ راوی ثقہ تھا یا غیر ثقہ ۔لوگوں کو نیک اعمال کی طرف مائل کرنے کے لئے ایسی روایات اور قصے سنائے جاتے ہیں جن کے بارے میں خطیب کو معلوم ہوتا ہے کہ مستند نہیں ہیں ۔ میں نے ایک دفعہ ایک معروف داعی کا اپنے کالم میں ذکر کیا ۔۔ کہ وہ دین کے نام پر غیر مصدقہ روایات پیش کرتے ہیں ان کا فون آیا کہ فضائل اور نیک مقصد کے لئے علماء نے اسے جائز کہا ہے“

مکرم خورشید ندیم صاحب کی بات سے مجھے بھی اپنی جوانی کا سنا ہوا ایک وعظ یاد آ گیا ۔ جمعہ کے خطبہ میں مولوی صاحب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان فرما رہے تھے کہ قیامت کا دن تھا ۔اللہ میاں جزاء سزا کے فیصلے کر رہے تھے کہ ایسے میں دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی اُمت کی شفاعت کرنے کی بجائے پیچھے چھپ کر کھڑے ہیں ۔ اللہ نے یاد فرمایا موسیٰ میرے کلیم اللہ پیچھے کیوں کھڑے ہو آگے کیوں نہیں آتے ؟ موسیٰ علیہ السلام نے ڈرتے ڈرتے فرمایا کہ میرے مالک میرے پروردگار مجھ پر ایک قتل کا الزام ہے ڈر رہا ہوں کہ کہیں سزا کا پروانہ نہ مل جائے ۔ اللہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ اے موسیٰ تو میرا فرستادہ ہے میرا پیغمبر ہے تو چنیدہ ہے مگر وہ جو بندہ تو نے قتل کیا تھا اُس کے قتل پر پشیمان مت ہو اور پریشان مت ہو کیونکہ وہ انسان نہیں تھا بلکہ ایک مرزائی تھا ۔اور پھر ساری مسجد نعروں اور خوشی سے جھومنے لگی تاج و تخت ختم نبوت زندہ باد

مضمون کے آخر پر جناب خورشید ندیم صاحب نے جو خلاصہ کلام درج کیا ہے معذرت کے ساتھ خاکسار اُسی کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہے ۔ کیونکہ تمام تر تشخیص کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ ”اس لئے میری درخواست ہے کہ خطباء اور واعظین کی تقاریر کو سنجیدہ لینے کی ضرورت نہیں ان سے حظ اُٹھایئے کہ یہ خطابت تفریح کا محل ہے غور و فکر کا مقام نہیں“ میرے خیال میں تو یہی ہے ہماری بد قسمتی کی بنیاد اور یہی ہے ہمارے قعر مذلت میں گرنے کا خفیہ راز کہ آج ہم منبر

رسول ﷺ کے وارثین اور تعلیم وتربیت کے امین حضرات کو اداکار اور غیر سنجیدہ قرار دے رہے ہیں تو وہ ہمیں کانوں کا عیاش گردان رہے ہیں۔ حاصل وصول نتیجے میں آج ہم دنیا میں حج کا فریضہ ادا کرنے والے ملکوں میں تعداد کے لحاظ سے دوسرے نمبر پر ہونے کے باوجود بھی انسانی حقوق کی ادائیگی میں دنیا میں 160 ویں نمبر پر ہیں۔ پاکستان اسلام کا قلعہ ہونے کے دعویدار ہیں مگر پورنو سرچ کرنے والوں میں دنیا میں نمبرون ہیں۔ ہم حرمت رسول پر جانیں نچھاور کرنے کے لئے بے تاب ہیں مگر بنت آدم کو زینب بنا کر مسجد میں ہی نوچ کھاتے ہیں۔ مدرسوں کے خلاف بات کرنے والے یہود وہنود کے ایجنڈے پر ہیں مگر مدرسے کی حدود میں بدفعلیاں مہتممین ہی کر جاتے ہیں۔ ہمارے تھانے رشوت کا گڑھ ہیں مگر وہاں لکھا ہوتا کہ رشوت لینے اور دینے والا دونوں جہنمی ہیں۔ ہماری کچہری میں 200 روپے میں گواہ مل جاتا ہے مگر وہاں لکھا ہوتا ہے کہ جھوٹی گواہی شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے۔ ہماری عدالتوں میں انصاف نیلام ہوتا ہے مگر وہاں لکھا ہوتا ہے کہ لوگوں کے درمیان حق کے مطابق فیصلہ کرو۔ ہماری درسگاہیں جہالت بیچتی ہیں مگر وہاں لکھا ہوتا ہے کہ علم حاصل کرو ماں کی گود سے لے کر قبر کی گود تک ۔ ہمارے اسپتال موت بانٹتے ہیں مگر وہاں لکھا ہوتا ہے کہ اور جس نے ایک زندگی بچائی اس نے گویا سارے انسانوں کو بچایا۔ اور ہمارے بازار جھوٹ، خیانت، ملاوٹ، کے اڈے ہیں مگر وہاں لکھا ہوتا ہے کہ جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں۔ گویا شاہراہ زوال پر یک رخی نہیں دوسری طرفہ ٹریفک جاری ہے یعنی نہ ہی ہم مبتدیوں نے مذہب کو سنجیدہ لیا ہے اور نہ ہی مذہب کے داعیان نے۔ یعنی اگر ایک مبتدی جمعہ کا خطبہ اور وعظ و دروس کو محافل کو ''تفریح کا محل'' قرار دے رہے ہیں اور واعظین کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ ''ان کو سنجیدہ لینے کی ضرورت نہیں'' تو علمائے کرام کونسا اس کے سوا اعلانیہ جاری کر رہے ہیں وہ بھی تو فرما رہے کہ سوخنزیر اکٹھے ہوں تو فلاں فرقے کا ایک آدمی بنتا ہے۔ راولپنڈی کے بزرگ عالم دین اور مدیر صاحب رسالہ تعلیم القرآن نے ہمارے زوال کی داستان کے آغاز کے دنوں میں ہی نشاندہی کرتے ہوئے فرما دیا تھا کہ ''رہنمایانِ قوم اور واعظانِ ملّت جب جلسوں، مجلسوں اور پارٹیوں میں قوم کو اخلاقیات کا درس دیتے ہیں تو ان کی تقریروں کا ایک ایک لفظ اور ان کے لیکچروں کا ایک ایک جملہ درد و کرب اور رنج والم میں ڈوبا ہوا ہوتا



نافلہ موعود

ڈاکٹر مہدی علی چوہدری صاحب

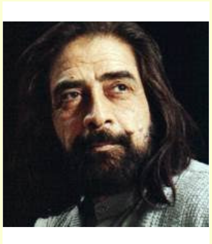
اے ناصر دیں ، فاتح دیں ، نافلہ موعود
تو نور کی تجسیم تھا لختِ دل محمود
مہدی کو بشارت تھی مُبَشِّرَہ بِغُلام
اس کی ہی تجلی تھی تیری ذات میں مشہود
پیشانی وہ زہد و عبادت کا اجالا
اللہ کا تقرب تھا تیری منزل مقصود
تو امن کا شہزادہ تو محبت کا پیامبر
انوار و کمالات خلافت کی رواں رُود
احمد کے گلستاں کو جلانے کو جو اٹھے
ٹکرا کے ہوئے تجھ سے فنا وقت کے نمرود
بت خانہ دنیا آذان وہ حق کی
لرزاں ہوئے جس سے سبھی طاغوت کے معبود
لہرایا زمانے میں یوں توحید کا پرچم
تثلیث کی آواز جہاں سے ہوئی نابود
اللہ کا تھا احسان کہ تو رہبر تھا ہمارا
اسلام کی تاریخ کا وہ دور تھا مسعود

ہے۔ یوں لگتا ہے گویا انکی زبانوں سے حسن بصریؒ بایزید بسطامی اور شیخ احمد سرہندی بول رہے ہیں مگر ان کی راتوں اور تنہائیوں کی مصروفیاتِ رندانہ کے سامنے بے حیائی بھی پانی پانی۔ اور شرم سے سرافگندہ ہے۔ ان کی زبانوں پر اخلاقیات کا درس ہوتا ہے مگر ان کے دل سرے سے اس موضوع ہی سے بیزار ہیں۔'' (رسالہ تعلیم القرآن راولپنڈی جون ۶۵ءص ۳۔۴) جناب محمد حنیف رامے صاحب جن دنوں پنجاب کے وزیراعلیٰ تھے انہوں نے اس موضوع کی حساسیت کا اندازہ لگاتے ہوئے آنے والے خدشات کی نشاندہی ان الفاظ میں کی تھی:۔ ''ہم ایک بے روح معاشرے میں جی رہے ہیں۔ یہاں خدا کا نام تو بہت لیا جاتا ہے لیکن

اسے زندہ محسوس نہیں کیا جاتا۔ اگر ہم خدا کو زندہ محسوس کرتے تو ہمارے چہروں پر نور ہوتا، پیشانیاں چمک رہی ہوتیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں (نعوذ باللہ) خدا مر چکا ہے اور ہم اُسے دفنا چکے ہیں۔ ہم نے خود خدا کو یہ کہہ دیا ہے کہ تُو پیچھے ہٹ جا اور ہمیں دنیا کا مزہ چکھ لینے دے۔ ہمیں یہ کھیل کھیل لینے دے۔ انہوں نے کہا کہ ہم آج ایک بے خدا معاشرے میں زندہ ہیں۔ ہم نے منافقت کا لبادہ اوڑھ لیا ہے ورنہ یہ ممکن تھا کہ جو زمین ہم نے خدا کے نام پر لی تھی، جو ملک ہم نے خدا کے نام پر بنایا تھا اس میں بے خدائی کی کیفیت ہوتی؟ ہم نے کبھی نہ دیکھا کہ ہم کیا کرنے نکلے تھے اور کیا کر رہے ہیں۔ کیا ہم نے یہ ملک اس لئے بنایا تھا کہ رشوت کا بازار گرم کریں، خدا کی آیات فروخت کریں اور جہالت کی سطح کو کبھی ختم نہ ہونے دیں؟'' (مساوات لاہور ۲۷؍جولائی ۷۴ء) جناب مودودی صاحب نے تو بہت پہلے ہی متنبہ کر دیا تھا کہ علماء کا یہ غیر سنجیدہ رویہ صرف تفریح طبع تک نہیں رکتا بلکہ بالآخر قوموں کو لے ڈوبتا ہے۔ ایسے ہی ایک موقعہ پر اپنی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ''یہ حقیقت گو بڑی تلخ ہے لیکن اس سے انکار بھی ممکن نہیں کہ ہمارے ہاں اسلامی تعلیمات پر سے یقین اٹھتا چلا جا رہا ہے۔ دل و دماغ سے اسکی عظیم صداقت اور غیر معمولی عظمت کے نقوش آہستہ آہستہ مٹ رہے ہیں''۔ (ترجمان القرآن اگست ۱۹۶۵ء صفحہ ۶) اسلام سے محبت کا نعرہ لگانا ہے تو ضرور لگایئے مگر ٹھنڈے دل سے سوچئے کہ آخر ایک نعت خوان اور مدینے کی گلیوں کا ذکر کرنے والے کے لئے ایک پھول سی بچی جو اسے انکل انکل کہہ کر کھیلتے ہوئے خوشی خوشی اپنا چچا سمجھ کر ساتھ جا رہی تھی۔ اُس کی بے حرمتی کرتے ہوئے اس پری کی آنکھیں اور اس کی حیرانی بھرا چہرہ تو دیکھ رہا ہوگا۔ گلہ دبانے پر اس پری کی آنکھوں سے بہتے ہوئے موتیوں جیسے آنسو بھی تو دیکھ رہا ہوگا۔ لیکن آخر اسے کیوں رحم نہ آیا کیوں حیاء نہ آیا؟ کیوں کالی کملی والا یاد نہ آیا؟۔ سوچئے ایسا کیوں ہوا؟ اسلام کا نام لیوا اتنا بڑا درندہ کیسے بن گیا؟ کیا واقعی بقول مودودی صاحب ''ہمارے ہاں اسلامی تعلیمات پر سے یقین اٹھتا چلا جا رہا ہے۔ دل و دماغ سے اسکی عظیم صداقت اور غیر معمولی عظمت کے نقوش آہستہ آہستہ مٹ رہے ہیں''

☆......☆......☆☆......☆......☆

☆......☆......☆



آسماں کی بے زباں یار طرحدار کے پاس!

مکرم عبید اللہ علیم صاحب

نوروں نہلائے ہوئے ، قامت گلزار کے پاس!
اک عجب چھاؤں میں، ہم بیٹھے رہے یار کے پاس!

اس کی ایک ایک نگہ دل پر پڑی ایسی کہ بس!
عرض کرنے کو نہ تھا کچھ لب اظہار کے پاس!

یوں ہم آغوش ہوا مجھ سے کہ سب ٹوٹ گئے
جتنے بھی بت تھے صنم خانہ پندار کے پاس!

تم بھی اے کاش کبھی دیکھتے سنتے اس کو
آسماں کی ہے زباں، یار طرح دار کے پاس!

یہ محبت تو نصیبوں سے ملا کرتی ہے
چل کے خود آئے مسیحا ، کسی بیمار کے پاس!

یونہی دیدار سے بھرتا رہے یہ کاسۂ دل
یونہی لاتا رہے مولا ، ہمیں سرکار کے پاس!

پھر اسے سایۂ دیوار نے اُٹھنے نہ دیا
آ کے اک بار جو بیٹھا ، تری دیوار کے پاس!

تجھ میں اک ایسی کشش ہے کہ بقول غالب
خود بخود پہنچے ہے گل گوشتہ دستار کے پاس!

تیرا سایہ رہے سر پر تو کسی حشر کی دھوپ
سرد پڑ جائے جو آئے بھی گنہ گار کے پاس!

☆......☆......☆☆......☆......☆

☆......☆......☆



احمدی شعراء کے مزید نام بتائیں ؟

رانا عبدالرزاق خان

خاکسار جماعت احمدیہ کے شعراء وکلام کے متعلق ایک تعارفی کتاب لکھنے کا ارادہ رکھتا ہے۔134 سال میں جتنے بھی شاعر، وشاعرات ہوئے ہیں۔ان کی ایک ابتدائی فہرست پیش خدمت ہے ۔ اگر اس فہرست میں کسی شاعر یا شاعرات کا نام شامل نہ ہوتو احباب مطلع فرمائیں۔شاعر کا کلام اور تصویر، اس کے متعلق مکمل معلومات بھی بہم پہنچائیں آپ کی مہربانی ہوگی۔

رانا عبدالرزاق خان لندن فون نمبر 07886304637

ranarazzaq52@gmail.com

ا۔ثاقب زیروی ☆صاحب دیوان

2۔حضرت قاضی ظہورالدین اکمل☆

3۔مکرم جنرل محمودالحسن مرحوم☆

4۔مکرم عبیداللہ علیم مرحوم☆

5۔مکرم صابر ظفر صاحب کراچی☆

6۔مکرم جمیل الرحمن جمیل ☆

7 مکرم عبدالسلام اختر ایم اے☆

8۔پروفیسر عبدالکریم خالد پی ایچ☆

9۔مصلح الدین راجیکی مرحوم☆

10۔مکرم ناصر احمد سید صاحب مرحوم ☆

11 حضرت قیس مینائی، نجیب آبادی☆

12 مکرم راجہ نذیر احمد ظفر صاحب ☆

13 حضرت ذوالفقار علی خان گوہر ☆

14 ۔مکرم پرویز پروازی ☆

15۔ڈاکٹر سر افتخار احمد ایاز☆

16۔نسیم سیفی صاحب مرحوم☆

17۔پروفیسر چوہدری محمد علی☆

18۔مکرم رشید قیصرانی مرحوم☆

19... آدم چغتائی برمنگھم مرحوم☆

20 مکرم سلیم شاہجہانپوری ☆

21 مکرم حمید المحامد صاحب☆

22رم چوہدری شبیر احمد ☆

23۔۔مکرم مبارک صدیقی صاحب☆

24 مکرم احسن اسماعیل مرحوم☆

25 مکرم چوہدری اعظم نوید☆

26۔اطہر حفیظ فراز صاحب☆

27 مکرم انور ندیم علوی کراچی☆

28۔مکرم عبدالمنان ناہید صاحب☆

29۔مکرم مبارک احمد عابد صاحب☆

30 محمد افضل ترکی☆

31 مکرم فاروق محمود صاحب☆

32 مکرم طاہر عدیم صاحبؒ☆

33 مکرم خواجہ عبدالمومن صاحب☆

34۔مکرم سید طاہر احمد زاہد صاحب☆

35 مکرم مبشر احمد راجیکی☆

36 مکرم مبارک احمد ظفر صاحب☆

37۔مکرم میر اللہ بخش صاحب تسنیم☆

38۔مکرم عبدالصمد قریشی صاحب ☆
39۔مکرم عبدالکریم قدسی صاحب ☆
40 مکرم محمد مقصود احمد منیب صاحب ☆
41مسعود چوہدری جرمنی ☆
42حنیف تمنا جرمنی ☆
42ڈاکٹر طارق انور باجوہ ☆
43۔محمد اسحاق اطہر جرمنی ☆
44سلیم کوثر مرحوم ☆
45بشارت احمد بشارت جرمنی ☆
46ڈاکٹر ابرار احمد مرحوم ☆
47شائق نصیر پوری لندن ☆
48(طفیل عامر) ☆
49۔قریشی داؤد احمد ساجد ☆
50۔شیخ روشن دین تنویر ☆
51۔ساجد محمود رانا لندن ☆
52۔عبدالمجید ظفر مرحوم ☆
۵۳۔سہیل احمد لون لندن ☆
۵۴۔آفتاب شاہ سیالکوٹ ☆
55عطاء الحق لندن ☆
56منیر باجوہ جرمنی ☆
57صادق باجوہ مرحوم امریکہ ☆
58۔کرامت راج مرحوم کنیڈا ☆
59منور احمد کنڈے ٹلفورڈ ☆
60۔اسحاق ساجد جرمنی ☆ 61 مشتاق بٹ بریڈ فورڈ

امرحوم ☆

62اصغر خیالی ☆ 63راجہ غالب احمد ☆
۶۴۔سید ناصر دہلوی ☆ 65۔اقبال مجیدی ☆

۶۶۔مبارک مونگھیری ☆ 67مرغوب دہلوی ☆
۶۸۔مبشر شہزاد گلاسگو ☆ ۶۹۔امجد شاکر جرمنی ☆
70طاہر احمد بٹ ☆ اے چوہدری شریف خالد جرمنی ☆
72مولوی ہدایت اللہ ☆ 73مولوی دلپذیر ☆
74۔مکرم ضیاء اللہ مبشر ☆ 75۔آصف محمود ڈار ☆
76۔مکرم عبدالسلام اسلام صاحب ☆ 77اختر گوبند پوری ☆
78۔مبشر شہزاد گلاسگو ☆ 79 آسان دہلوی ☆
80۔عبدالجلیل عباد ☆ جرمنی 81۔خالد ملک ساحل ☆ جرمنی
82۔فیض چنگوی ☆
83۔مرزا محمد دین ناز ☆ 84عاصی صحرائی ☆
85۔عبدالحمید حمیدی کنیڈا ☆ 86۔اکبر حمیدی ☆
87۔حسن رہتاسی جہلم ☆ 8 8 ۔ڈاکٹر مہدی علی قمر

شہید ☆

89۔چوہدری فیض اسلم سیشن جج ☆
90۔اقبال صلاح الدین اوکاڑہ ☆ 91۔مولانا ظفر محمد ظفر ☆
92۔بشارت احمد خاں ناروے ☆ 93۔مجبور پسروری
۹۴۔مکرم عبدالخالق صاحب
95۔مکرم شیخ علی محمد احمدی ڈنگوی صاحب
96۔مکرم محمد ہادی صاحب 97 مکرم ظہور احمد ناصر صاحب
98۔غلام محمد اختر 99۔مکرم منیر احمد ریحان صاحب صابر
100حضرت میر ناصر نواب رضی اللہ عنہ
102۔مکرم آفتاب احمد اختر صاحب
103۔مکرم منشی جھنڈے خان صاحب
104۔انصر رضا کنیڈا 105۔مکرم ارشاد احمد شکیب صاحب
106 ۔پروفیسر ہادی مونس کنیڈا

شاعرات احمدیت

107۔مکرمہ احمدی بیگم صاحبہ

108۔مکرمہ شہناز اختر صاحبہ 109۔مکرمہ امۃ الرشید بدر صاحبہ

110۔مکرمہ نصرت تنویر صاحبہ 111۔مکرمہ شاہدہ سید صاحبہ

112 مکرمہ مومنہ فرحت صاحبہ، لائلپور

113۔محترمہ طیبہ رضوان صاحبہ 114۔مکرم شاہدہ عظمیٰ صاحبہ

115 حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم☆

116۔صاحبزادی امۃ الشکور صاحبہ

117۔صاحبزادی امۃ القدوس بیگم☆ 118۔مکرمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ☆

119۔ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ☆ 120۔مکرمہ منیرہ ظہور صاحبہ

121 مکرمہ ارشاد عرشی ملک صاحبہ☆

122۔مکرمہ امۃ الرفیق ظفر صاحبہ 121۔مکرمہ شاکرہ صاحبہ

124۔مکرمہ امۃ القدیر ارشاد صاحبہ

125۔مکرمہ درثمین طاہر صاحبہ

126۔مکرمہ شگفتہ عزیز شاہ صاحبہ

127۔مکرمہ تہمینہ ثمین صاحبہ 128 ڈاکٹر فرزانہ فرحت☆

129 عظمیٰ محمود کنیڈا 130 شاہینہ کشور کنیڈا

131 نبیلہ رفیق ناروے☆ 132۔کفیلہ خانم

133۔سعدیہ تسنیم سحر صاحبہ 134۔برکت ناصر صاحبہ

135۔بشریٰ بختیار صاحبہ

136۔منصورہ فضل صاحبہ

137۔بشریٰ سعید عاطف صاحبہ

138۔ناصرہ صاحبہ کنیڈ 139۔طاہرہ زرتشت ناروے☆

140 ناصرہ منیرہ صاحبہ 141 فوزیہ ظہیر صاحبہ

142۔فہمیدہ مسرت احمد، جرمنی☆ 143 دیا جیم صاحبہ فی جی☆

144۔فریدہ محمود صاحبہ

145 مکرم عبدالماجد انور صاحب

146 ڈاکٹر محمد عامر خان 147 طاہر احمد، فن لینڈ۔

148۔۔مکرم عطاء المجیب راشد صاحب

149 سید ساجد احمد یو ایس اے۔

150 ایم۔مبرور پاکستان 151۔عبدالحمید خلیق

152 عارف ثاقب کنیڈا 153۔محمد خالد یو ایس اے

154 محمود احمد ناصر کنیڈا

155۔بشارت جمیل یو ایس اے کنیڈا

156 بابر عطا کنیڈا 157 محمد ظفر اللہ خان یو ایس اے

158 مقصود چوہدری کینیڈا 159 شعیب ناصر کنیڈا

160 مکرم چوہدری علی محمد BT

161 مکرم سید محمود احمد صاحب 162 نور الجمیل نجمی۔لندن

163 بسم اللہ کلیم جرمنی

164۔مکرم میر مبشر احمد طاہر صاحب

165 مکرم ڈاکٹر محمد صادق جنجوعہ صاحب

166 مکرم اسحٰق ظفر صاحب مرحوم

167 مکرم عطاء الکریم شاد صاحب

168 مکرم عبدالرحیم راٹھور

169 مکرم محمد رفیق اکبر صاحب

170 نور احمد شیخ 171 اسحاق عاجز جرمنی

172 مکرم عبدالعزیز منگلا 173 طارق مرزا آسٹریلیا

174 نشور نور احمد صاحب

175 محمود حارث 176 شاہد منصور

صاحب

177۔پروفیسر ناصر احمد 178۔عبدالخالق ناصر

179 پروفیسر مکرم سراج الحق قریشی 180 عطاالعزیز سیالکوٹ

181 مکرم شیخ سلیم الدین سیف

182 میر انجم پرویز لندن 183 واحداللہ جاوید لندن

184 عامر امیر لندن 185 الطاف بخاری آسٹریلیا

186 مدثر نقاش 187 مکرم آصف محمود باسط صاحب

188۔توقیر احمد سید 189۔مرزا ایم افضل کنیڈا

190۔خوشی محمد شاکر مرحوم

191ا مکرم سعید احمد اعجاز صاحب

192 مکرم مبشر خورشید صاحب

193۔محمد ابراہیم شاد 194۔مدبر آسان جرمنی

۔195۔مکرم لئیق احمد عابد پاکستان

۔196۔الیاس احمد وقار 197۔۔مکرم یونس احمد خادم صاحب

۔198۔جیم جاذل برمنگھم ۔199۔طارق مجید برمنگھم

۔200۔عبدالحمید فائق ربوہ

۔201۔بابر عطا کنیڈا 202۔مکرم خلیل احمد خلیل صاحب

203۔منظور احمد ساہیوال 204۔مکرم عبدالسلام عارف صاحب

205۔مکرم جناب چودھری فیض عالم

206۔والد طارق بی ٹی 207۔مکرم ظہور احمد صاحب

208۔مکرم منشی منظور احمد منظور شاہ پوری

۔209۔۔مکرم عبدالعلی ملک جنزل

210 مکرم محمد شفیع اشرف صاحب 211 ۔۔قیصر شیراز

212۔۔منظور بزمی ملائشیا 213۔۔عامر حسنی ملائشیا

214۔۔۔مبارک عارف لندن 215 ۔۔۔مکرم سید ادریس احمد

عاجز

216۔۔عبدالحمید رامہ جرمنی

217۔۔۔حمیداللہ ظفر جرمنی

218۔۔افتخار ماعر جرمنی 219۔۔۔صفوان احمد جرمنی

220۔۔محمود چغتائی ناروے

221۔مکرم شیخ نصیرالدین احمد صاحب

222۔۔عبدالسلام جمیل کنیڈا

223 مکرم چوہدری نعمت اللہ خان گوہر

224 مکرم ملک نذیر احمد صاحب

225انیس احمد رئیس جاپان

226اکرم ثاقب کنیڈا

227اظہر احمد بزمی

228اسرار الحق توقیر سید کوہاٹ

229 مکرم محمد صدیق صاحب امرتسری

230۔انیس احمد نفیس جرمنی

233۔مکرم مرزا حنیف احمد صاحب

234۔مکرم شیخ رحمت اللہ صاحب

235۔ابن آدم مشتاق احمد سبزواری

۔236۔وقیع الزمان بریگیڈیئر

237۔ابن کریم۔حافظ عبدالحلیم خاں

238۔مکرم ادریس احمد عاجز عظیم آبادی

239۔مکرم مولوی نعمت اللہ خان

240۔مکرم صوفی تصور حسین صاحب

241۔عبدالمنعم ناصر ناروے

242۔منصور احمد خالد ناروے

243۔ڈاکٹر سیف الرحمان ناروے

244۔اسلم مجاہد شدھی ربوہ

245۔مکرم محمد افتخار احمد نسیم صاحب
246۔ملک نذیر احمد صاحب
247۔پروفیسر اکرام احسان
248۔اکرم محمود کنیڈا
249۔ثاقب محمود کنیڈا
250۔ہادی علی چوہدری کنیڈا
251ڈاکٹر عامر آسٹریلیا۔
252۔مستنصر قاہر
253۔سید ہدایت اللہ ہادی کنیڈا
254۔۔بشارت جمیل کنیڈا
255منظور ریحان لندن
256۔پروفیسر عبدالقدیر کوکب
257۔افضال نوید کنیڈ
258۔رفیع رضا کنیڈا
259۔پروفیسر نصیر خان مرحوم
260۔محمد اسلم صابر کنیڈا
261۔عبدالغفور عبدل کنیڈ
262۔انجینئر خورشید کنیڈ
263۔رحمت اللہ شاکر مرحوم
264۔مولانا محمد شفیع اشرف مرحوم
265۔عبدالحمید شرما میجر
266۔غلام محی الدین صادق
267۔۔عطاء اللہ عطا
268۔مظفر احمد قمر
269۔مکرم آفتاب احمد بسمل صاحب
270۔مکرم فرحت ضیاء راٹھور صاحب

271۔طاہر محمود ایم اے
272۔داؤد اسمعیل کنیڈا
273۔امت القدوس قدسیہ
274۔سعید احمد
275۔۔۔مبشر محمود
276۔مکرم طارق بشیر صاحب
277۔مکرم رشید احمد گجراتی صاحب
278۔حافظ مسعود احمد مرحوم سرگودھا
279۔مرزا محمد اسمعیل چٹھی مسیح ☆
280عبدالقادر کراچی
281۔عزیز الرحمن منگلا سرگودھا
282۔نوید گھانا
283۔مقصود الحق
284۔حضرت غلام رسول راجیکی
285۔عبدالشکور کلیولینڈ 286 مکرم محمد عثمان صدیقی صاحب
۔287۔ناصر جمیل یو ایس اے کنیڈا
288۔مکرم یعقوب امجد صاحب
291۔بشارت ریحان کنیڈا 292۔نصر رضا کنیڈا
293۔۔نجیب احمد فہیم
294۔مولانا مبشر احمد یو ایس اے☆
295۔مرزا محمد افضل کنیڈا 296۔سید حسین ذوقی
297۔تنویر احمد ناصر بھارت
298۔محمود احمد مبشر انڈیا
299۔ابراھیم فائق
300۔ڈاکٹر منور علی کامل

گاؤں اُٹھوال، چک بہوڑو، 26 اپریل اور مولوی ثناءاللہ امرتسری صاحب

شاہین سانگلوی

یہ آج سے سے کوئی 80 یا 90 سال پہلے کی بات ہے۔ متحدہ ہندوستان کے پنجاب کے گاؤں اٹھوال میں صبح صادق ہو رہی تھی۔ چوک والی بڑی مسجد میں حافظ صاحب نے آذان دینا شروع کی تو خلاف معمول دھڑا دھڑ بند دروازے وا ہونا شروع ہو گئے ہر کوئی آج صبح کی نماز چوک والی مسجد میں ادا کرنے اور اگلی صف میں جگہہ بنانے کی خواہش میں سرگرداں تھا۔ خبر گرم تھی کہ آدھی رات کے قریب گاؤں میں وارد ہونے والے امرتسر سے آئے معزز مہمان ہی آج صبح کی نماز پڑھائیں گے اسی وجہ سے مسجد نماز سے قبل ہی نمازیوں سے بھر گئی تھی اور مزید آنے والے لوگ گلی میں صفیں بنانے میں مصروف تھے۔ دوسری طرف اسی مسجد کے پہلو میں واقع بڑے بوہڑ کے درخت کے نیچے ایک سادہ سا پنڈال بھی بنایا چکا تھا جس میں آنے والے لمحوں میں ایک مناظرہ متوقع تھا۔

مشرقی پنجاب کا یہ گاؤں اٹھوال برادری کے زمینداروں پر مشتمل تھا تقریباً تمام لوگ ہی آپس میں رشتہ دار تھے مسلکاً اہل حدیث تھے۔ گاؤں کے نمبردار صاحب بہت ہی شریف، تہجد گزار اور نیک انسان تھے سب کے دکھ سکھ میں شامل ہونے کی وجہ سے لوگ انہیں عزت و احترام سے نمبردار صاحب کی بجائے تایا جان کہہ کر پکارتے تھے۔ آپ کی بات کا بہت احترام تھا۔ انہیں نمبردار صاحب کا ایک بھتیجا جو نیکیوں میں ان کے نقش قدم پر تھا کم گو اور سب کے لئے دعائے خیر رکھنے والا۔ تہجد گزار اور نفیس طبع روح۔ پھر قصہ یہ ہوا کہ وہ بھتیجا جان ایک دن قادیان چلا گیا۔ چند دن بعد واپس آیا اور ایک عجیب اعلان کر دیا کہ میں احمدی ہو گیا ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بنی اسرائیل کے نبی تھے وہ صرف اسرائیلی قبائل کے لئے آئے تھے اور صرف صاحب انجیل تھے وہ باقی نبیوں کی طرح طبعی موت فوت ہو گئے ہیں اور ان کی قبر کشمیر میں ہے جس موعود نے آنا ہے وہ حضرت عیسیٰ ؑ جیسی خوبیوں والا ہو گا اور امت مسلمہ میں سے ہو گا۔ اور میں نے حضرت مرزا صاحب کو وہی موعود مسیح مان کر ان کی بیعت کر لی ہے۔ گاؤں میں اناً فاناً ایک کہرام مچ گیا۔ کوئی اس لڑکے کے دماغ کی خرابی بتانے لگ گیا تو کوئی اس کے کفر کی وجہ سے بائیکاٹ کے بارے میں مشورے دینے لگ گیا۔ کوئی اسے پکڑ کر جوتے مارنے اور اس کا دماغ ٹھکانے لگانے کی تجویز دینے لگ گیا تو کوئی اسے مسجد سے نکال کر مسجد دھونے کی فکر میں لگ گیا۔ غرض ایک چھوٹے سے گاؤں میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ اسی دوران مولوی صاحب اور دوسرے سرکردہ افراد سے اس کا بحث مباحثہ بھی ہوا مگر وہ دلائل میں گاؤں والوں پر بھاری پڑنے لگا۔ آخر بات اس نتیجہ پر پہنچی کہ ہم امرتسر سے اپنے بڑے مولوی صاحب کو بلاتے ہیں اور یہ قادیان سے اپنے کسی عالم دین کو بلائے تاکہ صحیح اندازہ ہو سکے کہ حق سچ پر کون ہے؟ اسی سلسلہ میں گاؤں والوں نے امرتسر سے اپنے اہل حدیث مولوی مکرم ثناء اللہ امرتسری صاحب کو بلوایا تھا جو تقریباً آدھی رات کے قریب پہنچ چکے تھے۔ اور آج اپ ہی اس مسجد میں فجر کی نماز پڑھانے والے تھے۔ اسی وجہ سے آج مسجد رمضان کے آخری جمعہ کی طرح فل تھی۔

نمبردار یعنی تایا جان نے مولوی صاحب کو بلوا تو لیا تھا اور مناظرہ کا بندوبست بھی کر لیا تھا مگر اندر سے بڑے پریشان تھے۔ جب اپنے بھتیجے کے نئے عقائد دیکھتے تو وہ کافر لگتا اور جب اس کی ساری عمر کی نیکیاں دیکھتے تو وہ سچا لگتا کہ اس نے کبھی جھوٹا مذاق نہیں کیا پھر وہ ایمان میں جھوٹ پر کمر کیسے کس لے گا؟ بہر حال اسی گومگو میں تایا بھی فجر کی نماز پڑھنے مسجد آ پہنچے۔ مکرم مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب نماز پڑھانے کے لئے مصلیٰ پر پہنچ چکے تھے۔ اقامت ہوئی اور نماز شرع ہو گئی۔ نماز ختم ہوئی تو تایا جان آگے بڑھے اپنا تعارف کروایا۔ استقبالیہ کلمے کہے حال چال پوچھا؟ کوئی راستہ میں تکلیف تو نہیں ہوئی وغیرہ رسمی باتیں کیں اور اس کے بعد محراب میں واقع امام والے

دروازے سے مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب کو اپنے ساتھ چمٹائے ہوئے لے کر باہر چلے گئے۔ باہر جا کر انہوں بڑے ادب سے مولوی صاحب سے عرض کی کہ انشاء اللہ صبح ہوگی تو مناظرہ ہوگا سنا ہے قادیان سے بھی کوئی مولوی پہنچ گیا ہے مگر اس مناظرہ سے پہلے میں اپنے دل کی تسلی کے لئے آپ سے ایک خدا لگتی بات پوچھنا چاہتا ہوں دیکھو ہم مسجد میں کھڑے ہیں وہ میرا بھتیجا کہتا ہے کہ قرآن وحدیث کی رو سے عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور کسی حدیث میں ان کا زندہ آسمان پر جانے اور زندہ واپس آنے کا ذکر نہیں۔ مولوی صاحب آپ مجھے بتائیں کہ کیا واقعی قرآن وحدیث کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں؟ مولوی صاحب نے ہاتھ چھڑایا اور تایا جان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا کہ آپ نے مجھے یہاں صرف حضرت عیسیٰ کی وفات وحیات پر بات کرنے کے لئے بلوایا ہے؟ تایا جان نے کہا ہاں صرف حضرت عیسیٰؑ کی وفات و حیات پر۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے کہا نمبر دار صاحب اگر مناظرہ صرف وفات وحیات مسیح پر ہے تو آو پھر فاتحہ پڑھ لیں۔ (پنجاب میں جب لوگ فوتگی پر جاتے ہیں تو فاتحہ پڑھتے ہیں) تایا جان نے کہا بہت اچھا مولوی صاحب آپ کا بہت شکریہ۔ یہ آپ کا کرایہ وغیرہ باقی میں سمجھ گیا ہوں۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب اسی وقت وہاں سے واپس چلے گئے اور اسی صبح اٹھوال کے سارے گاؤں نے بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شمولیت اختیار کر لی۔ متحدہ پنجاب میں یہ واحد گاؤں ہے جس نے سارے کے سارے گاؤں نے ایک دن، ایک وقت بیعت کی تھی۔ پاکستان بننے کے بعد یہ لوگ اکٹھے شاہکوٹ کے پاس بہوڑو گاؤں میں آ کر آباد ہو گئے۔ اب اس گاؤں کے بچے جرمنی، فرانس، سویڈن، بیلجئم، امریکہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ میں نے اٹھوال انڈیا میں ان کو نہیں دیکھا لیکن بہوڑو چک میں دیکھا عجیب دیوانوں کی بستی ہے۔ اتحاد، بڑوں کی عزت، جماعت کے لئے فدا، مالی جانی قربانی میں ایک سے بڑھ کر ایک شہزادہ روح۔ میں نے زندگی کی پچاس بہاریں دیکھی ہیں۔ پاکستان۔ یورپ اور افریقہ میں بہت سے جو شیلے اور فدائی احمدیوں سے ملا ہوں لیکن اس طرح سے پورے ٹبروں کے ٹبر --- اللہ تعالیٰ ان کے ایمان اور اخلاص کو مزید بڑھائے اور آسمان احمدیت کے روشن ستارے بنائے اور ان کی اولادوں کو بھی وہی قرون اولیٰ والی اطاعت کی روح عطا فرمائے (آمین)

ابھی چند دن پہلے 26 اپریل گزری ہے اس وجہ سے مجھے مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب یاد آ گئے۔ میں پورے دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ان پر اٹھوال جانے سے پہلے بھی جماعت کی سچائی پوری طرح واضح تھی بلکہ ہر لمحہ واضح تھی لیکن چونکہ آپ مولویت کے ساتھ ساتھ برصغیر کی سیاست میں بھی کافی مشہور تھے۔ دیوبندیوں کے جلسے میں بھی جا پہنچتے تھے اور وہابیوں کے بھی۔ انجمن حمائیت اسلام کے جلسوں کے بھی روح رواں ہوتے تھے تو کانگریس سے بھی گاڑھی چھنتی تھی۔ علم کافی تھا۔ مناظرہ چاہے ہندووں سے کروالو چاہے شیعوں کے خلاف۔ تو آپ کی اس ہر دلعزیزی نے اٹھوال گاؤں کے تجربے کے بعد سدا آپ کو اپنے دل کی بات سننے اور کہنے سے روکے رکھا۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب کا کوئی بھی فین یہ پوچھ سکتا ہے کہ آپ کا اتنا بڑا دعویٰ کیسے؟ اور اس کی دلیل کیا ہے؟ میں آج کی تاریخ میں مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب کے بارے میں ثابت کر دوں گا کہ وہ پوری طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ پر ایمان رکھتے تھے لیکن زبان کی کمائی اور مولویت کی ڈھٹائی نے ان کو روکے رکھا۔

باقی ساری تفصیل کو چھوڑتا ہوں کہ انہوں نے کتنی دفعہ مباہلہ کے لئے ہاں کی اور کتنی دفعہ ناں کی۔ آخری موقعہ کی طرف آتے ہیں۔ آخری دفعہ جب مولوی صاحب مباہلہ کے لئے تیار ہو گئے تو وہ آخری دعائے مباہلہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے متعلق شائع کر دی اور اسے کہا کہ لو میں نے دعا لکھ دی ہے آپ اس کے نیچے دستخط کر دو کہ یہ آپ کو قبول ہے اور کسی ایک جگہہ جمع ہونے کا بھی مسئلہ ختم ہو جائے گا۔ بس اس دعا کے نیچے دستخط کر دو تا کہ یہ ثابت ہو جائے کہ آپ نے مباہلہ قبول کر لیا ہے۔ اب حضرت مسیح موعود کی یہ دعا اکثر مولوی صاحبان شائع کرتے ہیں اور دھوکہ دیتے ہیں کہ دیکھو مرزا صاحب اس دعا کے مطابق پہلے فوت ہو گئے۔ لیکن ہوا کیا؟

26 اپریل 1907 کو مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب نے

حضرت مسیح موعود کی یہ دعا مباہلہ اپنی اخبار میں من وعن شائع کر دی بغیر کوئی لفظ کاٹے اور اسکے بعد پورے صفحے کا نوٹ لکھا کہ میں اسے کیسے قبول کر سکتا ہوں؟۔اس کی تو مجھ سے منظوری نہیں لی گی۔ پھر یہ لکھا کہ " خدا کے رسول چونکہ رحیم و کریم ہوتے ہیں اور ان کی ہر وقت یہی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی شخص ہلاکت اور مصیبت میں نہ پڑے مگر آپ میری کیوں میری ہلاکت کی دعا کرتے ہیں"؟۔ پھر لکھا کہ" میرا مقابلہ تو اپ سے ہے اگر میں مر گیا تو میرے مرنے سے اور لوگوں پر کیا حجت ہوسکتی ہے؟ میرے مرنے سے آپ کو کیا فائدہ ہوگا۔؟ پھر اسی صفحہ پر آپ کے نائب ایڈیٹر نے نوٹ لکھا جس کو اگلی اخبار میں آپ نے کہا کہ میرا بھی یہ عندیہ ہے اور وہ یہ تھا کہ شریعت کے مطابق تو جھوٹے دغا باز مفسد وغیرہ لمبی عمریں جیتے ہیں یہ آپ نے کہاں سے نکال لیا کہ جھوٹا جلد مر جاتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ اور اس ایک صفحہ کے جہازی نوٹ کے آخر پر لکھا کہ" اور یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اس کو منظور کر سکتا ہے"

میں نے اس ساری کہانی کو آسان بنانے کے لئے تحقیق کی اور وہ 26 اپریل 1907 والا اہل حدیث اخبار نکال لیا ہے۔اس میں آپ حضرت مسیح موعود کی دعا بھی دیکھ سکتے ہیں اور مولوی صاحب کا جواب بھی کہ آپ میری موت کے پیچھے کیوں پڑھ گئے ہیں ۔

اگر کسی کی آنکھ میں تعصب نہ ہو تو وہ بڑی آسانی سے مولوی صاحب کی منمناہٹ دیکھ سکتا ہے۔ فرار دیکھ سکتا ہے۔ انکار دیکھ سکتا ہے اور ان کا خود مانگ لینا اور قبول کر لینا کہ جھوٹا ہی لمبی عمر پاتا ہے وہ بھی ان کو عطا کر دی گئی۔ مگر لمبی عمر تو ملی مگر اتنی دردناک۔ اللہ تعالیٰ کسی دشمن کو بھی نہ دے۔ان کی اپنی آنکھوں کے سامنے سکھوں نے ان کی لائبریری کو آگ لگا دی۔ان کی تمام عمر کے علم پر مبنی کتب کو جلا دیا۔گھر کو جلا دیا اور جوان بیٹے کو قرپانوں سے ذبح کر دیا۔ایک دکھی باپ اکلوتے بیٹے کی موت کا آنکھوں دیکھا غم کاندھے پہ اٹھا کر پاکستان آیا اور پھر چند سال بعد لا ولد خاندان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔اللہ ہر باپ کو ایسے دکھ سے محفوظ رکھے۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب نے لاکھ اس راز کو چھپایا مگر کہیں نہ کہیں بات چھلکتی رہی اسی وجہ سے ان کے اپنے استاد اور اہل حدیث کے سب سے بڑے مولوی صاحب مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے آپ کو بیسیوں دفعہ چھپا مرزائی لکھا۔اپ کی تفسیر کے بارے میں اشتہار شائع کئے کہ اس میں مرزائیوں کی تفسیر کی نقل ماری گئی ہے اسے نہ پڑھیں وغیرہ وغیرہ آپ کے دل میں احمدیت بہت واضح تھی لیکن دماغ اس کو زمانے کی مارکیٹ ضروریات کے خلاف خیال کرتا تھا میں مثال کے لئے صرف ایک حوالہ درج کرتا ہوں

اگست 1940 میں ایک احمدی مبلغ سلسلہ جناب مولوی کرم الٰہی ظفر صاحب جو بعد میں مبلغ سپین مقرر ہوئے کو دہلی سے کوئی 13 میل دور واقع قصبہ مہرولی میں مشہور بزرگ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار پر جانے کا اتفاق ہوا۔جنہوں نے وہاں پر مسلمانوں کی قبر پرستی کا افسوسناک مظاہرہ بچشم خود دیکھا تو واپسی پر یہ تمام تفصیل الفضل 23 اگست 1940 میں لکھ کر شائع کر دی۔مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب نے 6 ستمبر 1940 کو اپنے اخبار اہل حدیث میں الفضل کی یہ ساری رپورٹ نقل کر کے نیچے حسب ذیل نوٹ لکھا

’’برادران توحید کیا یہ آواز سن کر بھی آپ لوگ بزم توحید قائم کرنے میں غفلت سے کام لیں گے؟ کیا ابھی کچھ اور بھی سننا چاہتے ہیں؟ میری رائے کو کوئی صاحب غلط نہ ٹھہرائیں تو میں یہ کہنے سے نہیں رک سکتا کہ مسلمان قوم آپس میں تقسیم کار کر لے۔ سیاسی مسلمان جن میں مرزائی بھی شامل ہیں بے شک غیر مسلموں میں اسلام کی اشاعت کریں اور ان کو کلمہ پڑھا کر مردم شماری کی حیثیت میں مسلمانوں کی تعداد بڑھاتے جائیں جو ان کی اصلی غرض ہے۔ مگر اہل توحید اصحاب یہ کام اپنے ذمہ لیں کہ مسلمانوں میں جو رسوم شرکیہ رائج ہو چکی ہیں وہ اُن کی اصلاح پر توجہ کریں تاکہ وہ لوگ صحیح معنی سے عنداللہ مسلمان ہو جائیں پس دونوں فریق اپنا اپنا کام کرتے جائیں۔ ہمارے مشورہ پر عمل کریں تو دونوں اپنے اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں‘‘

(اہل حدیث 6 ستمبر 1940 ص 8 امرتسر)

نفسِ انسانی کی حرمت اور فتنہ وفساد کی ممانعت ۔ اور ہمارا فرض



اقبال احمد نجم، مبلغ سلسلہ

قرآن وسنت میں انسانی جان کی جتنی تاکید کے ساتھ حرمت بیان کی گئی ہے، ہمارے زمانہ میں اس کی اتنی ہی بے حرمتی ہو رہی ہے۔ معمولی معمولی بات پر کسی کو قتل کر دینا عام ہو گیا ہے۔ اور افسوس یہ ہے کہ بعض اوقات محض عصبیت یا فرقہ وارانہ اختلاف کی بناء پر وہ لوگ بھی اس سنگین جرم میں ملوث ہو جاتے ہیں جو اپنی عام زندگی میں دین دار سمجھے جاتے ہیں۔ اور بعض اوقات اس جرم کا ارتکاب دینی خدمت سمجھ کر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بیان فرماتا ہے:۔

من اجل ذالك كتبنا على بنى اسرائيل انه من قتل نفسا بغير نفس او فساد فى الارض فكانما قيل الناس جميعا و من احياها فكانما احيا الناس جميعا ولقد جاتهم رسلنا بالبينات ثم ان كثيرا منهم بعد ذالك فى الارض لمسرفون ۔ (المائدہ33۔)

ترجمہ:۔ اسی بناء پر ہم نے بنی اسرائیل پر یہ فرض کر دیا کہ جس نے بھی کسی ایسے نفس کو قتل کیا جس نے کسی دوسرے کی جان نہ لی ہو یا زمین میں فساد نہ پھیلایا ہو تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔ اور جس نے اسے زندہ رکھا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندہ کر دیا اور یقیناً ان کے پاس ہمارے رسول کھلے کھلے نشانات لے کر آ چکے ہیں پھر اس کے بعد بھی ان میں سے اکثر لوگ زمین میں حد سے تجاوز کرتے ہیں۔

حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے جو عظیم خطبہ ارشاد فرمایا تھا وہ امت کے لئے بلکہ دنیا کے سب انسانوں کے لئے ایک ابدی وصیت اور نصیحت تھی۔ اس میں اس بات پر سب سے زیادہ زور دیا گیا تھا کہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کا خون نہ بہائیں اور دنیا میں اس نصیحت کو پھیلا دیں بلکہ دنیا کے کناروں تک پہنچا دیں کہ اسلام دینِ محبت اور امن کا گہوارہ ہے۔

ارشاد فرمایا:۔

’فان دمائكم و اموالكم“ قال محمد و أحسبه قال ” أعراضكم حرام عليكم كحرمة يومكم هذا فى بلدكم هذا فى شهركم هذا و ستلقون ربكم فيسألكم عن اعمالكم فلا ترجعن بعدى كفارا او ضلالا يضرب بعضكم رقاب بعض ألا ليبلغ الشاهد الغائب فلعل بعض من يبلغه يكون أوعى له من بعض من سمعه ” ثم قال ألا هل بلغت“

(صحیح البخاری باب حج الوداع)

ترجمہ:۔ یعنی تمہارے خون تمہارے مال اور (محمد بن سیرین کی روایت کے مطابق) تمہاری آبروئیں ایک دوسرے کے لئے ایسی ہی حرمت رکھتی ہیں جیسے تمہارے اس مہینے میں اس شہر (مکہ) اور تمہارے اس دن کی حرمت ہے۔ تم سب اپنے پروردگار رب سے جا کر ملو گے پھر وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا لہذا میرے بعد پلٹ کر ایسے کافر یا گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ خوب اچھی طرح سن لو کہ جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان لوگوں تک یہ بات پہنچا دیں جو موجود نہیں۔ وہ اصل سننے والوں سے زیادہ اسے محفوظ رکھیں گے۔ پھر فرمایا کیا میں نے تم یک پیغام پہنچا دیا ہے؟

تشریح:۔ اس حدیث میں جو فرمایا گیا ہے کہ ”میرے بعد پلٹ کر ایسے کافر یا گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو“ اس کا ایک مطلب تو یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ یہ کافروں یا گمراہوں کا کام ہے کہ ایک دوسرے کو قتل کریں۔ اور ایک مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے کو کافر یا گمراہ کہہ کر قتل نہ کرنا۔

(فتح الباری۔ کتاب الدیات جلد 12 صفحہ 194)

اسی طرح حضرت عیاض انصاریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ان لا اله الا الله كلمة على الله كريمة على الله لها عندالله مكان وهى كلمة من قالها صادقاً ادخله الله بها الجنة ومن قالها كاذباً حقنت دمه وأحرزت ماله ولقى الله غداً فحاسبه"

(مجمع الزوائد کتاب الایمان باب فی ما یحرم دم المرء ومالہ، حدیث 55)

ترجمہ: یعنی ''لا الہ الا اللہ'' کا کلمہ اللہ تعالیٰ کو بہت عزیز ہے اور اس کا بڑا درجہ ہے اور یہ ایسا کلمہ ہے کہ اگر کوئی سچے دل سے کہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کلمے کی وجہ سے جنت میں داخل کر دے گا۔ اور اگر جھوٹے دل سے کہے تو (دنیا میں) یہ کلمہ اس کے خون کو حرمت والا بنا دے گا۔ اور اس کے اعمال کو محفوظ کر دے گا۔ پھر جب وہ اللہ تعالیٰ کے پاس جائے گا تو وہ خود اس سے اس کا حساب لے لے گا۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أوّل ما يقضى بين الناس بالدماء

(صحیح البخاری کتاب الرقاق حدیث 6533)

ترجمہ: قیامت کے دن لوگوں کے درمیان جس بات کا فیصلہ سب سے پہلے ہوگا وہ خون ریزی کے معاملات ہیں۔ اسی طرح حجرت ابو بکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من صلى الصبح فهو فى ذمة الله فلا تخفروا الله فى عهده فمن قتله طلبه الله حتىٰ يكبه فى النار على وجهه۔

(رواہ ابن ماجہ کتاب الفتن رواہ الطبرانی فی الکبیر بسند صحیح)

ترجمہ: جس شخص نے صبح کی نماز پڑھ لی وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں آ گیا لہٰذا اللہ تعالیٰ کی اس ذمہ داری کی بے حرمتی مت کرو۔ چنانچہ جو کوئی اس کو قتل کرے گا اللہ اسے طلب کرے گا یہاں تک کہ اسے منہ کے بل آگ میں پھینک دے گا۔ قرآن کریم کی جس آیت کو شروع میں پیش کیا گیا ہے اس میں بنی اسرائیل کو دیئے جانے والے حکم کے حوالے سے ارشاد فرمایا ہے کہ انسانی خون کو ارزاں نہ بناؤ۔ ایک انسان کی زندگی کو ختم کر دینا پوری انسانیت کو ختم کر دینے کے مترادف ہے۔ حجۃ الوداع کے خطبہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے انسان کی عزت، اموال اور جان و آبرو کا خیال رکھنے کا تاکیدی حکم ارشاد فرمایا تھا اور یہ حکم آگے پہچاتے چلے جانے کی تاکید فرمائی تھی۔ یہانتک کہ صرف لا اله الا الله کہہ دینا چاہے سچے طور پر ہو یا جھوٹے طور پر انسان کو اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں داخل کر دیتا ہے۔ اور اگر کوئی جھوٹے طور پر پڑھتا ہے تو اس کا حساب لینا انسانوں کا کام نہیں ہے۔ بلکہ قیامت کے روز خدا خود اس سے اس کا حساب لے گا۔ اور اگر کوئی صبح کی نماز پڑھ لیتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں آ جاتا ہے اور جو کوئی ایسے شخص کو قتل کر دے گا تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ میں اوندھے منہ پھینک دے گا۔ اب ان احکامات کی موجودگی میں کسی کلمہ گو کو یہ کہنا کہ وہ جھوٹے طور پر پڑھ رہا ہے، اور پھر اسے قتل کر دینے کا کہاں جواز ہے اور مساجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے والوں کو گولیوں کا نشانہ بنا دینا کتنا بڑا شیطانی فعل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے اسلام میں مستقبل میں ہونے والے فتنوں اور فسادوں کا بھی ذکر فرمایا تھا۔

دراصل اسلام کی بڑھتی ہوئی ترقی کو دیکھ کر حضرت عثمانؓ کی خلافت کے ساتویں سال میں یہ فتنے شروع ہوئے ان فتنوں کا سرغنہ ایک یہودی عبداللہ بن سبا تھا۔ جو یمن کا رہنے والا تھا شرارت کی طرف مائل ہو جانا اس کی جبلّت میں داخل تھا خفیہ منصوبہ بندی اس کی عادت تھی اور اپنے مطلب کے آدمی تاڑ لینے میں اس کو مہارت حاصل تھی اور نیکی کے پردے میں بدی کی تحریک کرنا اس کی عادت تھی۔ حکومت سے ناخوش اور سزا یافتہ لوگوں کو دوست بناتا اور سادہ لوح لوگوں کو اپنی چرب زبانی سے دام فریب میں پھنسا لیتا تھا۔ اس نے عالم اسلام کے مشہور مراکز میں جا کر سلطنت اسلامیہ کے خلاف فساد اور بغاوت اور اسلام سے بیگانگی کا بیج بویا جو بعد میں بڑھ کر ایک بہت بڑا درخت بن گیا۔

(ملخّص از طبری جلد 6 صفحہ 2922 مطبوعہ بیروت)

حق یہی ہے کہ یہ شورش ایک خفیہ منصوبہ کا نتیجہ تھی جس کے اصل بانی یہودی تھے جن کے ساتھ طمع دنیاوی میں مبتلاء بعض مسلمان جو دین سے نکل

چکے تھے شامل ہو گئے تھے۔

(اسلام میں اختلافات کا آغاز از حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ صفحہ 282 مطبوعہ فضل عمر فاؤنڈیشن)

آج کے زمانہ میں بھی بہت سی نام نہاد اسلامی تنظیمیں مسلمانوں میں بنائی گئی ہیں جن میں خام مسلمان نوجوانوں کو اور کم تربیت یافتہ لوگوں کو جو نام کے مسلمان ہیں استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے ابتدائے اسلام میں سبائی سازشی گروہ نے ناپختہ کار خام مسلمان نوجوانوں کو یا سزا یافتہ اور دنیا دار لوگوں کو اپنی بنائی ہوئی ایک جنت حمقاء کے دھوکے میں رکھ کر کام لیا جاتا تھا اور اسلامی ریاستوں کو کمزور کیا جاتا تھا اور اپنے مقاصد کو حاصل کیا جاتا تھا۔ اب بھی تو وہی کچھ ہو رہا ہے۔ صرف نام بدل دئے گئے ہیں۔ اور کاروائی سب قال اللہ وقال الرسول کی خلاف ورزی میں ہو رہی ہے۔ نقصان کس کا ہو رہا ہے؟ مسلم امّہ کا۔ اور کمزور کون ہو رہا ہے؟ مسلمان قوم اور مسلم ممالک اور نام نہاد اسلام کے نام پر بنائی جانے والی تنظیمیں ہی ہیں جن کو استعمال کیا جاتا ہے۔ کاش وہ نوجوانوں کو یہ بھی بتائیں کہ خودکشی اسلام میں حرام ہے۔ اور اپنے جسم کے ساتھ بم باندھ کر اپنے چیتھڑے اڑا کر اور اس کے ساتھ سینکڑوں ہزاروں مسلمانوں کو ہلاک کرنا انسان کو ہرگز جنت میں نہیں لے جاتا بلکہ جہنم رسید کر دیتا ہے۔

مسلمان سیاستدانوں اور حکومتوں کے اہم افراد کا تو یہ حال ہو گیا ہے کہ عوام الناس کی بہبودی کے لئے بین الاقوامی اداروں سے بھاری رقوم قرض لی جاتی ہیں اور پھر انہیں اپنے ذاتی استعمال میں لایا جاتا ہے۔ یا اسے عالمی بنکوں میں سنبھال لیا جاتا ہے اور پھر وہی جنہوں نے یہ رقوم فراہم کی ہوتی ہیں یا ان کے سرغنے غریب اسلامی ممالک کے غریب عوام میں رقوم تقسیم کر کے انہیں اپنے ہی حکمرانوں کے خلاف احتجاج پر اکساتے ہیں۔ نتیجتاً حکمران صفحۂ ہستی سے مٹ جاتے ہیں گویا اس طرح سے جمہوریت کا ڈھنڈھورا پیٹا جاتا ہے اور ان حکمرانوں کی سنبھالی ہوئی رقوم پھر وہیں واپس چلی جاتی ہیں جہاں سے وہ آئی تھیں۔ یہ چکر دیر سے چل رہا ہے کاش کہ مسلمانوں کو یہ معلوم ہو سکے کہ ان کے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ کیوں وہ ایک عذاب میں مبتلاء ہیں۔ یہ اس لئے ہو رہا ہے کہ انہوں نے خدا اور رسول ﷺ کے احکامات کو بھلا دیا ہے۔ اور وہ ایک عظیم الشان سچائی سے روگردانی کر رہے ہیں۔



رباعی

محترمہ سیدہ منیرہ ظہور صاحبہ

طاہر کو ایک جہد مسلسل کا نام ہے
طاہر تو ایک جذبہ کامل کا نام ہے
پارس ہے جس کے ہاتھ سے پتھر ہو کیمیا
طاہر تو ایسے جوہرِ قابل کا نام ہے

❁❁❁❁❁❁❁

❁❁❁❁❁

آنحضور ﷺ نے فرمایا تھا من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیہ

(رواہ ابوداود الطیالسی فی مسندہ وابونعیم فی حلیۃ عن ابن عمر)۔ (کنزالعمال جلد 3 صفحہ 200)

نوٹ: یہ حدیث اہل تشیع کے ہاں بھی مسلم ہے۔ (ملاحظہ ہو کلینی صفحہ 96)

یعنی جو شخص اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہ کرے وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

اسی طرح امام مہدی کے بارے میں ابو داود جلد 6 صفحہ 216 کتاب الملاحم مطبوعہ مطبع نولکشور کی حدیث میں ہے:

اذا رائیتموہ فاعرفوہ۔ یعنی جب تم امام مہدی کا زمانہ پاؤ تو تمہیں چاہئے کہ اسے شناخت کرو اور ایک دوسری روایت میں ہے:

فاذا رائیتموہ فبایعوہ ولو حبواً علی الثلج فانہ خلیفۃ اللہ المھدی۔

(ابن ماجہ کتاب الفتن جلد 2 باب خروج المہدی حدیث نمبر 4084)

یعنی جب تم امام مہدی کا زمانہ پاؤ تو اس کی بیعت کرو خواہ تمہیں برف پر سے گھٹنوں کے بل ہی اس کے پاس جانا پڑے کیونکہ وہ خلیفۃ اللہ ہے۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام مہدی و مسیح موعود ہو کر آ چکے ہیں اور تمام دنیا میں حقیقی اسلام کی منادی ہو رہی ہے مگر بہتیرے نشانات دیکھنے کے باوجود بے حسی کا عالم ہے کہ لوگ کچھ سمجھتے ہی نہیں۔ اور جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جب میرا مہدی ظاہر ہو تو اس کو میرا سلام پہنچانا۔ چنانچہ بہت سے اہل علم بزرگوں نے آپ کو مانا اور آنحضرت ﷺ کا سلام پہنچایا۔ حضرت رسول پاک ﷺ نے امام مہدی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بتائی تھی اور فرمایا تھا

ان لمھدینا آیاتین لم تکونا منذ خلق السمٰوٰت و الارض ینکسف القمر لاول لیلۃ من رمضان و تنکسف الشمس فی النصف منہ۔

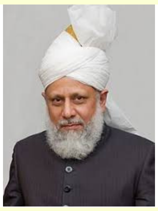
(دار قطنی کتاب العیدین باب صفۃ الصلوۃ الخسوف)

ترجمہ: ہمارے مہدی کی صداقت کے دو نشان ہیں اور یہ دونوں نشان کبھی کسی کے لئے جب سے دنیا بنی ہے ظاہر نہیں ہوئے۔ رمضان میں چاند کو (چاند کی گرہن کی راتوں میں سے) پہلی رات کو اور (سورج گرہن کے دنوں میں سے) درمیانے دن کو سورج کو گرہن لگے گا۔

یاد رہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کی تائید میں چاند اور سورج گرہن کا یہ عظیم الشان نشان جو صرف خدائے قدیر کے اختیار میں تھا 1894ء بمطابق 1311ھ کو بالترتیب 13 رمضان (21 مارچ) اور 28 رمضان (6 اپریل) کو ظاہر ہوا۔ پس اب مسلمانوں کو علماء سوء کے پیچھے ہرگز نہیں چلنا چاہئے اور ہر قسم کی آفات اور مصائب سے بچنے کے لئے صرف اور صرف امام وقت کا دامن پکڑنا چاہئے اور امام مہدی علیہ السلام کے خلیفہ جو اس وقت موجود ہیں ان کی بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں داخل ہو جانا چاہئے۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کی سچائی کو ماننے والے اب دنیا کے 202 ممالک میں موجود ہیں۔

یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آ چکا
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا

وما علینا الا البلاغ



آج دنیا کی حالت بہت نازک ہو گئی ہے

جماعت کے خلاف تو مقدمات میں ہمیں اکثر نظر آتا ہے کہ بہت سارے لوگ جو موجود بھی نہیں ہوتے وہ گواہ بن کے کسی کے مقدمے میں پیش ہو جاتے ہیں۔ تو بہرحال (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) فرماتے ہیں کہ ”آج دنیا کی حالت بہت نازک ہو گئی ہے۔ جس پہلو اور رنگ سے دیکھو جھوٹے گواہ بنائے جاتے ہیں۔ جھوٹے مقدمہ کرنا تو بات ہی کچھ نہیں۔ جھوٹے اسناد بنا لیے جاتے ہیں“۔ (سارے کاغذات documents جھوٹے بنا لئے جاتے ہیں۔ کسی سرکاری افسر کو پیسے دیئے اور جھوٹے بنا لئے) ”کوئی امر بیان کریں گے تو سچ کا پہلو بچا کر بولیں گے۔“ (یعنی سچ سے دُور ہی رہیں گے اور آجکل تو یہ حالت پہلے سے بھی بڑھ گئی ہے) ”اب کوئی ان لوگوں سے جو اس سلسلہ کی ضرورت نہیں سمجھتے پوچھے کہ کیا یہی وہ دین تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے؟“ (سلسلے کی ضرورت کے بارے میں آپ نے ان اخلاق کو پیش کیا اور بتایا کہ کیا صرف اتنا ہی کہہ دینا کہ مسیح آسمان پر نہیں ہے اور زمین میں فوت ہو چکے ہیں اور اب جس نے آنا تھا وہ آ گیا ہے کافی ہے؟ نہیں۔ بلکہ یہ اعلیٰ اخلاق ہیں جو قائم کرنے ہوں گے۔ اور اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا) فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ نے تو جھوٹ کو نجاست کہا تھا کہ اس سے پرہیز کرو۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (الحج: 31) بُت پرستی کے ساتھ اس جھوٹ کو ملایا ہے“۔ فرمایا ”جیسا احمق انسان اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پتھر کی طرف سر جھکاتا ہے ویسے ہی صدق اور راستی کو چھوڑ کر اپنے مطلب کے لیے جھوٹ کو بُت بناتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بُت پرستی کے ساتھ ملایا اور اس سے نسبت دی جیسے ایک بت پرست بت سے نجات چاہتا ہے۔ جھوٹ بولنے والا بھی اپنی طرف سے بت بناتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس بُت کے ذریعہ نجات ہو جاوے گی......“

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 349-350 ایڈیشن 1984ء)

مفتی محمود صاحب اور اسمبلی میں احمدیہ وفد

(شاہین سانگلوی)

یہ کوئی لگ بھگ نصف صدی پہلے کی بات ہے۔ وطن عزیز میں سیاسی احتجاج کا ایسا ہی ہمرنگ موسم تھا۔ یعنی ایک طرف ایک پارٹی تو دوسری طرف نو سیاسی و مذہبی پارٹیوں کا اتحاد۔ اگر فرق تھا تو صرف یہ تھا کہ اقتدار میں سنگل پارٹی تھی یعنی پیپلز پارٹی کے بھٹو صاحب اور اپوزیشن میں نو مذہبی و سیاسی جماعتوں کا اتحاد یعنی (U.D.F) تھا ہاں مشترک بہت سی باتوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ PDM کی طرح UDF کی بھی روح رواں مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی ہی فیملی تھی یعنی مفتی محمود صاحب UDF متحدہ جمہوری محاذ کی نائب صدارت پر براجمان تھے۔ محترم نعیم آسی صاحب نے جناب مفتی محمود صاحب کی سوانح عمری ''مولانا مفتی محمود حیات و خدمات'' کے نام سے لکھی ہے جسے مسلم اکادمی وزیر پورہ سیالکوٹ نے شائع کیا ہے۔

جناب مفتی صاحب کے مورخ، احمدیہ وفد کے 1974 کی قومی اسمبلی ہال میں داخلہ کی منظر کشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''مرزا ناصر شلوار کرتے میں ملبوس سفید طُرے دار پگڑی باندھ کر آئے۔ متشرع سفید داڑھی، جب حضرت نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی زبان پر لاتے تو پورے ادب کے ساتھ درود شریف پڑھتے، قرآن مجید کی آیت بھی پڑھ لیتے، سادہ لوح ارکان اسمبلی اس پر بہت ضغطے میں پڑے اُن کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ یہ داڑھی والے جو درود بھی بھیجتے ہیں آیتیں بھی پڑھتے ہیں یہ کیسے کافر ہو سکتے ہیں۔ ایسے ماحول میں جبکہ ارکان اسمبلی کے رخ بالکل مخالف تھے ان کے ذہنوں کو تبدیل کرنا نہائت کٹھن تھا خود مفتی صاحب بیان کرتے ہیں یہ مسئلہ بہت بڑا مشکل تھا'' (ص 216)

حالات کیسے بدلے، مشکلات کیسے حل ہوئیں اس سے ہمیں کوئی سروکار نہیں یا اگر جناب نعیم چٹھہ قادری صاحب سیکرٹی جنرل تحریک لبیک کی آواز میں کہوں تو یہ ہوگا کہ زیادہ اہم بات یہ تھی کہ بھیڑ کا بچہ ہی پانی گندا کر رہا تھا چنانچہ اُس کا گلہ گھونٹ کر اِس اخلاقی برائی کا راستہ روک دیا گیا تاہم یہ بات کوئی زیادہ اہمیت نہیں رکھتی تھی کہ پانی کس طرف سے آ رہا تھا؟ اسی طرح سے 1974 کی اسمبلی کی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ہم 72 فرقوں نے مشترکہ طور پر جماعت احمدیہ کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے کر غیر مسلم اقلیت بنا دیا ہے۔ تاہم اسی تناظر میں یہ بات کوئی زیادہ اہمیت نہیں رکھتی کہ آیا کسی اسمبلی کو یہ مذہبی یا اخلاقی حق حاصل بھی ہے یا نہیں کہ وہ کسی کے عقیدے اور ایمان کے بارے میں فیصلہ کرے کہ وہ کیا ہے یا کیا نہیں ہے یا اسے کیا ہونا چاہئے؟

منڈی بہاء الدین سے تعلق رکھنے والے، ازدواجیات کے ماہر، ہمارے ایک بہت پیارے دوست جناب نصیر احمد وڑائچ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ گھر کی دہلیز کے اندر یا باہر، بالکل آخری قدم کے وقت پر، گھر سے باہر جاتے یا گھر میں داخل ہوتے وقت مرد کے چہرے پر جو تاثرات ہوتے ہیں وہ پوری کہانی کا بلیو پرنٹ ہوتے ہیں کہ اس نے دفتر میں دن یا گھر میں رات کیسے گزاری۔ اس کے بعد وہ تکلفات کی بکل مار لیتا ہے۔ میں نے 1974 کی اسمبلی کے غیر اہم واقعات کو نوٹ کرتے ہوئے اسی اصول کا چناؤ کیا اور اس بحث کو چھوڑ دیا جو اسمبلی کے اندر ہوئی یا بقول مولوی اللہ وسایا صاحب جس میں امام جماعت احمدیہ عظیم علماء کے سوالات سے گھبرا گھبرا کر صرف پانی پی رہے تھے اور رومال سے پسینے پونچھ رہے تھے''۔ بلکہ صرف ان واقعات اور ارشادات کا تعاقب کیا جو جماعت احمدیہ کے وفد کے اسمبلی کی دہلیز پر قدم رکھنے سے پہلے یا بعد میں علمائے کرام اور معزز ممبران کے ہونٹوں کی زینت بنے اور سرکاری وقائع نگارز کے قلموں سے تحریر ہو کر تاریخ کے سرکاری سینے پر نقش ہو کر سرکاری ریکارڈ کا حصہ بن گئے۔ اور

قومی اسمبلی کی اپنی ویب سائٹ پر لکھے موجود ہیں

30 جون 1974 کو قومی اسمبلی میں بجٹ کی کاروائی ختم ہوئی اور ابھی وزیر اعظم صاحب ایوان ہی میں موجود تھے کہ اپوزیشن کے ممبران نے کہا کہ وہ ایک قرارداد پیش کرنا چاہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کے پیروکاروں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے ۔اس پر وزیر قانون جناب عبدالحفیظ پیرزادہ صاحب نے فرمایا کہ حکومت اصولی طور پر اس کی مخالفت نہیں کرتی بلکہ خیر مقدم کرتی ہے بلکہ زیادہ مناسب ہے کہ ہم یہ قرارداد مشترکہ طور پر پیش کرتے ہیں چنانچہ اگلے دو گھنٹے اسپیکر صاحب کے چیمبر میں حکومت اور اپوزیشن کے ممبران کی میٹنگ ہوئی اور پھر وزیر قانون صاحب نے یہ قرارداد پیش کردی کہ ایک اسپیشل کمیٹی قائم کی جائے جو ایوان کے تمام اراکین پر مشتمل ہو۔سپیکر اسمبلی اس کے چیر مین کے فرائض ادا کریں اور اس کمیٹی کے سپرد مندرجہ ذیل تین کام ہوں گے

1۔۔اسلام میں اس شخص کی کیا حیثیت ہے جو حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی نہ مانتا ہو۔2۔۔ایک مقررہ وقت میں ممبران کمیٹی سے قرارداد یں اور تجاویز وصول کرنا اور ان پر غور کرنا۔3۔غور کرنے، گواہوں کا بیان سننے اور دستاویزات کا مطالعہ کرنے کے بعد اس مسئلہ کے متعلق تجاویز مرتب کرانا۔

اس کے ساتھ ہی پہلے غیر اہم کام کا اعلان یہ ہوا کہ یہ ساری کاروائی in camera ہوگی۔یکم جولائی 1974 کو ایک بار پھر سے اس سپیشل کمیٹی کا اجلاس شروع ہوا اور ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہا۔اس میں ایک بار پھر سے یہ منظور کیا گیا کہ اس کمیٹی کی کاروائی بصیغہ راز رکھی جائے گی۔اور سوائے سرکاری اعلامیہ کے اس بارہ میں کوئی خبر شائع نہیں کی جائے گی۔3 جولائی کو کاروائی پھر سے شروع ہوئی اور مزید قواعد بنائے گئے اور ایک بار پھر سے in camera یعنی خفیہ کاروائی کے اُصول کا سختی سے اعادہ کیا گیا۔(یہ اصرار علماء اور حکومت کی طرف سے ہے نہ کہ جماعت احمدیہ کی طرف سے ۔ایسا کیوں؟)

دوسری غیر اہم بات 4 جولائی کو ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ نے قومی اسمبلی کی کمیٹی کے صدر کو خط لکھ کر بتایا کہ یہ 4 افراد پر مشتمل ہمارا وفد ہوگا جو اسمبلی میں پیش ہوکر جماعتی مئوقف پیش کرے گا۔8 جولائی کو قومی اسمبلی کے سیکرٹری صاحب کی طرف سے جواب دیا گیا کہ جماعت کا مئوقف صرف اس شرط پر سنا جائے گا اگر اس وفد کی قیادت امام جماعت احمدیہ کریں گے۔13 جولائی کو جماعت کی طرف سے جواب دیا گیا کہ ”یہ بات میرے



خلافت احمدیہ

مکرم آصف محمود باسط صاحب

پیاری احمدیت کی خلافت
زمانے کے لئے رشد و ہدایت
مسیحا نہ رہا جب اس جہاں میں
خدا نے نور دیں کو دی نیابت
غم ہجر مسیحا کی دوا تھا
خدایا اس پہ تیری لاکھ رحمت
لیا جو نور دیں محمود بخشا
سراپا نور حق عجز و شرافت
خدا نے جب اسے اوپر بلایا
گیا وہ دے کے ہم کو زخم فرقت
ہمیں ناصر ملا مرہم کی صورت
نہ یہ بھی کم تھی کچھ اللہ کی رحمت
جو آیا ناصر دیں کو بلا وا
تو لایا ساتھ اللہ کی عنایت
ہمارا راہبر طاہر بنایا
کہا ہم سے کرو اس کی اطاعت
مسیحا چاند تھا یہ چار تارے
خدایا ان پہ تیری لاکھ رحمت

لئے حیرت کا باعث ہے کہ آپ ہمارے وفد کا سر براہ مقرر کر رہے ہیں۔اگر یہ ہمارا وفد ہے تو فیصلہ بھی ہمارا ہونا چاہئے کہ اس کی قیادت کون کرے گا۔تاہم قومی اسمبلی کی شرط اٹل رہی

تیسری غیر اہم بات کہ 22 جولائی کو جماعت کو قومی اسمبلی کا خط موصول ہوا کہ تقسیم ہند کے موقعہ پر جماعت کی طرف سے جو میمورنڈم پیش کیا گیا تھا اور پروفیسر spate جن کی خدمات جماعت نے حاصل کی تھیں ان کے نوٹس اور تجاویز کمیشن کو بھجوائیں۔(موضوع ہے کہ جو شخص آپ ﷺ کو آخری نبی نہیں سمجھتا اس کی اسلام میں حیثیت۔اور کاغذ تقسیم ہند کے؟)

چوتھی غیر اہم بات جماعت نے قومی اسمبلی کو لکھا کہ جو سوالات کمیٹی نے پوچھے ہیں وہ اگر مہیا کر دیئے جائیں تا کہ جواب متعلقہ حوالہ جات کے ساتھ پیش کیا جا سکے۔25 جولائی کو قومی اسمبلی کی طرف سے جواب موصول ہوا کہ سٹیرنگ کمیٹی نے اس پر غور کر کے فیصلہ کیا ہے کہ یہ سوالات قبل از وقت مہیا نہیں کئے جا سکتے۔(کسی جرم کی تفتیش تو ہو نہیں رہی مذہبی مذاکرہ ہے پھر سوال نہ مہیا کرنے کا مطلب؟)

پانچویں غیر اہم بات 5 اگست کو بیان پر جرح شروع ہوئی ۔ دوپہر کے وقفہ کے بعد کاروائی شروع ہوئی تو ایک ممبر اسمبلی نے مسئلہ پیش کر دیا کہ۔انہوں نے کہا کہ اگر اسمبلی میں تقاریر ہوں تو رپورٹرز اس کا متن تیار کر کے ممبران کو تصحیح اور تصدیق کے لئے بھجوا دیتے ہیں تو اب جماعت کا وفد ایک گواہ کی حیثیت سے بیان دے رہا ہے تو کیا اس کا ریکارڈ جماعت کے وفد کو تصحیح اور تصدیق کے لئے بھجوایا جائے گا؟اس کے جواب میں سپیکر صاحب نے کہا کہ جماعت کو جماعت کے وفد کا بیان تصحیح اور تصدیق کے لئے نہیں بھجوایا جائے گا۔(عجیب بات نہیں دنیا بھر میں گواہ کا بیان گواہ کو دکھایا جاتا ہے جسے وہ تسلیم کر کے یا تصحیح کر کے دستخط کر کے دیتا ہے اور پھر یہ اس کا تصدیق شدہ بیان مانا جاتا ہے لیکن یہاں فیصلہ ہے کہ گواہ کو مکمل اندھیرے میں رکھ جائے گا تا کہ اسے علم ہی نہ ہو کہ اس کا کیا بیان قلم بند ہو رہا ہے)

چھٹی غیر اہم بات یہ تھی کہ جب 5 اگست کی کاروائی ختم ہوئی اور جماعتی وفد چلا گیا تو مولانا نورانی صاحب نے اپنی ناراضگی کا یوں اظہار کیا کہ" دیکھیں وہ لوگ ہنستے بھی ہیں، باتیں بھی کرتے ہیں، اس طرف دیکھ کر مذاق بھی کرتے ہیں، اور سر بھی ہلاتے ہیں، جناب سپیکر آپ ان لوگوں کو چیک کریں"(عجیب بات ہے ہم نے انہیں آسانی سے ہرا کر کافر قرار دے دینا ہے مگر یہ ہمارے سامنے بیٹھ کر ڈر نہیں رہے)

ساتویں غیر اہم بات یہ ہوئی کہ 6 اگست کی صبح ابھی جماعتی وفد پہنچا ہی تھا کہ ایک ممبر جناب جہانگیر علی صاحب کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ جناب سپیکر تحریر یا دستاویز سے استدلال کرنا گواہ کا کام نہیں۔یہ کام ججوں کا ہے۔لہذا جماعت کو روکا جائے کہ وہ جواب میں اپنا استدلال پیش نہ کریں صرف جواب دیں (کیسا امتحانی پرچہ ہے کہ جس میں عقیدہ پر بات ہے لیکن آپ کو اپنی کتاب دیکھنے کا اجازت نہیں)

آٹھویں غیر اہم بات۔ممبر مولوی نعمت اللہ صاحب نے یہ سوال اٹھایا کہ اس بات کا صحیح جواب نہیں دیا گیا کہ چودھری صاحب نے قائد اعظم کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا؟ ایک اور ممبر جناب عبدالحمید جتوئی صاحب کھڑے ہو گئے اور فرمایا "جناب چیر مین ہمیں کل سے پتہ لگا ہے کہ ہم اس ہاؤس میں جج بنے ہیں اور ہم فیصلہ کریں گے۔میں سمجھتا ہوں ہماری پوزیشن وہی ہے جیسے کسی نان ایڈووکیٹ کو ہائی کورٹ کا جج بنا دیا جائے اور وہ فتوی دے اس جج کا جو فتویٰ ہے جج کی حیثیت سے۔میری تو عرض یہ ہے کہ یا تو ہم اسلام کے ماہر ہوں ۔ اسلامیات پڑھے ہوئے ہوں یا پروفیسر ہوں اسلامیات کے تو پھر ہم سے فتویٰ کی امید رکھی جا سکتی ہے لیکن ایسے حالات میں ہمارے لئے as a lay man بڑا مشکل ہے کہ ہم جج بنیں

سپیکر :آپ نے فتویٰ نہیں دینا آپ نے فیصلہ کرنا ہے۔عبدالحمید جتوئی: فیصلہ کرنا ہے؟ سپیکر :فیصلہ کرنا ہے عبدالحمید جتوئی:فیصلہ کرنے کا اس آدمی کو کیسے حق آپ دیتے ہیں جس کو قانون کا پتہ ہی نہیں ہو؟انتہائی زیادتی ہے ہمارے ساتھ۔ سپیکر : پھر بعد میں فیصلہ کریں گے۔

نویں غیر اہم بات یہ تھی کہ دوپہر 12 بجے کاروائی دوبارہ شروع ہوئی اور جماعتی وفد کے آنے سے قبل ایک ممبر جناب چوہدری غلام رسول تارڑ صاحب نے سپیکر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جو فتوے یہاں مرزا صاحب نے

پڑھتے ہیں ان کا اچھا اثر نہیں ہو گا اگر کسی ممبر یا مولانا کے پاس ان کی تردید ہو تو وہ دے دیں ۔

دسویں غیر اہم بات اس شام کو جب وفد چلا گیا تو سپیکر صاحب نے فرمایا کہ The honourable members may keep sitting پھر آپ نے اظہار برہمی کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ طریقہ کار بالکل غلط ہے کہ ایک حوالہ کو تلاش کرنے میں آدھ گھنٹہ لگا ہے میں کل سے کہہ رہا ہوں کہ کتابیں اس طرح رکھیں یعنی چار پانچ کرسیاں ساتھ رکھیں .... ابھی سپیکر صاحب خاموش ہوئے ہی تھے کہ جناب مفتی محمود ساحب بولے جناب والا ہم صفحہ اور لکھتے ہیں اور کتاب ہمارے پاس دوسری قسم کی آجاتی ہے۔ ہمارے پاس تین حوالے تھے اب وہ ٹٹول رہے ہیں'' مولوی غلام غوث ہزاروی صاحب بولے جناب والا میں ایک چیز کے متعلق عرض کروں کہ ہم حوالہ جات اس وقت تیار رکھیں گے جب ہم کو اٹارنی جنرل کی طرف سے علم ہو کہ اب وہ کون سے سوالات کریں گے؟؟

گیارھویں انتہائی غیر اہم بات 7 جولائی کو دوپہر والا سیشن ختم ہوا تو سپیکر صاحب نے ایک بار پھر سے تمام ممبران اسمبلی کو روک لیا۔ آج کی کاروائی سے انہیں اس بات کا بہت احساس تھا کہ جماعت کے وفد کے سامنے ممبران اسمبلی کو شرمندگی اُٹھانی پڑی ہے فرمایا we should not cut a sorry figure before the members of the delegation. And these members should be here up to 6 یعنی ہمیں وفد کے ممبران کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا چاہئے وفد کے ممبران 6 بجے یہاں پہنچ جائیں گے۔ اگر آپ نے اپنا work دکھانا ہے تو یہ نہیں ہے کہ ایک حوالہ تلاش کرتے آدھ گھنٹہ لگ جائے The change of edition or print at rabwah, or Qadian is no excuse, or you say یہ ریفرنس نہیں ہے، غلط دیا ہے، یا یہ کتاب ہی نہیں exist کرتی''

اس موقعہ پر ممبر اسمبلی عبدالحمید جتوئی صاحب کا کہنا تھا کہ جو سوال کیا جاتا ہے جماعت کے وفد کے پاس اس کا لکھا ہوا جواب ہوتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سوالات leak ہو رہے ہیں۔ اور ممبران اسمبلی میں سے کوئی ایسا کر رہا ہے اس پر دو ممبران نے اس کی تائید کی۔

بارھویں غیر اہم بات یہ ہوئی کہ اس شام کو جب سیشن ختم ہوا اور وفد چلا گیا تو ایک ممبر جناب محمود اعظم فاروقی صاحب نے تجویز پیش کی کہ جماعت کے وفد کو رات 12 بجے تک بٹھا کر سوالات کریں۔ ہم بھی بیٹھیں گے۔ اس پر سپیکر صاحب نے کہا کہ گواہ کے بھی کچھ حقوق ہوتے ہیں اور پھر انہیں یاد دلایا کہ وہ اب تک کاروائی سے غیر حاضر تھے اور اب آکر کاروائی ڈال رہے ہیں۔ اس مرحلہ پر ایک ممبر اسمبلی محمد سردار خان صاحب نے یہ نکتہ اٹھایا اور فرمایا کہ I want to bring it to the notice of the honourable house that the main question, I should say before the special committee or the assembly is the status of the person who does not belive in the finality of th prophethood. That question or that point is still untouched

تیرھویں غیر اہم بات یہ ہوئی کہ 8 اگست کو سوا بارہ بجے اجلاس شروع ہوا۔ ابھی جماعتی وفد ہال میں نہیں آیا تھا کہ سپیکر صاحب نے فرمایا کہ دروازہ بند

کردو نورانی صاحب نے شکوہ شروع کر دیا کہ ان سے مختصر جواب لیا کریں اس پر اٹارنی جنرل صاحب نے عاجز آکر فرمایا I request the honourable members not to supply me loose balls to score boundaries یعنی میں بڑے ادب سے عرض کروں گا کہ ممبران مجھے کمزور گیندیں نہ مہیا کریں جن پر یہ جماعت والے چوکے چھکے لگائیں۔ اس پر سپیکر صاحب نے ایک دفعہ پھر سے ممبران سے صحیح طرح سے حوالہ جات پیش کرنے کی درخواست کی اور کہا ''وہ جو questions ہمارے approve ہوئے ہیں ان میں کئی حوالہ جات نکلتے ہی نہیں ہیں'' ایک اور ممبر سردار مولا بخش سومرو صاحب

نے کہا کہ جب ہماری کتب یہاں موجود ہیں تو انہیں اس بات کی اجازت نہیں دینی چاہئے کہ وہ بعد میں اپنی کتب پڑھ کر جواب دیں۔اس موقعہ پر مولوی ظفر انصاری نے اصرار کیا کہ انہیں لکھی ہوئی کوئی چیز پڑھنے کا موقع نہ دیا جائے۔

چودھویں نہ صرف بالکل غیر اہم بلکہ دلچسپ بھی ہے 9 اگست کی صبح جماعتی وفد کے آنے سے پہلے جناب محمود قصوری صاحب نے اپنی ایک عجیب گھبراہٹ کا ذکر کیا کہ جب احمدیوں کا وفد ہال سے چلا جاتا ہے تو ہم آپس میں بات کرتے ہیں، اگر یہ ریکارڈ کل کلاں کسی کے ہاتھ لگ گیا تو تو اس پر کوئی اعتراض کر سکتا ہے اس لئے میری درخواست ہے کہ جب ایسا ہو رہا ہو تو پلگ نکال دیا جائے یعنی اس گفتگو کی ریکارڈنگ نہ کی جائے۔اس موقعہ پر ایک اور ممبر جناب چوہدری جہانگیر صاحبنے بھی اپنی پریشانی سپیکر صاحب کو پیش کی کہ ”مسٹر چیئر مین سر! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ Delegation کے ممبر بڑے Brief Cases لے کر اور Bages لے کر اندر آجاتے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ جناب والا کہ وہ اسمبلی کی ہاؤس کی کاروائی کو ٹیپ ریکارڈ کر رہے ہوں۔اس کے متعلق ذرا تسلی کر لیجئے (11 اگست تا 19 اگست وقفہ کر دیا گیا اور 20 اگست سے دوبارہ کاروائی شروع ہوئی)

پندرھویں غیر اہم بات 21 اگست کی صبح ہوئی۔سپیکر صاحب نے اسمبلی کو بتایا کہ جماعت احمدیہ اس سپیشل کمیٹی کی ریکارڈنگ مانگ رہی ہے سپیکر نے کہا کہ میں نے اس خط کا جواب یہ دیا ہے کہ فی الحال ایسا نہیں کیا جا سکتا۔ممبران اسمبلی نے اس کی تائید کی۔محمد حنیف صاحب نے کہا کہ آپ نے کہا ہے کہ فی الحال نہیں دی جا سکتی۔یہ ریکارڈنگ کبھی بھی نہیں دینی چاہئے۔پروفیسر غفور صاحب نے کہا کہ صرف ریکارڈنگ ہی نہیں بلکہ اس کی کاپی بھی نہیں دینی چاہئے۔

سولہویں بات کہ ممبران اسمبلی اس کاروائی کے افشاء ہونے سے اس قدر خوف زدہ تھے کہ اس مرحلہ پر ایک ممبر نے کہا کہ وہ دروازہ کھلا رہتا ہے اور وہاں پر کوئی constantly سنتا رہتا ہے۔سپیکر صاحب نے ہدائیت دی کہ یہ معلوم کر کے بتائیں کہ یہ شخص کون ہے؟

سترھویں اور آخری غیر اہم بات یہ تھی کی 24 اگست کو سوالات کا آخری دن تھا وہ ختم کرنے کے بعد ایک بار پھر سے بڑے اصرار سے کہا گیا کہ اس کاروائی کو خفیہ رکھنا چاہئے۔

مختصر یہ کہ کاروائی خفیہ ہوگی، اصل موضوع پر بات نہیں ہوگی، جو سوال ہم آپ سے پوچھنا چاہتے ہیں وہ پیشگی نہیں بتائیں گے، جواب آپ کسی تحریر کو پڑھ کر نہیں دے سکتے زبانی دینا ہوں گے، باقی سب ممبران کے بیان کی کاپی ان کو دکھائی جائے گی اور تصحیح کے بعد دستخط لئے جائیں گے اور ایک کاپی بھی ان کو دی جائے گی لیکن آپ کو ایسا نہیں کریں گے اور نہیں دکھائیں گے کہ ہم نے آپ کا کیا بیان نوٹ کیا ہے، آپ اسمبلی میں ہمارے سامنے بیٹھ کر ایک دوسرے سے ہنستے بھی ہو، سر بھی ہلاتے ہو اور ڈرتے اور روتے بالکل بھی نہیں۔ ہم آدھ آدھ گھنٹہ صرف ایک حوالے پر صَرف کرتے ہیں جبکہ آپ فوری جواب دیتے ہو ہمیں شک ہے کہ کوئی حوالے لیک کر رہا ہے۔ہماری Loose بالوں پر چھکے اور چوکے لگاتے ہو، ہم کاروائی کا راز افشا ہونے کے ڈر سے پلگ نکال دیتے تھے ہمیں پھر بھی شک ہے کہ کہیں بریف کیس میں ٹیپ ریکارڈر چھپا کر ریکارڈنگ تو نہیں کر رہے ہو۔ بلکہ ہمیں تو یہ بھی لگتا ہے کہ دروازے پر کھڑا کوئی شخص ہماری کاروائی سنتا رہتا ہے۔ہم آپ کو اپنی ریکارڈنگ تو کیا کوئی بھی کاپی نہیں دیں گے۔۔۔۔۔مگر یاد رکھیں یہ سب بیکار اور غیر اہم باتیں ہیں۔اہم بات یہ ہے کہ” ہم نے اور ہمارے عظیم علماء نے مل کر جماعت احمدیہ کو سوالات کے ذریعہ عبرتناک شکست دی اور ان کے پاس جواب دینے کے لئے کچھ نہیں تھا۔اور یوں ہم 90 سالہ مسئلہ جیت گئے اور جماعت احمدیہ ہار گئی“۔

اللہ اللہ خیر صلی

اگر اسمبلی کی دہلیز سے ایک قدم اندر کا یہی بلیو پرنٹ ہے تو پھر طے شدہ بات ہے کہ ہمارے علمائے کرام واقعی ہی میدان کے فاتح تھے اور جماعت احمدیہ کے وفد کے پاس یقیناً ہارنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا ایک بار پھر اللہ اللہ خیر صلی'(بشکریہ ہم سب)

مدارس کے علماء کا مبلغ علم



رشید یوسفزئی

اسلامی دنیا میں جس بندے کو جتنی زیادہ لایعنی اور واہیات باتیں معلوم ہو اسے عالم، فقیہ، شیخ الاسلام، ایت اللہ، مجتہد اور مفکر اسلام مانا جاتا ہے. چند بڑے بڑے علماء و مجتہدین کے علم اور اجتہاد کے نمونے عرض ہیں. تجزیہ اور نتیجہ آپ پر چھوڑتا ہوں۔

دیوبند ثانی دارالعلوم حقانیہ کی محل وقوع اکوڑہ خٹک کے مضافات میں زڑہ مینہ ایک جگہ ہے. وہاں ایک وزیرستانی مفتی صاحب فقہ کے لحاظ سے امتیازی شہرت حاصل کر چکے تھے. مفتی صاحب درس نظامی کی نصاب میں شامل فقہ حنفی کی ایک کتاب ''نورالایضاح'' کی درس کیلئے مشہور تھے. والد نے ''نورالایضاح'' کی تخصیص کیلئے ان کے پاس بھیجا. درس میں شامل ہوا. طلباء بڑے جذباتی انداز میں مفتی صاحب کے علمی وسعت کے تذکرے کرتے تھے. مجھ سے کئی اسباق فوت چکے تھے. جب درس میں شامل ہوگیا تو اس وقت زیر تدریس مسئلہ پاخانے کا تھا. حضرت عام کپڑے کے بڑی بڑی لٹکتے جیبوں والی جیکٹ پہنے، آنکھیں بند کر کے اور منہ میں نسوار کا ایک بڑا گولہ رکھے پاخانے کی اصول و آداب سے متعلق نورالایضاح کی متن پر درس دیتے ہوئے فرما رہے تھے:

''سردیوں میں خصیئے سکڑ کر اوپر چلے جاتے ہیں لہذا پاخانے کی بعد مٹی کے ڈھیلے سے مقعد آگے سے صاف کرنا ہوتا ہے. گرمیوں میں انڈے لٹکتے ہیں اسی لئے پیچھے سے صاف کرنا ہوتا ہے.'' حضرت ایک پرجلال انداز سے پاخانے کا علم بانٹتے رہتے اور طلباء پر ان کا ایک علمی رعب حاوی ہوتا. چند اسباق کی بعد راقم کو معلوم ہوا کہ حضرت کا علمی چرچا اسی پاخانے کے اُمور پر علمی دسترس سے ہے.

گذشتہ گرمیوں میں نماز جمعہ کو خانہ کعبہ میں بیٹھا تھا. شعبان کا مہینہ تھا اور ہجوم سے پاؤں رکھنے کی جگہ نہ تھی. اسلامی دنیا کے دل اور مقدس ترین مرکز کے سربراہ امام کعبہ خطبہ جمعہ میں قرانی آیت ''**او جاء احد منکم من الغائط**. اور تم میں سے کوئی بڑے پیشاب سے ہوائے کی تفسیر اور متعلقہ مسائل پر خطبہ دے رہا تھا. لاکھوں سامعین میں شاید ایک فی صد عربی واقف ہوں گے..... مجھے مفتی صاب یاد آئے. میں نے پچیس سال کا عرصہ اور ہزاروں میل کا فاصلہ طے کیا. اسلامی علم وہی پاخانے پر رکھا ہوا ہے

مطالعہ پاکستان میں ''تحریک پاکستان میں علماء کا کردار'' لازمی حصہ ہوتی ہے. مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ اور مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہ کا تفخرانہ تذکرے جی سے لے کر سی ایس ایس تک طلبہ سے رٹوایا جاتا ہے۔

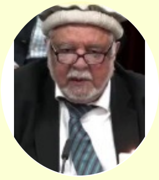
مجدد الف ثانی کا علمی سرمایہ ان کے خطوط پر مشتمل دو جلدی کتاب ''مکتوبات امام ربانی'' ہے. ایک جگہ لکھتے ہیں '' عیسیٰ علیہ السلام نے افلاطون سے ملاقات کی اور افلاطون کو توحید کی دعوت دی!''. افلاطون، عیسیٰ علیہ السلام سے 300 سے زیادہ سال قبل فلسطین سے ہزاروں میل دور یونان میں گزرے تھے. مگر تحریک پاکستان کے مجدد کو تاریخی واقعات سے کیا سروکار. اتنی جہالت کے باوجود مجدد بنائے گئے. اگر عام مولوی ہوتے تو کیا معیار ہوتا!

شاہ ولی اللہ کے فلسفے اور فکر پر پاکستان میں کیا لبرل کیا دینی سب کا ایمان ہے. پتہ نہیں ان کا کیا کارنامہ تھا. ابدالی کو لکھا گیا خط بھی تو تاریخ نے جھوٹ ثابت کیا. خود شاولی کا دعویٰ ہے '' انا قائم بالزمان'' میں وقت کا عظیم ترین مجتہد ہو'' کسی مجتہد کیلئے اپنے حالات حاضرہ سے مکمل واقفیت لازم ہے. حضرت اٹھارویں صدی کے یورپ کے نام تک سے واقف نہ تھے وہاں کے سائنسی اور کفری انقلابات کے علم کا کیا سوال؟. (اگر ابدالی کو خط والا افسانہ حقیقت مانا جائے تو کیا وقت کا مجتہد ایسا غلطی کر سکتا تھا؟'')

شاہ صاب کے فکر و فلسفہ اور اجتہاد کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گیا ہوں.

ہیچ بدست نہ آمد۔ ہاں شیر خوار بچی اور بچے کے پیشاب پر دقیق مسائل کا استخراج شاید صاحب کا اوریجنل اجتہاد ہے۔اشرف علی تھانوی صاب پاک و ھند کے مسلمانوں کے متفقہ ''حکیم الأمت'' تھے۔ان کے اجتہادات میں دال پکانے، صابن تیار کرنے، حلوہ کے مختلف اقسام بنانے کے اجتہادات شامل ہیں۔حکیم الأمت صاحب کے کچھ علمی اجتہادات واقعی قابل ستائش ہیں۔ دو نمونے عرض ہیں: مشت زنی اپنے ہاتھ سے حرام ہے مگر بیوی کے ہاتھ سے مکمل جائز ہے۔دوم، اور یہ اجتہادی اوریجنلٹی کی کمال ہے کہ ''اگر کسی نے پاخانے میں انگلی گندی کی اور وہ انگلی پھر منہ میں داخل کیا تو انگلی صاف ہوگئی!'' (کوئی حضرت سے استفسار کرتا کہ فتوی کفر اور توہین حکیم الأمت سے امان پاؤں تو عرض ہے کہ انگلی تو پاکیزہ ہوگئی مگر منہ کا کیا بنا؟''۔ایک جگہ فتویٰ دیا ہے کہ اگر کسی نے نابالغ بچی سے مباشرت کی تو بچی پر غسل واجب نہیں مگر عادت ڈالنے کیلئے بہتر ہے......ایسے تعلیمات سکھانے کے بعد پھر معاشرہ میں بچیوں پر جنسی تشدد میں اضافہ ہو رہا ہے۔علم اور علماء کے یہ معیارات حال اور ماضی قریب کے علماء اور درس نظامی سے مخصوص بات نہیں۔اسلام میں علم یہی پاخانہ والے مسائل ہیں۔اور عالم صرف وہ جو پگڑی داڑھی کیساتھ انہیں مسائل کو جانتا ہو۔اور جو جتنا زیادہ ان مسائل پر عبور رکھتا ہو اتنا زیادہ بڑا عالم، مفتی، مجتہد، امام اور فقیہ ہوگا اور ان کی مرتبے اور شان میں معمولی گستاخی اور توہین آپ کو چشم زدن میں واصل جہنم کر سکتی ہے۔

امام تقی الدین السبکی نے ''طبقات شافعیہ'' میں اور ایک جگہ ''المناقب الامام شافعی'' میں ایک واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔ایک بار امام شافعی رحمہ اللہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مہمان تھے۔امام احمد بن حنبل کی ایک چھوٹی بیٹی اپنی والد کی اس مہمان کی انتہائی عزت وتکریم پر متحیر تھی۔مہمان رات کو سوئے۔امام احمد تہجد کیلئے اُٹھے، عبادات و وظائف کئے مگر مہمان سوتے رہے۔بیٹی صاحبہ کی حیرت میں اور اضافہ ہوا کہ یہ مہمان نہ تہجد پڑھا، نہ رات کی کوئی اور عبادت کی پھر بھی میرے والد ان کی اتنی تعظیم کرتے ہیں۔صبح جب دونوں امام آپس میں بیٹھ گئے تو امام شافعیؒ نے فرمایا کہ رات کو فلاں آیت کریمہ سے میں نے ان 107 (اور ایک روایت میں 120) مسائل کا استنباط کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل کی بیٹی کو تب سمجھ آیا کہ ان کی والد اس مہمان کی کیوں اتنی تعظیم کرتے تھے۔یہ واقعہ اسلامی لٹریچر میں بڑی فخر سے بیان کیا جاتا ہے۔ میں امام شافعی رحمہ اللہ کی عظمت کا دل سے معترف ہوں مگر جو مسائل انہوں مستنبط کئے ان کا اُمت مسلمہ کو ہزار سال میں شاید ہی کوئی ضرورت آئی



برکات خلافت

خواجہ عبدالمومن صاحب

اک نعمت عظمیٰ ہے یہ انعام خلافت
خوش بخت ہیں وہ لوگ ملے جن کو یہ نعمت
ماضی میں جو اسلام کو حاصل ہوئی شوکت
وہ عظمت و سطوت بھی خلافت کی بدولت
جب بھول گئے نعمت عظمیٰ کو مسلماں
جاتی رہی پھر ہاتھ سے قوموں کی سیادت
گرنے لگے ادبار کے شعلوں میں مسلماں
ہر قدم پہ پھر ملنے لگی اُن کو ذلالت
صد شکر کہ پھر مہدی دوراں کی بدولت
مولی نے ہمیں کی ہے عطا پھر سے خلافت
چلنے لگی توحید کی پھر ٹھنڈی ہوائیں
پیدا ہوئی ہر قوم میں توحید کی اُلفت
ہر ملک ہوا نُورِ خلافت منور
تثلیث کے ایوانوں کی ہلنے لگی چوکھٹ
اب حضرت طاہر جو خلیفہ ہیں ہمارے
ہر لحہ ہمیں اُن کی میسر ہے قیادت
عاشق ہیں وہ مولیٰ کے محمد پہ فدا ہیں
قرآں کے معارف کی وہ پھیلاتے ہیں برکت
سایہ رہے مومن پہ خلافت کا ہمیشہ
دنیا میں سدا جلتی رہے شمع خلافت

ہو. مثلاً ''اگر کسی نے اپنی بیوی کی مقعد میں تیل کے تین قطرے ڈالے تو کیا بیوی کا وضوٹوٹ جائیگا......اگر کسی نے دوران نماز بیوی سے بوسہ لیا اور اس کا ذکر منتشر تھا اور بیوی کے دبر سے لگ گئی تو کیا نماز ٹوٹ گئی اور وضو دوبارہ ہوگا کہ نہیں........وغیرہ وغیرہ۔''

انسان سیکھتا ہے سوالات اُٹھانے سے. مذہبی امور میں سوال کی اجازت قطعاً نہیں اسی لئے مدارس میں سوال کرنے کا فن اور کلچر کا وجود نہیں. تاہم مدارس میں اگر شاذ و نادر کوئی سوال کرے تو ان کی نوعیت بھی عجیب وغریب ہوتی ہے. راقم مدرسہ امدادالعلوم میں شیخ حسن جان کے دورہ حدیث میں بیٹھا تھا. شیخ صاب مرحوم کافی وسیع الظرف تھے. لوگ کاغذ کی چٹ بھیج کر سوال کرتے تھے. ایک دن ایک طالب علم نے Oral Sex بارے سوال بھیجا جس کے الفاظ غضب کے ادبی تھے. سوال تھا: ''ھل یجوز فی الفم ؟'' کیا منہ میں جائز ہے؟۔

مدراس میں منیۃ المصلی، قدری، نورالایضاح، کنزالدقائق، وقایہ وغیرہ کے یہی پاخانے اور جنسیات کے مسائل سیکھ کر آپ کے معزز علماء مینوفکچر ہوکے باہر آتے ہیں. جن کے اشارہ آبرو پر مجھ جیسے ملحد قابل گردن زنی قرار دیئے جاتے ہیں. یہ علماء جو مقدس زہر پھیلا کر معاشرے انسانوں کیلئے جہنم بناتے ہیں اور جنہوں آج پورے سماج کو یرغمال کیا ہے. جو بندہ ان واہیات میں جتنا گر جائے اتنا زیادہ عزت شہرت دولت کما لیتا ہے. بلکہ آپ ان کے مناقب وفضائل کے ترانے گا کر خود بھی عالم بن سکتے ہیں. پھر اب کے ایک اعلان پر دھرنے جلوس کیا سارا جہان زیروزبر ہوگا. ایک منظم اور مشترک تبلیغ سے انہوں نے معاشرے کی ذہن سازی ایسی کی ہے کہ یہ جو کرے جو کہیں ٹھیک بلکہ عین موجب ثواب ہے. اپ ان کی زہریلے خرافات سے سرمو اختلاف کریں تو بڑے بڑے تعلیم یافتہ آپ کے منہ پر ماریں گے کہ یہ عالم ہیں اور ان کو حق حاصل ہے. اسی سٹیٹس کو برقرار رکھنے کیلئے اگر کوئی مدارس میں اصلاح کی بات کرے تو یہ زمین آسمان سر پر اٹھاتے ہیں کہ یہ یہود و امریکہ کی ایجنڈا یہاں مسلط کررہا ہے۔

صدیوں بعد پیدا ہونے والے عالم اسلام کے واحد لائق مطالعہ عالم ھنگری کے مسلمان سکالر، سیاست دان، جاسوس، ڈپلومیٹ اور محقق پروفیسر

ایک پودا تناور شجر بن گیا



جمیل الرحمن صاحب

آندھی اُٹھتی رہی، برق گرتی رہی، جہل کی گود میں فتنے پلتے رہے
ایک پودا تناور شجر بن گیا، بے بسی سے عدو ہاتھ ملتے رہے

تنگ ہم پہ اگر چہ ہوئی یہ زمیں ایک سے ان گنت ہم ہوئے کہ نہیں
تم خدا لگتی کہنا ہماری نہیں ہم تو دیوانے تھے دھن میں چلتے رہے

اس سے پہلے کہ ہو جائیں آنکھیں لہو سجدہ گہہ سے صدا آئی لَا تَقْنَطُوا
خیمہ زن تیرگی ہے وہی کو بکو کو کھ سے جس کی سورج نکلتے رہے

وقت کے رنگ پھر کیا سے کیا ہوگئے سارے نمرود وفرعوں ہوا ہوگئے
سطوت کجکلا ہی ملی خاک میں اور دیئے ہم فقیروں کے جلتے رہے

نصرت حق سے منزل پہ ہیں دیدہ ور، سہل درنہ نہ تھا اک صدی کا سفر
ان گنت قافلے گرد میں کھو گئے ان گنت راستے ہی بدلتے رہے

حسن یکجہتی، صبر و وفا، ارتقاء، سب نظام خلافت سے ممکن ہوا
منکرین خلافت سے پوچھو ذرا کیسے شمس وقمر اُن پر ڈھلتے رہے

ہم خداوند! کے، وہ ہمارا ہوا، جو دیا جھولیاں بھر کے اس نے دیا
حمد واجب ہے اس کی جمیل اور کیا قلب وجاں جس کی خاطر پگھلتے رہے

۞۞۞۞۞۞۞

عبدالکریم جرمانوس نے ایک جگہ لکھا ہے ''مسلمانوں میں عالم، امام، مجتہد، شیخ الاسلام، شیخ القران والحدیث اور ایت اللہ پیدا کرنے کے کارخانے لگے ہیں. کوئی ایک سائنسدان، ایک نیوٹن، گلیلیو، ایڈیسن پیدا نہیں ہوا. ساری اسلامی دنیا میں سردرد کی گولی اور سینے کی سوئی ایجاد کرنے والا نہیں آیا''. جب اسلامی دنیا میں علم ہی پاخانے کے اداب اور مسائل تک محدود ہے تو وہاں سائنسدان پیدا نہیں ہوتے بلکہ زندہ جلائے جاتے ہیں۔

(بشکریہ ہم سب)

۞۞۞۞۞۞۞



دعا کا ہتھیار

(انجینئر محمود مجیب اصغر)

ہمارا ہتھیار تو دعا ہی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے "دعا میں خدا تعالی نے بڑی قوتیں رکھی ہیں ۔ خدا نے مجھے بار بار بذریعہ الہامات کے یہی فرمایا ہے کہ جو کچھ ہوگا دعا ہی کے ذریعہ سے ہوگا ۔ ہمارا ہتھیار تو دعا ہی ہے اور اس کے سوائے کوئی ہتھیار میرے پاس نہیں ۔ جو کچھ ہم پوشیدہ مانگتے ہیں خدا اس کو ظاہر کر کے رکھ دیتا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ دعا سے بڑھ کر اور کوئی ہتھیار ہی نہیں" (ذکر حبیب مصنفہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب صفحہ 179)

حضرت یعقوب علی عرفانی رضی اللہ عنہ نے بھی سیرت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صفحہ 518۔519 پر یہ روایت دی ہے۔

اصل حقیقت دعا

فرمایا۔

" ایک مرتبہ میں نے خیال کیا کہ صلوٰۃ اور دعا میں کیا فرق ہے ۔ حدیث شریف میں آیا ہے ۔ الصلوٰۃ ھیالدعا ۔ صلوٰۃ ہی دعا ہے ۔ الصلواۃ مخ العبادۃ ۔ نماز عبادت کا مغز ہے ۔ جب انسان کی دعا محض دنیوی امور کے لئے ہو ۔ تو اس کا نام صلوٰۃ نہیں ۔ لیکن جب انسان خدا کو ملنا چاہتا ہے ۔ اور اس کی رضا کو مقدم رکھتا ہے ۔ ادب ، انکسار ، تواضع اور نہایت محویت کے ساتھ اللہ تعالی کے حضور میں کھڑا ہو کر اس کی رضا کا طالب ہوتا ہے ۔ تب وہ صلوٰۃ میں ہوتا ہے ۔ اصل حقیقت دعا کی وہ ہے ۔ جس کے ذریعہ سے خدا اور انسان کا رابطہ تعلق بڑھے ۔ صلوٰۃ کا لفظ پرسوز معنی پر دلالت کرتا ہے ۔ جیسے آگ سے سوزش پیدا ہوتی ہے ۔ ویسی ہی گدازش دعا میں پیدا ہونی چاہیئے ۔ جب ایسی حالت کو پہنچ جائے ۔ جیسے موت کی حالت ہوتی ہے ۔ تب اس کا نام صلوٰۃ ہوتا ہے ۔"

(ذکر حبیب مصنفہ حضرت مفتی محمد صادق رضی اللہ عنہ)

بیماروں کے دعا کے ذریعے شفا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

''میرا مذہب بیماریوں کے دعا کے ذریعہ شفاً کے متعلق ایسا ہے کہ جتنا میرے دل میں ہے اتنا میں ظاہر نہیں کر سکتا ۔ طبیب ایک حد تک چل کر ٹھہر جاتا ہے اور مایوس ہو جاتا ہے مگر اس کے آگے خدا دعا کے ذریعہ سے راہ کھول دیتا ہے ۔'' (تفسیر حضرت مسیح موعود جلد دوئم صفحہ 276)

نرگدا اور خرگدا

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے خطبہ جمعہ 21 جولائی 1916ء میں فرمایا ۔

''۔۔۔ حضرت مسیح موعود علیہ اللصلواۃ والسلام فرماتے تھے کہ دو قسم کے گداگر ہوتے ہیں ۔ ایک وہ جو دروازے پر آکر مانگنے کے لئے ۔ آواز دیتے ہیں تو کچھ لئے بغیر نہیں ٹلتے ۔ ان کو نرگدا کہتے ہیں اور دوسرے وہ جو آکر آواز دیتے ہیں اگر کوئی دینے سے انکار کر دے تو اگلے دروازے پر چلے جاتے ہیں ۔ ان کو خرگدا کہتے ہیں ۔ آپ فرماتے کہ انسان کو خدا کے حضور خرگدا نہیں بننا چاہیئے بلکہ نرگدا ہونا چاہیئے اور اس وقت تک خدا کی درگاہ سے نہیں ہٹنا چاہیئے جب تک کچھ مل نہ چکے ۔۔۔''

(الفضل 29 جولائی 1916ء مطبوعہ خطبات محمود جلد 5 والفضل انٹرنیشنل 15۔21 جنوری 1999ء)

دست تو ، دعائے تو ، ترحم زخدا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبولیت دعا کا نشان دیا گیا ۔ آپ کو الہاماً فرمایا گیا ، دست تو ، دعائے تو ، ترحم زخدا یعنی تیرے ہاتھ اٹھانے اور تیری دعاؤں کے نتیجہ میں خدا تعالی کی رحمت کی بارش ہوتی ہے ۔ یہ الہی بشارت آگے آپ کے خلفاً پر بھی applicable ہے ۔ ہزاروں لاکھوں لوگوں کا تجربہ ہے کہ خلیفہ وقت کی دعا سے خدا تعالی بگڑی بنا دیتا ہے ۔

غیرممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے میرے فلسفیو زورِ دعا دیکھو تو

(خطبہ 16 دسمبر 2022ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی خلافت کے آغاز سے ہی دعاؤں کی طرف توجہ دلا رہے ہیں ۔حضور کا خطبہ جمعہ 16 دسمبر exclusively دعا کے بارے میں ہے۔

حضور نے فرمایا

’’دعا بڑی عجیب چیز ہے ۔مگر افسوس یہ ہے کہ نہ دعا کرانے والے آداب دعا سے واقف ہیں اور نہ اس زمانہ میں میں دعا کرنے ان طریقوں سے واقف ہیں جو قبولیت دعا کے ہوتے ہیں بلکہ اصل تو یہ ہے کہ دعا کی حقیقت ہی سے بالکل اجنبیت ہوگئی ہے۔ دعا کے لئے سب سے پہلے اول اس امر کی ضرورت ہے کہ دعا کرنے والا کبھی تھک کر مایوس نہ ہوجاوے۔‘‘

حضرت مسیح موعود کے صحابہؓ

حضرت مسیح موعود کے صحابہ نے بھی یہی ہتھیار استعمال کیا۔ چند حوالے پیش ہیں۔

حضرت مولوی نورالدین صاحب

حضرت مولوی نورالدین (خلیفۃ المسیح الاول) رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر فرمایا۔

’’جو لوگ دعا کے ہتھیار سے کام نہیں لیتے ۔ وہ بدقسمت ہیں ۔ امام کی معرفت سے جو لوگ محروم ہیں وہ بھی دراصل دعاؤں سے بے خبر ہیں ۔ امن یجیب المضطر اذا دعاہ سے پتہ ملتا ہے کہ اگر یہ لوگ اضطراب سے، تڑپ سے حق طلبی کی نیت سے، تقویٰ کے ساتھ دعائیں کرتے کہ الٰہی اس زمانہ میں کون شخص تیرا مامور ہے تو میں یقین نہیں کرسکتا کہ انہیں خدا تعالیٰ ضائع کرتا۔ میں کبھی کسی مسئلہ اختلافی سے نہیں گھبرایا کہ میرے پاس دعا کا ہتھیار ہے اور وہ دعا یہ ہے۔ اللّٰھم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشھادۃ انت تحکم بین عبادک فیما کانوا فیہ یختلفون (سورۃ الزمر آیت 47) اور حدیث اھدنی لما اختلف فیہ من الحق باذنک ۔انک تھدی من تشآ الی صراط المستقیم ۔سچا تقویٰ حاصل کرنے کے لئے دعا ہی ایک عمدہ راہ ہے ۔ پھر قرآن کریم کا مطالعہ ۔ اس میں متقیوں کی صفات اور راستبازوں کے صفات موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق بخشے۔ فہم و فراست بخشے۔‘‘ (حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ 506)

حضرت سردار عبدالرحمن مہر سنگھ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے 26 اگست 1967 بروز ہفتہ بعد نماز عصر مسجد مبارک ربوہ میں دو نکاحوں کا اعلان فرمایا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی حضرت سردار عبدالرحمن صاحب (سابق مہر سنگھ) کی مثال دیتے ہوئے فرمایا"۔۔انہوں نے دعا کا ہتھیار جو اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا واحد ہتھیار ہے ہمیشہ استعمال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بہت سی دعاؤں کو سنا ہے۔۔۔" (روزنامہ الفضل ربوہ 31 اگست 1967 صفحہ 1)

جس طرح حضرت نوح کو کشتی بنانے کا حکم ملا تھا (سورۃ ہود آیت 38) اسی طرح حضرت مسیح موعود کو حکم ہوا’’ ..زمین میں طوفان ضلالت برپا ہے۔ تو اس طوفان کے وقت میں یہ کشتی تیار کر۔ جو شخص اس کشتی میں سوار ہوگا وہ غرق ہونے سے نجات پا جائے گا...‘‘ (تذکرہ)

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

جہاد پر جانے کی دُعا

حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب جہاد پر تشریف لے جاتے تو یہ دُعا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ عَضُدِی وَ نَصِیْرِی بِكَ اَحُوْلُ وَبِكَ اَصُوْلُ وَبِكَ اُقَاتِلُ

(ترمذی کتاب الدعوات واحمد مسند انسؓ)

ترجمہ: اے اللہ! تو میرا سہارا اور مددگار ہے۔ تیری مدد سے ہی مَیں تدبیر کرتا ہوں اور تیری تائید سے ہی مَیں حملہ آور ہوتا ہوں اور تیرے نام سے ہی لڑتا ہوں۔

(مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 107)



تاریخ احمدیت میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت ونصرت کے چند ایمان افروز واقعات

تلخیص وترتیب۔ شہزادہ قمر الدین مبشر۔ سکاٹ لینڈ گلاسگو (سکاٹ لینڈ)

انا المرسلین. انھم لھم المنصورون. واین جندنالھم الغلبون(:172-174)

اور بلا شبہ ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے حق میں ہمارا ی فرمان گزر چکا ہے کہ یقین وہی ہیں جنہیں نصرت عطا کی جائے گی۔ اور یقین ہارا شکر ضرور غالب آنے والا ہے۔

واللہ أعلم باغ آیم. و کفی باللہ ولا و کفی باللہ نصیرا O

(النساء:46)

اورتمہارے دشمنوں کوسب سے زیادہ جانتا ہے۔اوراللہ دوست ہونے کے لحاظ سے کافی ہے۔اوراللہ ہی کافی ہے بطور مددگار۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے رب! میری مدد فرما اور میرے خلاف (دشمن کی) مدد نہ فرما اور مجھے کامیابی عطا فرما اور میرے مقابل پر دشمنوں کو کامیاب نہ کر۔ میرے لئے موافقانہ تدبیر کر اور میرے خلاف تدبیر نہ کر۔ اور میری راہنمائی فرما اور میرے لئے ہدایت مہیا فرما اور ہر وہ شخص جو میرے خلاف حد سے بڑھ جائے، اس پر مجھ کو کامیاب فرما۔

(جامع ترمذی۔ کتاب الدعوات۔ باب في دعاء النبی ﷺ)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ اللہ تعالی سے مدد پاتا رہے گا۔ جو بھی انہیں چھوڑے گا وہ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ خدا تعالی کا میری امت سے یہ سلوک قیامت تک جاری رہے گا۔

(ابن ماجہ باب اتباع سنت رسول اللہ ﷺ حدیث نمبر 6)

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں کہ

”یاد رہے کہ پانچ موقعے آنحضرت ﷺ کے لئے نہایت نازک پیش آئے تھے جن میں جان کا بچنا محالات سے معلوم ہوتا تھا۔ اگر آنجناب در حقیقت خدا کے سچے رسول نہ ہوتے توضرور ہلاک کئے جاتے۔ ایک تو وہ موقع تھا جب کفار قریش نے آنحضرت ﷺ کے گھر کا محاصرہ کیا اور قسمیں کھالی تھیں کہ آج ہم ضرور قتل کریں گے۔ دوسرا موقعہ تھا جب کہ کافرلوگ اس غار پر معہ ایک گروہ کثیر کے پہنچ گئے تھے جس میں آنحضرت ﷺ مع حضرت ابوبکرؓ کے چھپے ہوئے تھے۔ تیسرا وہ نازک موقع تھا جبکہ احد کی لڑائی میں آنحضرت ﷺ اکیلے رہ گئے تھے اور کافروں نے آپ کے گرد محاصرہ کرلیا تھا۔ اور آپ پر بہت کی تلواریں چلائیں مگر کوئی کارگر نہ ہوئی۔ یہ ایک معجزہ تھا۔ چوتھا وہ موقع تھا جب کہ ایک یہودی نے آنجناب کو گوشت میں زہر دے دی تھی اور وہ زہر بہت تیز اور مہلک تھی اور بہت وزن اس کا دیا گیا تھا۔ پانچواں وہ نہایت خطرناک موقع تھا جبکہ خسرو پرویز شاہ فارس نے آنحضرت ﷺ کے قتل کے لئے مصمم ارادہ کیا تھا اور گرفتار کرنے کیلئے اپنے سپاہی روانہ کئے تھے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ان تمام پر خطر موقعوں سے نجات پانا اور ان تمام دشمنوں پر آخر کار غالب ہوجانا ایک بڑی زبردست دلیل اس بات پر ہے کہ در حقیقت آپ صادق تھے اور خدا آپ کے ساتھ تھا۔

(چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 263-264 حاشیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میرے لئے بھی پانچ موقعے ایسے پیش آئے تھے جن میں عزت اور جان نہایت خطرہ میں پڑ گئی تھی۔

(1) اول وہ موقع جب کہ میرے پر ڈاکٹر مارٹن کلارک نے خون کا مقدمہ کیا تھا۔ (2) دوسرے وہ موقعہ جبکہ پولیس نے ایک فوجداری مقدمہ مسٹر ڈوئی صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور کی کچہری میں میرے پر چلایا تھا۔ (3) تیسرے وہ فوجداری مقدمہ جو ایک شخص کرم الدین نام نے بمقام جہلم میرے پر کیا تھا۔ (4) وہ فوجداری مقدمہ جو اسی کرم دین نے گورداسپور میں میرے پر کیا تھا۔ (5) پانچویں جب لیکھرام کے مارے جانے کے وقت میرے گھر کی تلاشی لی

گئی اور دشمنوں نے ناخنوں تک زور لگایا تھا تا میں قاتل قرار دیا جاؤں۔ مگر وہ تمام مقدمات میں نامراد رہے۔"

(چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 263 حاشیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں۔

"اس بندہ حضرت عزت سے اس کے فضل اور تائید سے اس قدر نشان ظاہر ہوئے ہیں کہ اس تیرہ سو برس کے عرصہ میں افراد امت میں سے کسی اور میں ان کی نظیر تلاش کرنا ایک طلب محال ہے۔ تمام وہ لوگ جو اس امت میں قطب اور غوث اور ابدال کے نام سے مشہور ہوئے ہیں۔ ان کی تمام زندگی میں ان کی نظیر ڈھونڈو پھر اگر نظیر مل سکے تو جو چاہو کہو۔ ورنہ خدائے غیور اور قدیر سے ڈر کر بے باکی اور گستاخی سے باز آجاؤ۔"

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد 15 صفر 336)

حضرت شیخ زین العابدین صاحب اور حضرت حافظ حامد علی صاحب اپنے مشرقی افریقہ کے سفر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہم جہاز پر روانہ ہوئے اور اس میں ایک ہزار افراد سفر کر رہے تھے۔ ابھی افریقہ پہنچنے میں چند روز باقی تھے کہ کپتان نے آدھی رات کو اعلان کر دیا کہ جہاز طوفان میں گھر گیا ہے اور خراب ہو گیا ہے اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں۔ لوگ دعا کریں۔ شیخ صاحب بیان کرتے ہیں کہ بھائی حافظ حامد علی صاحب نے مجھے جگایا۔ میں نے دریافت کیا کہ لوگ کیوں روتے ہیں۔ حافظ صاحب نے مجھ سے وعدہ لے کر کہ میں غم نہ کروں بات بتلائی اور کہا کہ دعا کرو۔ میں نے کہا کہ جہاز غرق نہیں ہو سکتا اس پری مسیح کے دو حواری بیٹھے ہیں۔ اللہ تعالی کے مامور نے مجھے خوشخبری دی تھی کہ تم دونوں بھائی افریقہ جاؤ وہاں سے صحیح سلامت اور فائدہ حاصل کر کے آؤ گے۔ تو بھائی حامد علی نے کہا کہ کیا پتہ حضور کے الفاظ کی تعبیر کچھ اور ہو۔ میں نے کہا ہرگز نہیں۔ میرا ایمان اور یقین ہے کہ میں نے جو حضور کے منہ سے سنا ہے وہی ہو گا۔ چنانچہ اس وقت دعا میں شامل ہو گئے۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد کپتان نے اعلان کیا کہ اب امن ہو گیا ہے اور جہاز خطرے سے باہر ہو چکا ہے۔ تقریب چوتھے روز ہم مشرقی افریقہ پہنچے اور جہاز آٹھ دن وہیں کھڑا رہا۔ پھر وہ زنجبار کو روانہ ہوا اور راستہ میں ایک دن کے بعد غرق ہو گیا۔ کہتے ہیں میرے چچا شہاب الدین صاحب نے بٹالہ میں ایک اخبار میں یہ خبر پڑھی۔ انہوں نے گھر آ کر بھائی فقیر علی کو بتایا۔ انہوں نے کہا گھر میں نہیں بتانا لیکن حضرت مسیح موعود کی خدمت میں یہ خبر ضرور پہنچانی ہے۔ دونوں قادیان آئے اور حضرت صاحب سے مل کر رونے لگ پڑے۔ حضور نے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے یہ خبر بیان کی اور کہا کہ وہ دونوں غرق ہو گئے ہوں گے۔ فرمایا ہرگز نہیں۔ وہ زندہ ہیں اور جاؤ اور جا کر دیکھو تمہارے گھر میں جو ڈاک آئے گی اس میں ضرور تمہارے بھائیوں کا خط ہو گا اور میری طرف بھی خط آ رہا ہے۔ اگر مجھے پہلے خط پہنچا تو میں آپ کو پہنچا دوں گا اور اگر آپ کو پہلے مل گیا تو مجھے پہنچا دینا۔

(اصحاب احمد جلد 13 صفحہ 23.24)

مولانا صدیق احمد صاحب امرتسری کہتے ہیں کہ ایک بار سیرالیون میں علماء نے چینیوں کو خوش کرنے کو یہ فتویٰ دے دیا کہ سگریٹ، تمباکو پائپ، اور نسوار وغیرہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کیونکہ یہ چیزیں پیٹ میں نہیں جاتیں۔ تو جب ہم ان کو صحیح باتیں بتاتے تو وہ بہت ناراض ہوتے ایک جگہ جہاں جماعت تھی وہاں گاؤں والے باجماعت نماز ادا کیا کرتے تھے۔ تو چیف نے ان کو کہا کہ تم نے ان لوگوں کو میری نافرمانی پہ اکسایا ہے۔ اور خود بھی ہماری عائد کردہ پابندی کے خلاف ورزی کرتے ہو۔ اس لئے تمہیں گاؤں میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ اور اگر تم نے گاؤں میں نماز پڑھائی تو میں تم سب کو یہاں سے نکال دوں گا۔ اور پھر اس نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا یہ ہندوستانی ہمارے گاؤں میں ہلاکت اور تباہی چاہتا ہے تم لوگ گاؤں میں انہیں باجماعت نماز نہ پڑھنے دو۔ ایسا نہ ہو کہ ہم پر عذاب آجائے۔ یہ بات سن کے میں بڑا فکرمند تھا کہ رمضان بھی شروع ہونے والا ہے اور باجماعت نماز میں بھی لوگوں نے پڑھنی ہیں وہ کہاں پڑھیں گے اسی فکر میں میں ایک معلم کو لے کر باہر چلا گیا اور دعا کی کہ الٰہی تو ہی ہمارا چارہ ساز اور حاجت روا ہے کی تدبیر سے ہم اس مصیبت کو دور نہیں کر سکے۔ ہم تو بے شک نالائق اور گناہ گار ہیں، کمزور ہیں مگر تیرا اسلام، تیرا قرآن، تیرا رسول، تیرا مہدی اور مسیح سچے ہیں۔ تو سچے وعدوں والا ہے۔ تیری یہ جماعت سچی ہے۔ تو اپنے حقیر بندوں کی معجزانہ طور پر مدد فرما کہ یہ اس وقت بے یار و مددگار ہیں اور ان کے ہموطنوں نے ہی ان کا جینا محض سچائی قبول کرنے کی وجہ سے مشکل کر رکھا ہے۔ پھر میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آڑے وقت کی دعا کے الفاظ بڑی رقت سے دوہرائے۔ تھوڑی دیر بعد دعا کے دوران

ہی بارش شروع ہوگئی۔اس سے میں نے خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری دعا قبول کرلی ہے۔ہم اپنے گاؤں میں واپس آئے۔پھر چیف سے کہا۔چیف نہ مانا۔ابھی ہم اس پریشانی میں وہاں بیٹھے ہی تھے کہ بڑے چیف کا آدمی وہاں اپنے یونیفارم میں آیا اوراس نے اس چیف کوایک خط دیا کہ چیف کا یہ حکم ہے کہ کیونکہ سیرالیون میں مذہبی آزادی ہے اس لئے کسی فرقے کو بھی کسی طرح بھی عبادت کرنے سے نہیں روکنا۔اس طرح فوراً وہاں جماعت کے لوگوں کے لئے نشان ظاہر ہوا اور سب سجدہ شکر بجالانے لگے۔

(روح پرور یادیں از مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری صفحہ 329۔331)

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ فرماتے ہیں میں ایک دفعہ موضع گڑھوکلاں گیا۔واپسی پر اس گاؤں کی مسجد کے برآمدے میں اپنی ایک پنجابی نظم کے کچھ اشعار جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد سے متعلق تھے لکھے دیئے۔اس وقت گاؤں کا نمبردار چوہدری اللہ بخش مسجد کے غسل خانے میں طہارت کررہا تھا۔اس نے مجھے مسجد سے نکلتے ہوئے دیکھ لیا اور راستہ میں امام مسجد مولوی کلیم اللہ نے بھی مجھے دیکھا۔جب دونوں نے مسجد کے برآمدے میں ان اشعار کو پڑھا تو یہ تجویز کیا کہ سات مضبوط جوانوں کو میرے پیچھے دوڑایا جائے جو میری مشکلیں باندھ کر، پکڑ کر ان کے پاس لے آئیں۔پھر میرے ہاتھوں ہی میرے لکھے ہوئے اشعار مٹوا کر مجھے قتل کردیا جائے۔مگر اس زمانے میں میں بہت تیز چلنے والا تھا اس لئے میں ان جوانوں کے پہنچنے سے پہلے ہی اپنے گاؤں آ گیا۔دوسرے دن اس گاؤں کا ایک باشندہ والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔والد صاحب نے مجھ سے کہا کہ جب ان لوگوں کے تمہارے متعلق ایسے ارادے ہیں تو احتیاط کرنی چاہئے۔جب میں نے اپنے والد صاحب سے یہ سنا تو وضو کر کے نماز شروع کر دی اور اپنے مولیٰ کریم سے عرض کیا کیا یہ لوگ مجھے تیرے پیارے مسیح کی تبلیغ سے روک دیں گے؟ اور کیا میں اس تبلیغ کرنے سے محروم رہوں گا؟۔یہ دعا میں بڑے اضطراب اور قلق سے مانگ رہا تھا کہ مجھے جائے نماز پر ہی غنودگی سی محسوس ہوئی اور میں سو گیا اور سونے کے ساتھ ہی میرا غریب نواز خدا مجھ سے ہمکلام ہوا اور نہایت رافت اور رحمت سے فرمانے لگا وہ کون ہے جو تجھے تبلیغ سے روکنے والا ہے۔اللہ بخش نمبردار کو میں آج سے گیارہویں دن قبر میں ڈال



غزل

عاصی صحرائی

ہر سر پہ اب عزت کی دستار نہیں ہے
عوام کی کوئی بھی ہمدرد اب سرکار نہیں ہے
ابن الوقت ہو گیا ہے یہ بد بخت زمانہ
کوئی بھی انساں اب صاحبِ کردار نہیں ہے
صبرو برداشت سے عاری ہوگئی ہے دنیا
شور و غوغا تو ہے مگر کوئی خوش گفتار نہیں ہے
قول و عمل کا فرق نظر آتا ہے ہر جا
بد عملی کی وجہ سے مومن کی للکار نہیں ہے
اس قوم کو مقصد ہوا ہر وقت مفاد پرستی
مغرب کی طرح قمیض تو ہے مگر شلوار نہیں ہے

دوں گا۔صبح ہوتے ہی میں اس گاؤں میں پہنچا اللہ بخش نمبردار کا پتہ پوچھا لوگوں نے کہا کہ کیا بات ہے؟ میں نے کہا اس کیلئے ایک الٰہی پیغام لایا ہوں۔کہنے لگے کہ وہ تو موضع لالہ چیک گیا ہوا ہے میں نے کہا کہ تم لوگ گواہ رہنا کہ وہ آج سے گیارہویں دن قبر میں ڈالا جائے گا۔کوئی نہیں جو اس تقدیر کو ٹال سکے۔یہ پیغام سنتے ہی وہاں جو لوگ بیٹھے تھے ان پر سناٹا چھا گیا اور پھر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اللہ بخش بیمار ہوا خونی اسہال ہوئے اور سینے میں درد وغیرہ ہوئی۔وہاں لالہ چیک میں بیدار ہو گیا اور چند دن میں یہ بیماری اتنی بڑھی کہ اس کے رشتہ دار اس کو گجرات ہسپتال لے کر گئے اور وہاں جا کے وہ ٹھیک گیارہویں دن اس دنیائے فانی سے کوچ کر گیا اور اپنے موضع گڈھوکا قبرستان بھی اسے نصیب نہ ہوا۔

(حیات قدسی۔حصہ اول صفحہ 23۔24)

حضرت مولانا نذیر احمد صاحب مبشر لکھتے ہیں کہ جولائی 1939ء کا واقعہ ہے کہ گھانا کی ڈگوبہ قوم کا نوجوان نے بیت اللہ اور دینی تعلیم کی تکمیل کے بعد مکہ

مکرمہ سے واپس آ کر گھانا کے ایک گاؤں صرا انی میں قیام پذیر ہو گیا اور ہمارے خلاف پراپیگنڈہ شروع کر دیا کہ میں مکّہ سے آیا ہوں اور امام مہدی کا ظہور ابھی نہیں ہوا۔اس علاقے کے ایک چیف میرے پاس آئے اور کہا کہ اس کے خلاف کوئی کارروائی کرنی چاہیئے۔ چنانچہ میں خود اس گاؤں میں پہنچا۔ ارد گرد کے جماعتوں کے احباب بھی وہاں پہنچ گئے۔ میں نے اس مخالف نوجوان سے عربی میں گفتگو کرنی چاہی لیکن وہ آمادہ نہ ہوا اور لایعنی عذر کرنے لگا۔ اس پر گاؤں والوں نے خواہش ظاہر کی کہ میں علامات مہدی پر تقریر کروں۔ چنانچہ میں نے پونے دو گھنٹے اس موضوع پر تقریر کی جس کے بعد سامعین کو اعتراضات اور سوالات کی کھلی دعوت دی گئی۔مگر کسی نے کوئی معقول سوال نہ کیا۔ یوں میں ایک رات گزار کر واپس آ گیا۔ گھانا کا ملکی رواج یہ ہے کہ اگر کسی دو پارٹیوں میں مقابلہ ہو جائے تو جو پارٹی جیت جاتی ہے جو وقت کے نشان کے طور پر سفید لٹھے کی پٹیاں سروں اور ہاتھوں پر باندھ کر اور سفید جھنڈے ہاتھوں میں لے کر شہر میں جلوس نکالتے ہیں اور اپنی فتح کا اعلان کرتے ہیں تو دوسری پارٹی نے باوجود اس کے کہ کوئی جواب نہیں دے سکے، یہ جلوس نکالا اور اعلان کیا کہ ہماری فتح ہوئی ہے اور مہدی ابھی نہیں آیا کیونکہ زلزلہ نہیں آیا۔ مہدی ظاہر ہوتا تو زلزلہ ضرور آتا۔ جب مجھے ان کی اس حرکت کی اطلاع ملی تو میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور ایک ہفتہ بڑے الحاح اور درد سے دعا کی کہ الٰہی ان مخالفوں کے مطالبہ کے معایق اور صداقت مہدی کے اظہار کے لئے زلزلے کا نشان دکھا۔ اس دعا کا اتنا اثر تھا کہ مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اب اس ملک میں زلزلے کا نشان ضرور دکھائے گا اور میں نے اس حلقے میں تین مقامات پر جلسے کئے اور ہر جگہ تمام واقعات بیان کر کے اعلان کر دیا کہ اب مہدی کی صداقت کے اظہار کے لئے زلزلہ ضرور آئے گا اور ان زلازل کا ذکر بھی کیا جو اس سلسلے میں پہلے آ چکے تھے۔ چنانچہ ابھی دو ہی مقام پر جلسہ ہوا تھا اور تیسرے مقام کی جگہ کا انتظام کیا جا رہا تھا کہ جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات کو عشاء کے وقت سارے گھانا میں شدید زلزلہ آیا۔ اس زلزلے کے بعد میں نے عربی اور انگریزی میں ٹریکٹ شائع کر کے امام مہدی کے آنے کی بشارتیں دیں اور اس وجہ سے پھر اس تقریب کے علاقے میں ہی 180 افراد نے بیعت کر لی۔

(روح پرور یادیں۔ مولانا محمد صدیق امرتسری صاحب صفحہ 77_79)

حضرت مولانا شیخ واحد صاحب لکھتے ہیں کہ 1968ء میں ہم فجی کے مشہور شہر ''با'' میں احمدیہ مشن کی برانچ کھولنے کا فیصلہ کیا اور اس کے لئے ایک مناسب حال مکان بھی خرید لیا۔ تو اس شہر میں ہماری شدید مخالفت شروع ہو گئی۔ مخالفین کوشش کرنے لگے کہ جیسے بھی ہو تبلیغ اسلام کا یہ مشن ''با'' شہر میں کامیاب نہ ہونے پائے اور ہمارے قدم وہاں نہ جمیں۔ اس وقت ہمارے مخالفین کا سرغنہ وہاں ایک صاحب اقتدار شخص ''ابوبکر کویا'' نامی تھا۔ چنانچہ اس نے اور دیگر مخالفین نے اعلان کرنا شروع کر دیا کہ احمدیوں کے مشن کی عمارت کو جلا دیں گے۔ تاہم ہم سے جس قدر ممکن ہو سکا ہم نے حفاظتی انتظامات کئے۔ پولیس سٹیشن بھی بتایا۔ پولیس نے کہا کہ ہم نگرانی رکھیں گے۔ پھر بھی ایک رات کسی طرح مخالفین کو مشن کو نقصان پہنچانے کا موقع مل گیا اور ان میں سے کسی نے ہمارے مشن ہاؤس کے ایک حصے میں تیل ڈال کر آگ لگا دی اور یہ یقین کر کے کہ اب آگ ہر طرف پھیل جائے گی کیونکہ لکڑی کا حصہ تھا لکڑی کو تو فوراً آگ لگ جاتی ہے آگ لگاتے ہی آگ لگانے والا وہاں سے بھاگ گیا لیکن خدا کا کرنا کیا ہوا کہ ہمیں پتہ لگنے سے پہلے ہی وہ آگ بغیر کوئی نقصان پہنچائے خود ہی بجھ گی یا بجھا دی گئی۔ ہم سفر پر تھے اگلے دن جب ہم واپس آئے تو ہم نے دیکھا کہ عمارت کے اس طرف جہاں اکثر حصہ لکڑی کا تھا آگ لگائی گئی تھی جس سے چند لکڑی کے تختے جل گئے مگر وہ آگ بڑھنے سے قبل ہی بجھ گئی۔ چنانچہ اسی روز اس کی مرمت بھی کرا دی گئی۔ جہاں نقصان ہوا تھا اس کا جائزہ لے رہے تھے تو مبلغ انچارج مولانا نورالحق صاحب انور نے اس جلے ہوئے کمرے پر کھڑے ہو کر بڑے دکھ بھرے انداز میں آہ بھر کر کہا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے دین اسلام کی اشاعت کا یہ مرکز جلانے کی کوشش کی ہے خدا اس کے اپنے گھر کو آگ لگا کر راکھ کر دے۔ چنانچہ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اس کے چند روز بعد اچانک ''با'' میں ہمارے مخالفین کے سرغنہ ''ابوبکر کویا کے گھر کو آگ لگ گئی اور باوجود بجھانے کی ہر کوشش کے اس کا رہائشی مکان سارے کا سارا جل کر راکھ ہو گیا۔

(روح پرور یادیں۔ از مولانا محمد صدیق امرتسری صاحب صفحہ 94_95)

مولانا محمد صادق صاحب انڈونیشیا کا ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ

پاڈانگ شہر میں چوہدری رحمت علی صاحب مرحوم ایک احمدی درزی مکرم محمد

یوسف صاحب کی دکان پر بیٹھے تھے کہ ہالینڈ کے ایک عیسائی بشپ پادری اپنے ساتھیوں سمیت تبلیغ کرتے ہوئے وہاں آ نکلے اور مولانا صاحب سے ان کا اسلام اور عیسائیت پر تبادلہ خیالات شروع ہو گیا جسے سننے کے لئے لوگ بکثرت وہاں جمع ہو گئے۔ اسی اثناء میں موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ اس علاقہ میں جب بارش شروع ہو تو کئی کئی گھنٹے رہتی ہے۔ تو بحث کرنے کے بعد جب وہ پادری صاحب دلائل کا مقابلہ نہ کر سکے اور عاجز آ گئے تو اپنی شکست اور ناکامی پر پردہ ڈالنے کے لئے حضرت مولانا صاحب کو انہوں نے کہا کہ اگر واقعی عیسائیت کے مقابلہ میں تمہارا مذہب اسلام سچا اور فضل ہے تو اس وقت ذرا اپنے اسلام کے خدا سے کہئے کہ وہ اپنی قدرت کا کرشمہ دکھائے اور اس موسلا دھار بارش کو یکدم بند کر دے۔ چنانچہ اس کا یہ مطالبہ کرنا ہی تھا کہ مولانا صاحب نے بلا حیل و حجت اپنے زندہ خدا پر کامل بھروسہ کرتے ہوئے بڑی پر اعتماد آواز میں بارش کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ اے بارش! تو اس وقت خدا کے حکم سے تھم جا اور اسلام کے زندہ اور سچے خدا کا ثبوت دے۔ کہتے ہیں کہ اسلام کے خدا پر قربان جائیے کہ اس کے بعد چند منٹ بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ بارش تھم گئی اور وہ پادری اور سب حاضرین اللہ کے عظیم نشان پر بڑے حیران رہ گئے

(روح پرور یادیں۔ از مولانا صدیق امرتسری صاحب صفحہ 63-64)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں سے ہی ایسے لوگ دکھاتا ہے جن کی قبولیت دعا اور اللہ تعالیٰ کے ان کی مدد اور نصرت کے نمونے ہم نے دیکھے... اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں ہمیشہ اخلاص و وفا میں بڑھے ہوئے ایسے لوگ پیدا کرتا رہے جن کی زندگیوں میں ہمیں اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے نظارے نظر آتے رہیں۔ اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس سلوک کی وجہ سے اخلاص و وفا میں بڑھتے ہوئے ہمیشہ خلافت احمدیہ کے استحکام اور مضبوطی کے لئے بھی کوشش کرتے رہیں۔ اس کے مددگار اور معاون بنتے رہیں۔ آمین

(خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 14 جولائی 2006ء)

❁❁❁❁❁❁❁

خلافت رابعہ اور خلافت خامسہ کا سنگم



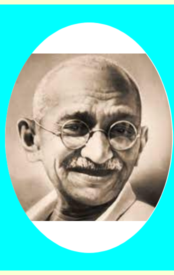
اطہر حفیظ فراز

میرے ساتھ ساتھ چلا کرے، کوئی ایسی راہ وفا کرے
وہ ترا خیال جمال ہے جو قدم قدم پہ نبھا کرے
تیرے بعد اے میرے راہنما!! یہ عجیب عالم شوق ہے
نہ ہی تارے دل کو بھلے لگیں، نہ ہی چاند اچھا لگا کرے
”جسے ڈھونڈتی ہیں گلی گلی میری خلوتوں کی اداسیاں“
وہ خدا رسول کے پاس ہے، وہ بہشت میں ہے رہا کرے
تو نے دیپ ایسے جلا دیئے کہ کبھی نہ پھر سے اندھیر ہو
اے مرے وطن کے مسافرا!! تری لحد پہ وہ ضیاء کرے
کبھی دوریاں، کبھی رتجگے، کبھی سلسلے ہیں ملال کے
مرے پاس دل بھی تو ایک ہے جو یہ سارے درد سہا کرے
" مری چاہتیں، مری قربتیں، جسے یاد آئیں قدم قدم "
کبھی اس طرف، کبھی اس طرف، کبھی دل کے پار صدا کرے
یہ خدا کا ہی بڑا فضل ہے کہ وطن وطن میں ہے روشنی
اگر ایک چاند ہے چھپ گیا تو نیا بھی آ کے ضیاء کرے
ترے ساتھ بھی ہے وہی خدا جو سدا سے کرتا رہا وفا
ترے منہ سے جو بھی نکل گیا، ہے مرا یقیں، وہ خدا کرے
ترے لفظ لفظ حقیقتیں، یہ جو حکم ہیں یا نصیحتیں
مری روح بھی، مرا جسم بھی، مرا رؤاں رؤاں وفا کرے
وہی راستے، وہی منزلیں، وہی جستجو، وہی کاوشیں
جسے خود خدا نے کھڑا کیا، تو وہ قافلہ نہ لٹا کرے
مرا دل جگر کوئی تھام لے کہ فراز!! اب ہوئی انتہا
مری دسترس میں نہیں ہے دل، یہ عجیب حشر بپا کرے

❁❁❁❁❁❁❁

❁❁❁❁❁

''اگر ختم نبوت نہ ہوگئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی تھے۔'' آل دیوبند ایک عجیب اضداد کا مجموعہ



تحریر شاہین سانگلوی

ماہنامہ تجلی دیوبند کے ایڈیٹر اور مشہور دیوبندی عالم دین جناب عامر عثمانی صاحب نے ایک موقعہ پر اپنے ہی مسلک کے علماء کا تعارف کرواتے ہوئے فرمایا تھا کہ ''اپنی کسی غلطی کو تسلیم کرنا تو ہمارے آج کے بزرگان دیوبند نے سیکھا ہی نہیں، انہوں نے یہ سیکھا ہے کہ اپنی کہے جاؤ کسی کی مت سنو (ماہنامہ تجلی دیوبند دسمبر 1972 بحوالہ زلزلہ از مولانا ارشد القادری وطمانچہ بجواب دھماکہ از مولانا خلیل اشرف قادری رضوی ص 238) لیکن لگتا ہے یہ بہت پرانے زمانوں کی بات ہے اب تو وہ سنتے بھی اور مطلب کی بات تو خاص طور پر سنتے ہیں۔ اگر اس فلسفہ کی عملی شکل جناب مولوی فضل الرحمٰن صاحب کی صورت میں سیاسی میدان میں ہویدا ہے تو مذہبی دنیا میں عقائد پر بدلتے پینتروں کا حال اس سے بھی برا ہے۔ اسی وجہ سے جناب الشیخ عبدالمحسن العباد صاحب سابق وائس چانسلر جامعۃ الاسلامیہ مدینہ منورہ نے ''علماء نجد پر رفاعی کے اعتراضات کی دینی و شرعی حیثیت'' بیان کرتے ہوئے دیوبندی فرقے کے ان بدلتے خدوخال کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں ''دوسرا وہ مکتب فکر جن کے اسلاف نے علمائے نجد وحجاز کو کافر قرار دیا۔ ''وہابیہ نجدیہ خبیثیہ'' ''گمراہ گر'' ''باغی'' اور فاسق قرار دیا۔ اور فرمایا کہ عبدالوہاب ایک ظالم و باغی وخونخوار فاسق شخص تھا اسی وجہ سے اہل عرب کو اس سے اور اس کی اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے ، نہ مجوس سے نہ ہنود سے۔ اب انہوں نے حالات اور زمانے کی رعائیت کرتے ہوئے اپنا چولا بدل لیا۔ جو کل تک کافر ، فاسق ۔ اور گمراہ تھے اب پٹروڈالر کی ''کرامت'' سے مومنوں کی صف میں شامل ہو گئے ۔۔۔ جس باپ نے اپنی کتاب میں اس طائفہ وہابیہ کو خبیث قرار دیا، انہی کی اولاد اسی طائفہ ''وہابیہ نجدیہ خبیثیہ'' کی ''عنایات'' کی خاطر ''حرمت حرمین'' کانفرنسیں منعقد کر رہی ہے اور حکومت سعودیہ کو اپنی مکمل حمائیت اور تعاون کا یقین دلا رہی ہے'' (علماء نجد پر رفاعی کے اعتراضات کی دینی وشرعی حیثیت ص 5و6)

مختصر یہ کہ آل دیوبند میں بہت سارے عقائد کو مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ نوے درجے سے نہیں ایک سو اسی درجے کے زاوئے سے بدلنے کا کام جاری ہے۔ اگر زیادہ گہرائی میں نہ بھی جائیں تو بھی ہندو سے دوستی یا غزوہ ہند۔ ختم نبوت اثر ابن عباس کی روشنی میں یا محافظین ختم نبوت کی نظر سے، انگریز مادر مہربان ہے یا انگریز دشمن ہے جیسے تین بڑے ایشو ہی اس اضداد کو واضح کرنے کے لئے کافی ہیں۔ ہندو سے محبت اور ہندوستان سے نفرت ہم پہلی قسط میں بیان کر چکے ہیں۔ آج ہم ان کی ختم نبوت کے نام پر چمکائی جانے والی سیاست ومنافقت کا اندرونہ بعنوان ''اگر ختم نبوت نہ ہوگئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی تھے'' آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔

دیوبندی مسلک کی پیدائش کی وجہ تسمیہ

مشہور عالم دین جناب حکیم محمود احمد صاحب ابن مولانا اسماعیل سلفی صاحب اپنی مشہور تصنیف علمائے دیوبند کا ماضی ناشر ادارہ نشر التوحید والسنۃ لاہور میں ص 49 تا 60 میں تفصیل کے ساتھ اُن تاریخی حقائق کو بیان کیا ہے جن کی وجہ سے دوسنی اور حنفی مسلک رکھنے والے علماء میں جھگڑا ہوا۔ بات فتووں تک آئی۔ باقاعدہ کتابیں ایک دوسرے کے رد میں لکھی گئیں۔ برصغیر کے جید علماء دو بڑے کیمپوں میں بٹ گئے۔ صورت حال یہاں تک پہنچی کہ دونوں گروپس باقاعدہ مسلک کی شکل اختیار کر گئے اور بریلی شہر سے سے نکل گئے۔ فاصلے بڑھتے بڑھتے تفسیر، فقہ اور عقائد میں زمین وآسمان کا فاصلہ بن گیا۔ یوں ایک گروپ بریلی کی نسبت سے بریلوی بن گیا اور دوسرا دیوبند کی نسبت سے دیوبندی بن گیا۔ دیوبندی بریلویوں کو بدعتی اور قبوری کہنے لگ گئے اور بریلویوں کے نزدیک دیوبندیوں کی حیثیت گستاخ رسول گستاخ امام حسین غلامان یزید اور منکرین ختم نبوت سے زیادہ کچھ نہیں۔ دیوبندی تحریک کیسے

بریلویوں سے الگ ہوئی۔ آخر دونوں اہل سنت ہیں، مقلد ہیں حنفی ہیں پھر آخر کیسے اتنی دوریاں ہوگئیں کہ دو الگ الگ فرقے بن گئے۔ چنانچہ آپ اس دوری کا پس منظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

''مولانا احسن نانوتوی جو مولانا مظہر نانوتوی (سربراہ مظاہر العلوم سہارن پور) محمد قاسم نانوتوی (سربراہ دارالعلوم دیوبند) مولانا یعقوب علی نانوتوی اور مولانا مملوک علی (وہ بریلی کالج میں پڑھایا کرتے تھے اور علمائے دیوبند کے اکابرین میں سے تھے)۔ یہ سب ہم عصر تھے۔ اُنہوں نے (یعنی مولوی احسن نانوتوی صاحب نے) ایک فتویٰ دیا کہ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ جیسے اور بھی محمد باقی چھ زمینوں میں موجود ہیں۔ مگر آپ ﷺ ان سب انبیاء سے افضل ہیں۔ اس پر مولوی نقی علی بریلوی جو مولانا احمد رضا خان کے مورث اعلیٰ تھے اُنہوں نے مولوی احسن نانوتوی پر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ پھر یہ دنگل وسیع ہو گیا۔ مولانا احسن نانوتوی کی تائید مولوی عبدالحی فرنگی محلی اور مولوی سعد اللہ مراد آبادی نے کی۔ اس فتویٰ سے بریلی میں اشتعال پھیل گیا۔ مولانا محمد احسن نانوتوی جو مدت ہائے دراز سے بریلی میں عید پڑھاتے تھے اور مولوی نقی علی ان کے پیچھے نماز عید پڑھا کرتے تھے اس اختلاف کے بعد انہوں نے مولوی نقی علی کو پیغام بجھوایا اور پسپائی اختیار کی۔ انہوں نے کہلا بھیجا میں نماز پڑھنے کو آیا ہوں پڑھانا نہیں چاہتا۔ آپ تشریف لائیے جسے چاہیں امام کیجئے اس کی اقتدا کرلوں گا۔ اگر سید احمد شاہ صاحب نماز عیدگاہ میں پڑھا دیں گے تو کسی قسم کا نزاع اور تکرار پیش نہ ہوگا۔ نہ ہماری طرف سے اور نہ ہمارے دوستوں کی طرف سے اور یہ صورت نہ ہونے یا انکار کرنے کے، سید صاحب کے قاضی صاحب کا امام ہونا مناسب ہے اس پر بھی تکرار نہ ہوگی۔ انہوں نے بھی قبول نہ کیا تو کسی کی امامت پر ہماری طرف سے نزاع نہ ہوگی۔ ظاہر ہے کہ حالات کس قدر پراگندہ ہوں گے کہ مولانا کو جو مستقل امام تھے یہ تحریر لکھ کر دینا پڑی۔ مگر اس کے باوجود مولوی نقی علی صاحب نے عید الگ پڑھائی اور اُس میں مولوی احسن علی نانوتوی پر کفر کا فتوی لگایا۔ مولانا احسن علی صاحب نے پھر ایک تحریر لکھی کہ یہ فتویٰ صرف میرا نہیں ہے مولوی عبدالحی فرنگی محلی اور مولوی سعد اللہ صاحب بھی میرے موید ہیں۔ میں نے نظام حسین شاہ کے سامنے یہ بات کہی ہے کہ مولانا نقی علی علماء کے اقوال اور کتب مستندہ سے میری غلطی ثابت کردیں تو میں مان لوں گا۔ مگر مولوی صاحب نے آکر غلطی تو ثابت نہیں کی مگر فتویٰ کفر صادر کر دیا ہے اور اب تمام بریلی میں لوگ یہی کہتے پھرتے ہیں۔ مولوی صاحب اس فتویٰ کفر سے بہت پریشان ہوئے خاطر خواہ جواب نہ ملنے پر یہ بھی کہا'' کہ میں اس تحریر سے اگر عنداللہ کافر ہوں تو توبہ کرتا ہوں''۔ مولوی نقی علی صاحب نہ فتویٰ کفر سے باز آئے اور نہ بحث کے ساتھ ثابت کیا کہ ان کی ختم نبوت کی تفسیر غلط ہے۔

مولانا محمد احسن صاحب نے ایک اشتہار چھپوایا کہ میرا عقیدہ خدا کے فضل سے یہی ہے کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں اور اس کے خلاف عقیدہ غیر صحیح اور غلط تصور ہوگا۔ اسی دوران آپ نے ایک فتویٰ مولانا قاسم نانوتوی اور مولوی عبدالحیی فرنگی محلی سے بھی منگوالیا کہ

''ایک شخص اثر ابن عباس کو صحیح سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ اس زمین کے علاوہ کئی زمینیں ہیں جن میں انبیاء کا وجود ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے اس سے ہر زمین میں ایک ایک خاتم الانبیاء کا ہونا معلوم ہوتا ہے پس دوسرے طبقات کے خاتم جو مخلوقات میں شامل ہیں آپ کے مماثل نہیں کیونکہ آپ افضل مخلوقات ہیں۔ کیا یہ کہنے والا کافر فاسق اور خارج اہل سنت ہوگا۔؟ مولانا قاسم نانوتوی نے اس کے جواب میں ایک مکمل رسالہ ''تحذیر الناس'' تحریر فرمایا اور اس کے آخر پر مولانا عبدالحی فرنگی محلی کا جواب بھی شامل کر دیا۔ مولانا قاسم نانوتوی نے مولانا احسن نانوتوی کی تائید میں جو ختم نبوت کی تفسیر بیان کی۔ شیخ القرآن مولوی غلام علی قادری اشرفی اوکاڑوی صاحب نے اس کا خلاصہ آسان لفظوں میں ایک مقالہ کی شکل بعنوان (''التنویر لدفع ظلام التحذیر یعنی مسئلہ تکفیر ''التنویر لدفع ظلام التحذیر یعنی مسئلہ تکفیر'' اشرف الرسائل میں 1996 میں شائع کیا تھا جسے بعد میں جمیعت اشاعت اہل سنت پاکستان نے ایک الگ سے کتابی شکل میں شائع کر دیا تھا۔ زیر نظر کتابچہ جو کہ 64 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں آپ مولانا قاسم صاحب کی مولانا احسن نانوتوی کی تائیدی تفسیر درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ نے فرمایا

ہماری تفسیر کی رو سے کسی اور دنیا میں بھی خاتم النبیین ہوں تو بھی آپ

ﷺ کی خاتمیت میں کوئی حرج نہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔بانیان دیوبند

''اب خلاصہ دلائل بھی سنیئے کہ درباره وصف نبوت فقط اس زمین کے انبیاءعلیہم السلام ہمارے خاتم النبیین ﷺ سے اسی طرح مستفید و مستفیض نہیں جیسے آفتاب سے قمر وکواکب بلکہ اور زمینوں کے خاتم النبیین بھی آپ سے اسی طرح مستفید و مستفیض ہیں یعنی ساتوں زمینوں میں سات خاتم النبیین ہیں مگر چونکہ باقی زمینوں کے خاتم ہمارے حضور علیہ السلام سے ہی فیض حاصل کرتے ہیں جیسے چاند اور ستارے سورج سے اس لئے حضور ﷺ کی خاتمیت میں کچھ فرق نہ آئے گا۔'' (تحذیر الناس ص ۳۲)

ہماری تفسیر کی رو سے آپ ﷺ کے ماتحت انبیاء آپ کا ظل ہونگے جس سے ختم نبوت میں کوئی حرج نہیں۔۔۔۔۔۔بانیان دیوبند

مزید لکھا ہے کہ ''جیسے نورِ قمر نورِ آفتاب سے مستفید ہے ایسے ہی بعد لحاظ مضامین مسطورہ فرق مراتب انبیاء کو دیکھ کر یہ سمجھیں کہ کمالات انبیاء سابق اور انبیاءِ ماتحت کمالاتِ محمدی سے مستفاد ہیں''

(تحذیر الناس ص35)(التنویر لدفع ظلام التحذیر یعنی مسئلہ تکفیر ص25)

ہماری تفسیر کی رو سے آپ ﷺ کے زمانے میں بھی کوئی نبی ہو تو بھی ختم نبوت میں کوئی حرج نہیں ۔۔۔۔۔بانیان دیوبند

پھر فرمایا ''غرض اختتام بایں معنیٰ تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔'' (تحذیر الناس ص ۱۴) اس عبارت کا صریح مطلب یہ ہوا کہ ۔۔(خاتم زمانی)۔۔بقول نانوتوی صاحب اس میں یہ خرابی ہے کہ حضور اس صورت میں صرف انہیں انبیاء علیہم السلام کے خاتم ہونگے جو حضور سے پہلے تشریف لا چکے ہیں لیکن اگر خاتم کا وہ معنی تجویز کیا جائے جو نانوتوی صاحب نے بیان کئے ہیں ۔۔۔تو اس میں یہ خوبی اور کمال ہے کہ اگر حضور کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو تو پھر بھی حضور ﷺ ویسے ہی خاتم النبیین رہیں گے کیونکہ حضور کے زمانے میں جو اور نبی ہوں گے وہ بالذات نہیں بالعرض نبی ہو گے۔یعنی اپنی ذات سے نہیں بلکہ حضور سے ہی فیض حاصل کر کے نبی بنیں گے اس طرح خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔''

(التنویر لدفع ظلام التحذیر یعنی مسئلہ تکفیر ص23)

ہماری تفسیر کی رو سے آپ ﷺ کے بعد میں بھی کوئی نبی ہو تو بھی ختم نبوت میں کوئی حرج نہیں ۔۔۔۔۔۔بانیان دیوبند

آگے چل کر مولوی غلام علی اوکاڑوی صاحب مولانا قاسم نانوتوی صاحب کے حوالے سے ختم نبوت پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں ''پھر نانوتوی صاحب تحذیر الناس میں لکھتے ہیں ''ہاں اگر خاتمیت بمعنیٰ اتصاف ذاتی بوصفِ نبوت لیجئے جیسا اس ہیچ مدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ ﷺ اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی ﷺ نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی (جو انبیاء دنیا میں تشریف لا چکے ہیں ناقل) ہی پر آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی افرادِ مقدرہ (وہ نبی جو ابھی دنیا میں پیدا تو نہیں ہوئے لیکن ان کا حضور ﷺ کے بعد پیدا ہونا مقدر ہے حاشیہ) پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائے گی۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین کوئی اور نبی تجویز کیا جائے''

(تحذیر الناس طبع اول ص ۲۸ طبع ثانی ص ۲۵)

مولوی عبدالحیٔ فرنگی محلی نے اس موضوع پر ''زجرالناس علیٰ انکار اثر ابن عباس'' لکھا۔علاوہ ازیں ''الایات البینات علیٰ وجود الانبیاء فی الطبقات'' لکھی اور پھر تیسرا رسالہ ''دافع الوسواس فی اثر ابن عباس'' لکھا۔ یہ رسالہ آپ نے ''کشف الالتباس فی اثر ابن عباس'' کے رد میں لکھا۔اس موضوع پر مولانا عبدالحیی فرنگی محلی کے مجموعہ الفتاویٰ جلد اول میں تین فتوے بھی شامل ہیں۔جن پر مولوی عبدالحیی فرنگی محل کے علاوہ دوسرے علماء مفتی سعد اللہ۔محمد لطف اللہ۔محمد نعیم۔محمد ابراہیم۔مولوی محمد عبداللہ الحسینی۔ابوالخیر محمد معین الدین ۔مولوی امیر احمد سہسوانی۔مولوی محمد حسین۔ حفیظ اللہ۔ شریف حسین۔محمد عبدالعلی۔محمد عبدالعزیز۔ شہاب الدین غزنوی۔عبد الغفور لاہوری۔محمد عبد الغفار ٹونکی کی تصدیق اور تصویب موجود ہے اس کی تائید میں ایک رسالہ'' نصر المومنین فی قول الجاہلین'' لکھا گیا۔

یعنی مولانا احسن نانوتوی صاحب کے مؤقف کی تائید بھی بڑے

بڑے علماء کر رہے تھے یعنی اثر ابن عباس درست ہے۔ دوسرے سیاروں پر بھی سلسلہ انبیاء موجود تھا اور ہے لیکن خاتم الانبیاء ایک ہی ہیں یعنی ہمارے نبی پاک ﷺ۔ یہ نبی آپ سے پہلے ہوں یا آپ کے بعد۔ آپ کے سیارے میں ہوں یا کسی اور سیارے میں خاتم الانبیاء صرف آپ وجود گرامی ہے۔ باقی سب انبیاء کی نبوت آپ کا عطاء کردہ فیض ہیں۔

مولوی احسن نانوتوی صاحب کے اس مئوقف کے خلاف بہت سے رسالے لکھے گئے۔ مثلاً تحقیقاتِ محمدیہ علی اوہام نجدیہ 2 الکلام الاحسن 3 تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال 4 القول الفصیح 5 افادات الصمدیہ 6 رسالہ قانون شریعت 7 ابطال اغلاط قاسمیہ 8 فتاویٰ بے نظیر 9 کشف الالتباس فی اثر ابن عباس 10 قسطاس فی موازنۃ اثر ابن عباس وغیرہ وغیرہ

مشہور سلفی مولوی حکیم محمود احمد اس سارے تاریخی پس منظر کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ”غرض بڑے گھمسان کا رن پڑا۔ دیوبندی کہتے کہ اثر ابن عباس درست ہے۔۔۔ اور بریلوی حضرات کہتے تھے کہ اسکا مطلب اجرائے نبوت ہے لہذا کفر ہے۔ یوں ایک طرف دیوبندی پارٹی تھی اور دوسری طرف مولوی نقی علی صاحب کا بریلی میں اور مولوی عبدالقادر صاحب کا بدایوں میں کیمپ موجود تھا۔

بس یہیں سے بریلوی اور دیوبندی اختلاف نے دو جماعتوں کی صورت اختیار کرلی۔ اس کے نتیجے میں مولوی احسن صاحب کو بریلی چھوڑنا پڑا۔ آپ ہجرت کرکے دیوبند آ گئے اور یوں حنفی المسلک ہونے کے باوجود تفسیر ختم نبوت پر اختلاف سے یہ دونوں فرقے اپنے اپنے شہروں کی طرف نسبت کرنے لگ گئے۔“

(علمائے دیوبند کا ماضی مصنفہ حکیم محمود احمد صاحب ابن مولانا اسماعیل سلفی صاحب ناشر ادارہ نشر التوحید والسنۃ لاہور میں ص 49 تا 60)

غرض بانیان دیوبند نے بریلی شہر چھوڑا گھر بار چھوڑا، مساجد چھوڑیں اور ان کی امامت چھوڑی صرف اس تفسیری اختلاف پر کہ ختم نبوت کا ہرگز مطلب یہ نہیں کہ آپ ﷺ صرف بعثت کے اعتبار سے دنیا میں آخری نمبر پر دنیا میں مبعوث ہوئے ہیں اور ان کے خیال میں ایسا عقیدہ کم فہم لوگوں کا ہے۔ اصل معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ کی نبوت اصلی ہے اور باقی سب کی آپ کی برکت سے ہے۔ اس لئے آپ ﷺ اس وقت بھی ختم النبیین تھے جبکہ آدم علیہ السلام ابھی مٹی میں لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔ لیکن پھر موسم بدلا۔ علماء بدلے۔ ضرورت بدلی اور یوں بدقسمتی سے 38 سال بعد یعنی 1905 میں انہیں بزرگوں کی اولادیں ایک دفعہ پھر سے میدان دنگل میں صف آراء ہوگئیں۔ اور پھر فلک نے یہ نظارہ دیکھا کہ جس ختم نبوت کی تفسیر کی خاطر باپ دادا نے شہر تک تیاگ دیا اُن کی اولاد نے اُسے نظریے کو تیاگ دیا۔ لیکن وہ کہتے ہیں ناں کہ اصولوں پر سمجھوتہ ایک پھسلواں ڈھلان کا سفر ہے کبھی لڑھک گئے تو کبھی لڑھکا دیئے گئے یوں 16 سال بعد 1921 میں آل دیوبند ایک پھر دوراہے پر کھڑی تھی ایک اور حادثہ اور ایک اور ضرورت دامن گیر ہوگئی پھر سے ایک اور پھسلوں ڈھلان سامنے تھی۔ پھر کیا ہوا لڑھکے تو مشرکوں کی گود میں جا کر رکے اور تعارف بنا

” اگر ختم نبوت نہ ہوگئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی تھے “

۞۞۞۞۞۞۞



کتاب زیست کا روشن باب
مکرم عبدالصمد قریشی صاحب

وہ حسن رنگ سخن لاجواب ہے اُس کا
نگاہ لطف و کرم بے حساب ہے اُس کا
وہ بولتا ہے تو خوشبو سی پھیل جاتی ہے
ہر ایک لفظ معطر گلاب اُس کا
اسے حسین سی نسبت ہے آسمانوں سے
کہ نُور نور میں ڈوبا ، شباب ہے اس کا
وہ جگمگاتا ہے فکر و عمل کی راہوں پر
کتاب زیست میں روشن سا باب ہے اُس کا
ہیں اُس کی کانوں میں رس گھولتی ہوئی باتیں
سرور و کیف میں ڈوبا خطاب ہے اس کا

۞۞۞۞۞۞۞

’’لجنہ اماءاللہ‘‘: حضرت مصلح موعودؓ کی اولوالعزمی کا منہ بولتا ثبوت

(در ثمین احمد۔ جرمنی)

’’کسی بھی قوم کے بنانے یا بگاڑنے میں عورت بہت اہم کردار ادا کرتی ہے‘‘

مالی قربانیوں کے چند لازوال نمونے

روحانی احیاء اور دنیا کی محبت سرد ہونے کا ایک ثبوت جماعت احمدیہ کی عظیم مالی قربانیاں ہیں۔ جن کی بنا حضرت مسیح موعودؑ نے ڈالی اور جن پر ایک عالیشان عمارت حضرت مصلح موعودؓ نے تعمیر کی جس کا ہر کمرہ احمدیوں کے پرخلوص مال سے لبریز ہے۔ حضورؓ نے 52 سالہ دَور میں ایک اندازے کے مطابق 56 مالی تحریکات کیں اور ان میں سے ہر ایک کا دامن چھلکا پڑتا ہے۔ تحریک جدید اپنے وقت کا بہت بڑا مطالبہ تھا جس کی مالیت ؟27 ہزار تھی مگر جماعت نے ایک لاکھ روپیہ پیش کر دیا۔

ایک پٹھان عورت حضورؓ کی خدمت میں دو روپے لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یہ دوپٹہ دفتر کا ہے یہ پاجامہ دفتر کا ہے۔ یہ جوتی دفتر کا ہے۔ میرا قرآن بھی دفتر کا ہے۔ میری ہر ایک چیز مجھے بیت المال سے ملا ہے۔

(الفضل 15 فروری 1923ء)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ’’جب تقسیمِ ملک ہوئی اور ہم ہجرت کر کے پاکستان آئے تو جالندھر کی ایک احمدی عورت مجھے ملنے کے لئے آئی۔ رتن باغ میں ہم مقیم تھے وہیں وہ آکر ملی اور اپنا زیور نکال کر کہنے لگی کہ حضور میرا یہ زیور چندے میں دیدیں۔ مَیں نے کہا: بی بی! عورتوں کو زیور کا بہت خیال ہوتا ہے۔ تمہارے سارے زیور سکّھوں نے لوٹ لئے ہیں۔ پارٹیشن کے وقت سکّھوں نے مسلمانوں کا سارا سامان لوٹ لیا تھا۔ تو یہی ایک زیور تمہارے پاس ہے۔ تم اسے اپنے پاس رکھو۔ اس پر اس نے کہا حضور! جب میں ہندوستان سے چلی تھی تو میں نے عہد کیا تھا کہ میں امن سے لاہور پہنچ گئی تو میں اپنا یہ زیور چندہ میں دیدوں گی۔ اگر سکھ باقی زیورات کے ساتھ یہ زیور بھی چھین کر لے جاتے تو میں کیا کر سکتی تھی۔ جس کی نیت کی تھی کہ چندہ میں دیدوں گی وہ بچ گیا اور باقی سارا زیور لوٹا گیا اور سارا سامان لوٹا گیا اس لئے میں مجبور ہوں، آپ میری اس بات کو ردّ نہ کریں اور اس کو وصول کر لیں۔‘‘

(الازہار لذوات الخمار حصہ دوئم صفحہ 175 مطبوعہ قادیان)

قربانی و ایثار کے باب میں مردوں کے دوش بدوش احمدی مستورات نے بھی کئی اہم سنگ میل نصب کیے ہیں۔ مسجد فضل لندن، مسجد مبارک ہیگ (ہالینڈ) اور مسجد نصرت جہاں کوپن ہیگن (ڈنمارک) کی تعمیر کے تمام تر اخراجات خواتین نے ہی برداشت کیے ہیں۔ جبکہ نائیجیریا میں چار مساجد احمدی مستورات کے چندوں سے تعمیر کی گئی ہیں۔ نیز بشمول جرمن، دوزبانوں میں تراجم قرآن کریم کی اشاعت بھی خواتین کے چندے سے کی گئی ہے۔ جب حضرت مصلح موعودؓ نے مسجد فضل لندن کی تعمیر کے لیے چندے کی تحریک فرمائی تو کئی خواتین نے اپنا تمام تر زیور بلا جھجک حضورؓ کے قدموں میں نچھاور کر دیا۔ ایک مخلص خاتون محترمہ کریم بی بی صاحبہ زوجہ محترم منشی امام الدین صاحب پٹواری نے اپنی والدہ کی نشانی کے طور پر صرف ایک زیور اپنے پاس رکھ کر باقی سارا زیور پیش کر دیا جو ترازو میں سیروں کے حساب سے تولا گیا۔

(اصحاب احمد جلد اول صفحہ 125)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جرمنی میں ایک مسجد بنانے کی تحریک فرمائی جس کے خرچ کا اندازہ ڈیڑھ لاکھ روپیہ تھا۔ یہ تحریک گو تمام جماعت کے لیے تھی، لیکن جماعت کی مخلص اور قربانی کرنے والی خواتین نے بھی اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس تحریک میں شامل ہونے والوں کے لیے کم از کم ڈیڑھ صد روپے دینے کی شرط تھی۔ اس مسجد کی بنیاد ؟22 فروری 1957ء کو رکھی گئی اور ؟22 جون 1957ء کو اس کا افتتاح ہوا جس کے لیے مرکز سے حضرت مصلح موعودؓ نے خاص طور پر صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کو ہمبرگ بھجوایا۔

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد دوم صفحہ 464، ایڈیشن 1972ء)

شدھی کے خلاف جہاد میں احمدی مستورات کی شمولیت

1923ء کے شروع میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے شدھی تحریک کے خلاف خصوصی جہاد کا اعلان فرمایا۔ ہندوستان کے علاقہ یوپی میں ارتداد کی

تحریک اُٹھی تھی۔ ملکانہ راجپوت کہلانے والی مسلمان قوموں کو آریہ دوبارہ شُدھ کرنے لگے تھے۔ احمدی عورت دینی اغراض کے لیے بڑھ کے قربانی کے لیے ایسی تیار ہو چکی تھی کہ فوراً اپنے پیارے امام کی خدمت میں خطوط لکھے۔ جس پر 13؟ مارچ 1923ء کے درسِ قرآن میں آپؓ نے خوشنودی کا اظہار فرمایا:

''راجپوتوں میں تبلیغ کے متعلق تحریک کی گئی ہے۔ اس کو سُن کر عورتوں کی طرف سے بھی کہا گیا ہے کہ اس موقع پر ہمیں بھی خدمتِ دین کا موقع دیا جائے۔ ان کو اس خدمت دین میں شامل کرنے کا سوال تو الگ ہے۔ اور اس کے متعلق پھر فیصلہ کیا جائے گا۔ مگر اس سے یہ تو ظاہر ہے کہ مستورات میں بھی قربانی اور ایثار کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ اور وہ بھی ہر خدمتِ دین میں حصہ لینے کے لئے تیار ہیں۔''

(الفضل قادیان 15 مارچ 1923ء صفحہ 11)

ایک خاتون محترمہ سعیدہ صاحبہ نے لاہور سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں لکھا: ''عاجزہ نے پرچہ اخبار زمیندار میں پڑھا ہے کہ بیس مسلمان عورتیں ہندو ہو چکی ہیں۔ عاجزہ کی عرض ہے کہ یہ واقعہ پڑھ کر میرے دل کو سخت چوٹ لگی ہے میرا دل چاہتا ہے کہ اسی وقت اُڑ کر چلی جاوں اور اُن کو جا کر تبلیغ کروں اگر حضور پسند فرمائیں اور حکم دیں تو عاجزہ تبلیغ کے واسطے تیار ہے۔''

ایک خاتون محترمہ سردار بیگم صاحبہ دختر شیخ محمد حسین صاحب سب جج زیرہ ضلع فیروز پور نے لکھا:

''مرد اکثر اوقات کسی نیک کام کرنے سے اس لئے بھی رُک جاتے ہیں کہ اُن کی عورتیں راہ میں حائل ہو جاتی ہیں۔ پیاری بہنو اور بزرگو! خبردار! اس کام کے کرنے میں ہرگز حائل نہ ہونا ورنہ جہنم کا منہ دیکھنا پڑے گا تم خود مردوں سے کہو کہ نکلو اسلام کی عزت رکھنے کا وقت ہے...... جو بہنیں اپنے مردوں کو بھیجنے کے ذریعے سے مدد نہیں کر سکتیں وہ اپنے مال سے مدد کریں۔'' (تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اوّل صفحہ 121، ایڈیشن 2009ء)

محترمہ محمودہ خاتون صاحبہ (اہلیہ عبد الرحیم صاحب مالیر کوٹلہ) نے مردوں کی خدمات کے مواقع پر رشک کے جذبات کا اظہار کیا اور میدانِ عمل میں ایک مربی کو بھجوانے کا خرچ اُٹھانے کا وعدہ کیا۔ محترمہ امۃ الرحمٰن صاحبہ (ہمشیرہ قاضی عبد الرحیم صاحب) اور محترمہ عمر بی بی صاحبہ والدہ محمد عبد الحق صاحب آگرہ نے اپنے آپ کو خدمت کے لیے تین ماہ کیلیے وقف کرنے کے خطوط لکھے۔ لجنہ اماء اللہ کی طرف سے حضرت سیّدہ امۃ الحیٔ صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے عید کے موقع پر ان راجپوت عورتوں کے لیے دوپٹوں کے تحفے بھیجے جنہوں نے فتنہ ارتداد کا جواں مردی سے مقابلہ کیا۔ چھ سالہ صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ نے بھی ایک چھوٹا دوپٹہ تحفے میں بھیجا۔ محترمہ زینب صاحبہ زوجہ فقیر محمد صاحب رائے پور نے اپنے سارے گھر کا اسباب چندہ میں دے دیا اور دونوں میاں بیوی نے میدانِ ارتداد میں خدمات کے لیے خود کو پیش کیا۔ سکندر آباد اور حیدر آباد دکن کی 75 خواتین نے ایک جلسہ کیا۔ اہلیہ صاحبہ حضرت سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب نے ارتداد سے بچانے کے لیے مربیان بھجوانے اور اُن کے اخراجات برداشت کرنے کے لیے اپیل کی۔

(ماخوذ از تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اوّل صفحہ 122,123، ایڈیشن 2009ء)

احمدیت کی ترقی میں احمدی عورتوں نے بھی بیشمار قربانیاں دی ہیں اپنے ایمان کو بچایا اور مخالفین اسلام کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکے۔

تحریک تحفظ ناموسِ رسولؐ

1927ء میں لجنہ اماء اللہ کو مضبوط انداز میں تحریکِ تحفظ ناموسِ رسولؐ میں حصہ لینے کا موقع ملا۔ آریہ سماجی راجپال نے رنگیلا رسول جیسی اشتعال انگیز کتاب لکھ کر اہل غیرت کو للکارا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے پُر زور تحریک چلائی اور خواتین سے اپیل کی کہ وہ چندہ جمع کریں۔ خواتین نے بہت جلد مطلوبہ رقم جمع کی، اس کے علاوہ 22؟ جولائی 1927ء کو حضرت سیّدہ سارہ بیگم حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی زیر صدارت ایک جلسہ کر کے نَو ریزولیوشنز (RESOLUTIONS) پاس کیں جس کی نقل ہز ایکسی لینسی گورنر صاحب پنجاب کو بھی بھیجی گئی۔ یہ ریزولیوشنز خواتین کی بیدار مغزی، بہادری، جرات اور دلیری کی آئینہ دار ہیں۔

(الفضل قادیان 26 جولائی 1927ء صفحہ 10 کالم 3)

خواتین کا جوشِ تبلیغ اسلام

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے مبارک عہد خلافت میں جماعت میں تبلیغ کی روح اس طرح سپھونک دی تھی کہ ان کے سر پر ہر وقت یہی دھن سوار تھی کہ ہر لمحہ تبلیغ میں صرف ہو۔ ان یوم التبلیغ کی رپورٹس اور بیعتوں کی تعداد الفضل میں باقاعدگی سے شائع ہوتی جس سے پتہ چلتا ہے کہ کس جوش وخروش سے ان دِنوں تبلیغ کی جاتی تھی۔ مرد تو مرد خواتین بھی اس کارِ خیر میں کسی سے پیچھے نہ تھیں۔

?20 فروری 1934ء کے الفضل میں حضرت سیدہ اُمّ طاہرؓ کی جانب سیا یک رپورٹ شائع ہوئی جس میں آپ تحریر فرماتی ہیں کہ ”لجنہ کو خدا کے فضل سے تبلیغی کام کی طرف خاص توجہ ہے اور ممبرات اپنے اپنے حلقہ میں تبلیغ کا کام کرتی رہتی ہیں۔ سال زیر رپورٹ میں حسبِ دستور سیرت النبیؐ کا جلسہ قادیان میں زیر اہتمام لجنہ منعقد ہوا۔ اور خدا کے فضل سے بہت کامیاب رہا۔ حاضرات کی تعداد جن میں غیر مسلم عورتیں بھی کثرت سے شامل تھیں۔ سات آٹھ سو کے قریب تھی۔ یوم التبلیغ میں بھی لجنہ نے خاص طور پر حصہ۔ ہندو اور سکھ خواتین کے ہاں جانے کے علاوہ اچھوت کہلانے والی قوم کے محلہ میں بھی ممبرات اور دوسری بہنوں نے جا کر انفرادی طور پر تبلیغ کی۔ جس کے نتیجہ میں خدا کے فضل سے بہت سی عورتوں نے اسلام قبول کیا۔ اور کئی غیر احمدی عورتوں نے بیعت کی، فالحمدللّٰہ علیٰ ذالک۔“

(الفضل قادیان 20 فروری 1934ء صفحہ 5 کالم 2)

یہ تو اپنوں کی رپورٹس ہیں۔ آیئے ایک غیر اخبار کی رائے اس بارے میں پڑھتے ہیں۔ اخبار آریہ مسافر ?25 مارچ 1934ء کے شمارے میں ایک آریہ اپدیشک احمدیوں کے یوم التبلیغ کا آنکھوں دیکھا حال سناتے ہوئے لکھتا ہیکہ ”…میں 4 مارچ 1934ء کو قادیان گیا۔ اسٹیشن سے اتر کر جب شہر پہونچا۔ تو سارا شہر سنسان تھا۔ وردیاں پہنے ہوئے مسلمان والنٹیر ہاتھوں میں لٹھ لئے گھوم رہے تھے۔ اور برقعہ والی عورتوں کے جھنڈ ادھر ادھر پھر رہے تھے۔ میں نے ان والنٹیر وں سے پوچھا آج کیا ہے؟ جواب ملا ”تبلیغی ڈے“۔ یہ سن کر آگے بڑھا۔ آگے بھی عورتوں کے غول کے غول ادھر ادھر جا رہے تھے۔ اتنے میں آریہ سماج کے پردھان مل گئے۔ ان سے تبلیغی ڈے کے متعلق بات چیت ہونے لگی۔ انہوں نے کہا۔ مرزائی انجمن ہر سال تبلیغی ڈے مناتی ہے۔ اب کے تو کھلے طور پر ہندوؤں میں تبلیغ کرنے کے لئے یہ دن رکھا گیا ہے۔ میں سارا دن ان کیجوش اور مستعدی کا ادا سنیتا سے وچار کرتا رہا۔ نانا پرکار کے خیال میرے دل میں آتے جاتے تھے۔ چت اداس رہا۔ سائینگ کال کے سمے باہر گھومنے کے لئے جب نکلا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ باہر سے لوگوں کے غول اتنے خوشی میں اور امنگوں سے بھرے ہوئے۔ کہ پاؤں پر دھول پڑی ہے۔ چہروں پر پسینہ کے نشان ہیں۔ چاروں طرف سے آ رہے ہیں۔ پوچھا کہاں گئے تھے۔ جواب ملا۔ تبلیغ کے لئے۔ عورتیں بھی سارا دن ہندو محلوں میں پھرتی رہیں۔“ (الفضل قادیان یکم اپریل 1934ئصفحہ 4)

دین کی خاطر جان کا نذرانہ

قربانی کرنے والوں کی مثالوں میں ایک احمدی خاتون کا ذکر جماعت کی تاریخ میں ملتا ہے جن کا نام پھوپھی سید صاحبہ تھا۔ 1946ء میں یہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں حضرت مصلح موعودؓ کی تصویر دیکھ کر احمدی ہوئی تھیں۔ اس وقت اس خاتون کی عمر 80 سال تھی۔ بیوہ اور بیاولاد تھیں اور گاؤں کے بچوں کو قرآن کریم پڑھاتی تھیں۔ بہت سارے بچے بچیاں ان کے پاس پڑھتے تھے۔ بیعت کرتے ہی لوگوں نے ان سے بچے پڑھائی کرنے سے اٹھوا لیے کہ تم احمدی ہوگئی ہو، کافر ہوگئی ہو اب قرآن کریم تم سے نہیں پڑھوانا اور وہ اپنے گاؤں میں بالکل بے سہارا ہوگئیں۔ آپ کے قبول احمدیت کی شہرت ہوئی تو ان کے بھائی وزیر علی شاہ ان کو اپنے پاس رَن مل شریف گجرات میں لے گئے اور ایک کمرے میں وہاں لا کر ان کو بند کر دیا اور ان کا کھانا پینا بند کر دیا۔ اس طرح یہ بھوکی پیاسی کئی دنوں کے فاقے اور بھوک اور پیاس کی وجہ سے اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہوگئیں۔ انہوں نے کوئی آہ و بکا نہیں کی۔ کوئی احتجاج نہیں کیا اور نہ ہی احمدیت چھوڑی۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے بھوکی پیاسی مر جاوں گی لیکن احمدیت نہیں چھوڑوں گی۔

(ماخوذ از جلسہ سالانہ جرمنی 2018ء کے موقع پر امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا مستورات سے خطاب)

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مضامین کا سلسلہ

جب ہندوؤں کی طرف سے کتاب ”رنگیلا رسول“ اور رسالہ ”ورتمان“ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک کے خلاف گستاخیاں انتہا کو پہنچ گئیں اور ملک میں فرقہ وارانہ کشیدگی نہایت خطرناک شکل اختیار کر گئی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آنحضرت ﷺ کی ناموس اور حرمت کی حفاظت کے لیے 1927ء کے آخر میں خدا تعالیٰ کی طرف سے القا کی گئی ایک تحریک اور مہم ملک کیطول وعرض میں جاری فرمائی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کیحالات، پاک سیرت کے درخشاں واقعات اور عالمگیر احسانات کے تذکروں کے لیے جلسوں کے علاوہ نظم و نثر پر مشتمل ایک خاتم النبیین نمبر بھی اس بابرکت سکیم میں شامل فرمایا۔

اس نمبر میں سیرت النبی ﷺ کی متعلق کل 35 مضامین شائع کی گئی جن کو

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ، احمدی و غیر احمدی علماؤ مستورات اور غیر مسلم احباب نے بڑے جوش اور محبت سے تحریر کیا۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 29 تا 34)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کیارشاد پر ادارہ الفضل قادیان نے ?12 جون 1928ء بمطابق 23 ذی الحجہ 1346 ہجری کو بہتر (72) صفحات پر مشتمل ایک نہایت شاندار شمارہ ''خاتم النبیینؐ نمبر'' شائع کیا جس میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت طیبہ کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی کتب میں سے اقتباسات، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور دوسرے ممتاز بزرگان احمدیت وعلمائے سلسلہ اور احمدی وغیر احمدی مستورات کے مضامین کے ساتھ ساتھ بعض مشہور غیر احمدی زعماء اور غیر مسلم اصحاب کے بھی نہایت بلند پایہ مضامین شامل تھے۔ ان مضامین کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت مصلح موعودؓ کی نعتوں کے ساتھ بعض دیگر احمدی احباب کا کلام بھی درج کیا گیا۔

اس خاص نمبر میں 14 احمدی خواتین کی مضامین شائع کیے گئے جن میں اکثر مضامین کا موضوع بانی اسلام حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا عورتوں کی حقوق اور حسن سلوک قائم فرمانیکی متعلق تھا۔ یہ مضامین غیر مسلم دنیا کے اسلام پر عورتوں کے حقوق کی متعلق اعتراض کیجواب میں بیمثال ہیں۔

(الفضل قادیان 12 جون 1928ء)

محترمہ امۃ الحق صاحبہ بنت حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ نے اپنے مضمون ''صنف نازک سے بانی اسلام کا حسن سلوک'' میں لکھا کہ ''غرض میں بصیرت سے علی الاعلان یہ بات کہنے کے لئے تیار ہوں کہ مذہب اسلام کی بانی محمد مصطفیٰ ﷺ صنف نازک کو حیات روحانی اور جسمانی عطا کرنے میں بینظیر ہیں۔''

(الفضل قادیان 12 جون 1928ء صفحہ 61 کالم 3)

دین اسلام کے لیے جذبات کی قربانی

تبلیغ میں واقفین زندگی کی بیویوں کا کردار اس پھول کی طرح ہے جس سے عطر بنتا ہے۔ عطر کی خوشبو تو محسوس ہوتی ہے لیکن پھول کسی کو نظر نہیں آتا۔ واقفین زندگی کی بیویوں کی زندگی بھی وقف ہوتی ہے۔ وہ ہر گرم اور سرد میں ان کا ساتھ دیتی ہیں، مشکلات کے وقت حوصلہ افزائی کرتی ہیں اور اپنے خاوند کے کام کو خوش اسلوبی سے جاری رکھنے میں اپنے خلوص اور اعلیٰ اخلاص سے خاصا اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ان کی خاموشی میں ایک گویائی ہو جاتی ہے، ایسی گویائی جو حیرت انگیز طور پر دلوں پر اثر کرنے والی ہوتی ہے۔ ہماری جماعت ایسی مثالوں سے منور ہے۔ مبلغین اسلام کی بیویوں نے شروع میں جب حالات اچھے نہیں تھے، بڑی بڑی قربانیاں دیں اور بغیر خاوندوں کے رہیں اور بچے اس طرح پالے جیسے یتیمی میں پالے جاتے ہیں۔

حکیم فضل الرحمٰن صاحب مبلغ افریقہ کی زندگی بہت لمبا عرصہ باہر گزری۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ حکیم فضل الرحمٰن صاحب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''وہ شادی کے تھوڑا عرصہ بعد ہی مغربی افریقہ میں تبلیغ کے لیے چلے گئے تھے اور تیرہ چودہ سال تک باہر رہے جب وہ واپس آئے تو ان کی بیوی کے بال سفید ہو چکے تھے اور ان کے بچے جوان ہو چکے تھے'' (محسنات صفحہ 120)

مولوی نذیر احمد صاحب مبشر سیالکوٹی کے بارے میں اسی کتاب میں لکھا ہے کہ مولوی نذیر احمد صاحب مبشر نکاح کے بعد رخصتانہ سے قبل ہی افریقہ چلے گئے تھے اس زمانے میں مبلغین کی بھی اتنی کمی تھی ...... پھر جنگ کی وجہ سے واپس نہ ہو سکے وہ لکھتے ہیں کہ اب ان کو 9,8 سال کے قریب ہو گئے ہیں اور ابھی عزیزہ موصوفہ کا رخصتانہ نہیں ہوا۔ مجھے یاد نہیں کہ کتنی مدت کے بعد آئے تھے تو وہ کنواری دلہن بوڑھی ہو چکی تھی اور اس عمر میں داخل ہو گئی تھی کہ جس کے بعد پھر بڑھاپے کے انتظار کے چند سال ہی رہ جاتے ہیں انہوں نے اکثر وقت تنہائی اور جدائی میں کاٹا۔ (محسنات صفحہ 121)

حضرت فضل عمرؓ نے 1956ء میں لجنہ کے سالانہ اجتماع میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''ہمارے کئی مربی ایسے ہیں جو دس دس پندرہ پندرہ سال تک بیرونی ممالک میں فریضہ تبلیغ ادا کرتے رہے اور وہ اپنی نئی بیاہی ہوئی بیویوں کو پیچھے چھوڑ گئے۔ ان عورتوں کے بال اب سفید ہو چکے ہیں لیکن انہوں نے اپنے خاوندوں کو کبھی یہ طعنہ نہیں دیا کہ وہ انہیں شادی کے بعد چھوڑ کر لمبے عرصے کے لیے باہر چلے گئے تھے۔ ہمارے ایک مبلغ مولوی جلال الدین صاحب شمس ہیں وہ شادی کے تھوڑا عرصہ بعد ہی یورپ چلے گئے تھے۔ ان کے واقعات سن کر انسان کو رقت آ جاتی ہے۔ ایک دن انکا بیٹا گھر آیا اور اپنی والدہ سے کہا کہ امی ابا کسے کہتے ہیں؟ ہمیں پتہ نہیں ہمارا بابا کہاں گیا ہے؟ کیونکہ وہ بچے ابھی تین تین چار چار سال کے تھے کہ شمس صاحب یورپ تبلیغ

کے لیے چلے گئے اور جب واپس آئے تو وہ بچے 17، 17، 18، 18 سال کے ہو چکے تھے۔ اب دیکھو یہ ان کی بیوی کی ہمت اور اس بیوی کی ہمت ہی کا نتیجہ تھا کہ وہ ایک لمبے عرصے تک تبلیغ کا کام کرتے رہے۔ اگر وہ انہیں اپنی درد بھری کہانیاں لکھتی رہتیں تو وہ یا تو خود بھاگ آتے یا سلسلے کو مجبور کرتے کہ انہیں بلا لیا جائے۔'' (محسنات صفحہ 122 تا 123)

احمدی خواتین کی ملی قربانیاں

تحریک پاکستان کی نامور مجاہدہ اور برصغیر کی پہلی مسلمان صحافی خاتون محترمہ قریشہ سلطانہ المعروف بیگم شفیع احمد نے 1920ء میں احمدیت قبول کی۔ جب مسجد فضل لندن کیلیے چندے کی تحریک ہوئی تو بیگم شفیع احمد نے اپنا پنج لڑا ہار پیش کر دیا۔ ?18 اپریل 1927ء کو دہلی میں لجنہ اماء اللہ کا قیام حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے ذریعے ہوا تو بیگم شفیع احمد پہلی سیکرٹری مال مقرر ہوئیں۔ آپ بہت اعلیٰ مقررہ بھی تھیں۔ خواتین کے جلسہ سالانہ 1934ء میں بھی آپ کو تقریر کرنے کا موقع ملا۔ ?31 اکتوبر 1941ء کو حضرت سید شفیع احمدؓ وفات پا گئے تو گھریلو رئیسانہ ٹھاٹھ باٹھ پر نظر ڈال کر آپ کے مونہ سے بے ساختہ نکلا ''یا اللہ اب ہمارا کیا بنے گا؟'' اسی لمحے ایک جلالی آواز آپ کے کانوں میں آئی کہ ''تیرا خدا تو نہیں مرا وہ تو ہمیشہ زندہ رہے گا''۔...... پھر ایک روز آپ نے خواب میں اپنے خاوند کو دیکھا جو کہہ رہے تھے کہ آپ اخبار ''دستکاری'' جاری کریں۔ یہ اخبار 1913ء سے حضرت سید شفیع احمد صاحبؓ کی وفات تک جاری ہوتا رہا تھا۔ اس خواب کے بعد 1943ء میں بیگم شفیع احمد بھی میدان صحافت میں آگئیں اور ہفتہ وار ''دستکاری'' جاری کر دیا۔ آپ کے کئی اداریوں نے نہ صرف آپ کو شہرت کی منزل پر پہنچا دیا بلکہ آپ کو دہلی کی کئی انتظامی کمیٹیوں کا ممبر بھی بنا دیا گیا۔ اس سے پہلے سے آپ مسلم لیگ کی پر جوش رکن بھی تھیں۔ 1938ء میں آپ کو محمد علی جناح صاحب نے مقامی شعبہ خواتین کا نگران بنا دیا اور بعد میں ورکنگ کمیٹی کا ممبر بھی نامزد کر دیا۔ آپ پریس کانفرنسوں اور میٹنگوں میں پردے کی رعایت کے ساتھ اور اپنے بیٹے کے ہم راہ شامل ہوتیں۔ ایک موقع پر مسز سروجنی نائیڈو نے آپ کو گلے سے لگا کر برملا اعتراف کیا کہ واقعی برقع آپ کی ترقی میں رکاوٹ نہیں بنا۔ بیگم شفیع احمد نے شملہ کانفرنس اور 1946ء میں عارضی حکومت کی افتتاحی تقریب میں بھی بطور نامہ نگار شرکت کی۔ تقسیم ملک کے بعد مسلمانوں اور قادیان کی حفاظت کے سلسلے میں بھی آپ نے جرات کے ساتھ نمایاں خدمت انجام دی۔

حضرت مصلح موعودؓ نے قرون اولیٰ کی خواتین کی قربانیوں کی مثالیں پیش کیں اور پھر احمدی عورتوں کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ ''اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے اسلام کو عزت دینے کے لئے ایک اسلامی علاقہ (پاکستان) قائم کر دیا ... لیکن ہر نعمت کے لئے کچھ قربانی دینی پڑتی ہے ... جب ملک ہمارے پاس آ چکا ہے تو اس کو بچانا ہمارا کام ہے۔ اب انگریزوں کے خون سے اس ملک کو بچایا نہیں جا سکتا بلکہ خود مسلمانوں کے خون سے اس ملک کو بچایا جائے گا...... میں نے بار بار جماعت احمدیہ کے افراد کو توجہ دلائی کہ وہ اٹھیں اور ملک کی خدمت کریں۔ ... میں بتاتا ہوں کہ تم میں سے بعض عورتیں ایسی ہیں جنہوں نے نہایت ہی اعلیٰ درجے کا نمونہ دکھایا ہے۔ اگر وہ اَن پڑھ جاہل اور غریب عورتیں ایسا اچھا نمونہ دکھا سکتی ہیں تو آسودہ حال اور پڑھی لکھی عورتیں کیوں ایسا نمونہ نہیں دکھا سکتیں۔ ایک جگہ رنگروٹ بھرتی کرنے کے لیے ہمارے آدمی گئے انہوں نے جلسہ کیا اور تحریک کی کہ پاکستانی فوج میں شامل ہونے کے لئے لوگ اپنے نام لکھوائیں ...... جن قوموں میں لڑائی کی عادت نہیں ہوتی اس کے افراد ایسے موقع پر عموماً اپنے نام لکھوانے سے ہچکچاتے ہیں۔ چنانچہ اس موقع پر بھی ایسا ہی ہوا۔ تحریک کی گئی کہ لوگ اپنے نام لکھوائیں مگر چاروں طرف خاموشی طاری رہی اور کوئی شخص اپنا نام لکھوانے کے لیے نہ اٹھا۔ تب ایک بیوہ عورت جس کا ایک ہی بیٹا تھا اور جو پڑھی ہوئی بھی نہیں تھی اس نے جب دیکھا کہ بار بار احمدی مبلغ نے کھڑے ہو کر تحریک کی ہے کہ لوگ اپنے نام لکھوائیں مگر وہ ہچکچاہٹ کی وجہ سے آگے نہیں بڑھتے تو وہ عورتوں کی جگہ سے کھڑی ہوئی اور اس نے اپنے لڑکے کو آواز دے کر کہا ''او فلانے تو بولتا کیوں نہیں تو نے سنا نہیں کہ خلیفہ؟ وقت کی طرف سے تمہیں جنگ کے لئے بلایا جا رہا ہے۔'' اس پر وہ فوراً اٹھا اور اس نے اپنا نام جنگ پر جانے کے لیے پیش کر دیا تب اس کو دیکھ کر اَور لوگوں کے دلوں میں بھی جوش پیدا ہوا اور انہوں نے بھی اپنے اپنے نام لکھوانے شروع کر دیے۔ وہ عورت زمیندار طبقہ میں سے نہیں تھی بلکہ غیر زمیندار طبقہ سے تعلق رکھتی تھی۔ جس کے متعلق زمیندار بڑی حقارت سے یہ کہا کرتے ہیں کہ وہ لڑنا نہیں جانتے مگر اس نے غیر زمیندار ہو کر اپنی ذمہ داری کو محسوس کیا اور ایسی حالت میں محسوس کیا جب کہ وہ بیوہ تھی اور اس کا صرف ایک ہی بیٹا تھا اور آئندہ اسے کوئی بیٹا ہونے کی امید نہیں تھی۔ اس نے کہا جب خدا

اور اسلام کے نام پر ایک آواز اٹھائی جارہی ہے تو پھر میرا کوئی بیٹا رہے یا نہ رہے مجھے اس آواز کا جواب دینا چاہیے۔ شدید جذبات مقابل میں ویسے ہی جذبات پیدا کردیا کرتے ہیں۔ جب اس نے یہ بات کہی تو کوئی بزدل جو اپنے آپ کو پہلے بچا رہے تھے انہوں نے بھی اپنے ارادوں کو پیش کرنا شروع کردیا اور جب یہ اطلاع میرے پاس پہنچی اور خط میں مَیں نے یہ واقعہ پڑھا تو پیشتر اس کے کہ میں اس خط کو بند کرتا میں نے خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے کہا ’’اے میرے ربّ! یہ بیوہ عورت اپنے اکلوتے بیٹے کو تیرے دین کی خدمت کے لئے یا مسلمانوں کے ملک کی حفاظت کے لئے پیش کر رہی ہے۔ اے میرے ربّ! اس بیوہ عورت سے زیادہ قربانی کرنا میرا فرض ہے۔ میں بھی تجھ کو تیرے جلال کا واسطہ دے کر تجھ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ اگر انسانی قربانی کی ضرورت ہو تو اے میرے ربّ! اس کا بیٹا نہیں بلکہ میرا بیٹا مارا جائے۔‘‘

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد دوم صفحہ 108، 109، ایڈیشن 1972ء)

بہادری اور دلیری کے نمونے

1958ء کے جلسہ سالانہ کے موقع پر افتتاحی خطاب میں حضرت مصلح موعودؓ نے خواتین کی دلیری کے واقعات بیان کرتے ہوئے فرمایا: ’’اب تو ہماری عورتیں بھی ایسی ہیں جو مردوں سے زیادہ دلیر ہیں۔ ضلع جھنگ کے چنڈ بھروانہ اور منگلہ کے لوگ نئے احمدی ہوئے ہیں۔ وہاں کی ایک عورت یہاں آیا کرتی ہے وہ جب بیعت کرنے کے لئے ربوہ آئی تو مہمان خانہ میں ٹھہری رات کو اس کی بیٹی بھی آ گئی۔ اس نے کہا اماں تو نے مجھے کس قبیلہ میں بیاہ دیا ہے وہ تو احمدیت کی بڑی سخت مخالفت کررہے ہیں۔ بہتیری تبلیغ کرتی ہوں مگر وہ سنتے ہی نہیں۔ اس کی ماں کہنے لگی، بیٹی تو میری جگہ آجا اور اپنے باپ اور بھائیوں کا کھانا پکا میں تیرے سسرال جاتی ہوں اور میں دیکھتی ہوں کہ وہ کس طرح مخالفت کرتے ہیں اور احمدیت کی تبلیغ نہیں سنتے۔ تو اب ہماری عورتیں بھی ایسی ہیں جو کہتی ہیں کہ ہم دیکھیں گے کہ لوگ ہماری تبلیغ کیسے نہیں سنتے۔‘‘

(الفضل قادیان 8 جنوری 1958ء صفحہ 4 کالم 3)

بہادری اور جرأت کو خراج تحسین

۱۹۳۶ء میں خاتونِ خانہ کی بہادری سے گھریلو ڈکیتی کو ناکام بنانیکا ایک واقعہ پیش آیا جو خلیفہ وقت سے خراج تحسین کا باعث بنا اور تاریخ احمدیت میں جگہ پا گیا۔ واقعہ یہ تھا کہ ایک احمدی بھائی بشیر محمد صاحب لدھیانوی (ضلع مظفر گڑھ) کی عدم موجودگی میں مسلح ڈاکوؤں نے رات کے وقت مکان میں گھس کر مال و اسباب لوٹنا چاہا اور تلوار دکھا کر ان کی اہلیہ غلام فاطمہ صاحبہ اور اُن کے بچوں کو قتل کی دھمکی دی مگر غلام فاطمہ صاحبہ نے بہادری سے ڈاکوؤں کا مقابلہ کیا اور اُن کو بھگا دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس کے متعلق اپنے قلم سے تحریر فرمایا: ’’گو یہ خطرہ تھا، مگر آپ کی اہلیہ نے جس بہادری سے اور عقلمندی سے کام کیا ہے وہ اس واقعہ کو ایک مبارک واقعہ بنا دیتا ہے۔ میری طرف سے بھی اُنہیں مبارکباد دے دیں۔‘‘

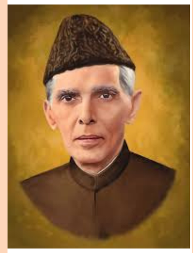
(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد ہشتم صفحہ 302)

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ ایک اور احمدی خاتون کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’جب قادیان میں ہندوؤں اور سکھوں نے حملہ کیا تو شہر کے باہر کے ایک محلہ میں ایک جگہ پر عورتوں کو اکٹھا کیا گیا اور ان کی سردار بھی ایک عورت ہی بنائی گئی جو بھیرہ کی رہنے والی تھی۔ اس عورت نے مردوں سے بھی زیادہ بہادری کا نمونہ دکھایا۔ ان عورتوں کے متعلق یہ خبریں آئی تھیں کہ جب سکھ یا ہندو حملہ کرتے تو وہ عورتیں ان دیواروں پر چڑھ جاتیں جو حفاظت کی غرض سے بنائی گئی تھیں اور ان سکھوں ہندوؤں کو جو تلواروں اور بندوقوں سے حملہ آور ہوتے تھے بھگا دیتی تھیں اور سب سے آگے وہ عورت ہوتی تھی جو بھیرہ کی رہنے والی تھی اور ان کی سردار بنائی گئی تھی۔‘‘

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد دوم صفحہ 25، ایڈیشن 1972ء)

1948ء میں فرقان فورس کے احمدی مجاہد آزاد کشمیر کی جنگ میں بہادرانہ کارنامے سرانجام دے رہے تھے۔ یہ امر احمدی مستورات اور بالخصوص لجنہ اماءاللہ کی تنظیم کے لیے باعث فخر ہے کہ احمدی خواتین نے ان مجاہدین کے لیے وردیوں اور کپڑوں کی تیاری میں شبانہ روز محنت اور بڑے ذوق وشوق سے حصہ لیا اور اس طرح ان صحابیات کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق پائی جو رسول کریم ﷺ کے زمانے میں مختلف غزوات میں اپنے دائرہ عمل کے لحاظ سے اہم جنگی خدمات ادا کرتی رہیں۔...... اس کے علاوہ پانچ صد روپیہ نقد بھی لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے مجاہدین کے لیے پیش کیا جس میں ایک سو روپے کے تولیے اور چار سو روپے کی جرابیں خریدی گئیں۔ بیرونی لجنات نے بھی چندہ دیا۔

(تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد دوم صفحہ 88 تاریخ)



قائداعظم اور جماعت احمدیہ

جمیل احمد بٹ



قائداعظم ایک سچے، دیانتدار، محنتی، قانون پسند اور مخلص انسان تھے۔ انہوں نے مسلمانان ہند کی کامیاب قیادت کی اور آئینی طریق پر ان کے لئے ایک آزاد اور اس وقت مسلمانوں کے سب سے بڑے ملک کا قیام ممکن بنایا۔ اس جدو جہد میں مسلمان عوام ان کے ساتھ تھے۔ گو ہندوستان کی بیشتر مسلم تنظیمیں اور گروپ از قسم علمائے دیوبند، جمعیت علمائے ہند، جماعت اسلامی، مجلس احرار، خاکسار تحریک ان کے بھرپور مخالف رہے۔ صرف جماعت احمدیہ وہ واحد جماعت تھی جو اس تحریک میں شامل اور دامے، درمے، سخنے تحریک پاکستان کی مددگار رہی اسی لئے قائداعظم اور احمدیوں کے مابین ہمیشہ خوشگوار تعلقات رہے۔ حضرت امام جماعت قائداعظم کے معترف رہے، آپ اور قائداعظم کی باہم کئی ملاقاتیں ہوئیں، خط و کتابت رہی، اہم معاملات میں حضرت صاحب نے قائداعظم کو صائب مشورے دئے اور گراں قدر عملی مدد کی۔ دوسری طرف قائداعظم نے بھی احمدیوں سے روابط رکھے، ان کی حمایت کی، احمدیوں کی مدد کو الم نشرح کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح کو دعا کے لئے درخواست کی، ایک مشہور احمدی کی برملا تعریف کی اور انہیں اعلیٰ مراتب پر فائز کیا۔ ان حقائق پر مشتمل چند واقعات درج ذیل ہیں۔

1۔ حضرت خلیفۃ المسیح کے قائداعظم کے بارے میں تعریفی ارشاد:

i۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے ۱۱ ستمبر ۱۹۲۷ء کو شملہ میں الفنسٹن ہال میں نواب سر ذولفقار علی خاں کی صدارت میں ایک لیکچر دیا جس میں منجملہ یہ بھی فرمایا:

جناح صاحب اس وقت سے مسلمانوں کی خدمت کرتے آئے ہیں کہ محمد علی (جوہر) صاحب ابھی میدان میں نہ آئے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔ میں انکی خدمات کے باعث ان کو قابل عزت اور قابل ادب سمجھتا ہوں'۔ (لیکچر شملہ بحوالہ انوارالعلوم جلد ۱۰ صفحہ ۱۸)

ii۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنے ایک مضمون رقم فرمودہ ۸ دسمبر ۱۹۲۷ء میں فرمایا:

مسٹر جناح اور مولانا محمد علی سے پچھلے دنوں شملہ میں مجھے شناسائی ہو چکی ہے اور یونیٹی کانفرنس اور قانون حفاظت مذاہب کے متعلق گھنٹوں ان کے ساتھ مل کر کام کرنے کا موقع ملا ہے میں مسٹر جناح کو ایک بہت زیرک، قابل اور مخلص خادمِ قوم سمجھتا ہوں اور ان سے مل کر مجھے بہت خوشی ہوئی میرے نزدیک وہ ان چند لوگوں میں سے ہیں جنہیں اپنے ذاتی عروج کا اس قدر خیال نہیں جس قدر کہ قومی ترقی کا ہے۔

(ٹریکٹ مسلمانانِ ہند کے امتحان کا وقت بحوالہ انوارالعلوم جلد ۱۰ صفحہ ۴۵)

2۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی قائداعظم سے ملاقاتیں:

جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب بعض اہم معاملات پر ہندوستان کے مشہور سیاسی زعماء سے تبادلہ خیالات کے لئے اگست، ستمبر ۱۹۲۷ء میں شملہ میں مقیم رہے۔ اسی دوران آپ کے قائداعظم سے جو اس وقت اپنے نام سے پہچانے جاتے تھے درج ذیل ذاتی رابطے اور ملاقاتیں ہوئیں۔

i۔ ناموس پیشوایان مذاہب کے تحفظ کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح نے جو مسودہ قانون تجویز کیا تھا اس پر گفتگو کے لئے جو مشہور لیڈر گاہے بگاہے آپ کی فرودگاہ پر تشریف لائے اور گھنٹوں بیٹھ کر تبادلہ خیالات کیا ان میں محمد علی جناح بھی تھے۔ (تاریخ احمدیت جلد ۴ از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ ۶۱۲)

ii۔ اس دوران شملہ میں ہندو مسلم اتحاد کانفرنس ہوئی جس کے شریک لیڈروں میں حضرت خلیۃ المسیح اور جناب محمد علی جناح بھی شامل تھے اور ہر دو کانفرنس کے تینوں اجلاسوں میں شریک ہوئے۔ پہلے دو اجلاسوں میں حضرت صاحب نے خطاب فرمایا جبکہ تیسرا اجلاس قائداعظم کی صدارت میں ہوا۔

iii۔ شملہ کانفرنس کا آخری اجلاس قائداعظم کی صدارت میں ہوا اور اس

میں حضرت خلیفۃ المسیح نے جداگانہ انتخاب کے حق میں تقریر فرمائی۔

iv۔ حضرت خلیفۃ المسیح اور قائد اعظم کی پہلی One to One ملاقات: شملہ ہی میں حضرت خلیفۃ المسیح کی قائد اعظم کے ساتھ ایک One to One ملاقات ہوئی، اس کی چشم دید روایت ایک بزرگ کی زبانی یوں ہے۔

یہ موسم گرما ۱۹۲۷ء کا واقعہ ہے ستمبر کا مہینہ تھا تمام صوبوں کے لیڈر شملہ میں اکٹھے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح کی رائے جداگانہ انتخاب کے حق میں تھی۔۔۔۔قائد اعظم اس وقت مشترکہ انتخاب کے حق میں تھے۔۔۔آپ (حضرت خلیفۃ المسیح) نے ان دنوں انتہائی کوشش کی کہ مسلمان مشترکہ انتخاب کے سراب نما خوشکن نظریہ فریب میں نہ آجائیں چنانچہ آپ نے مختلف صوبوں کے لیڈروں کو ایک ایک کر کے اپنے ہاں مدعو کیا ہر ایک کے ساتھ فرداً فرداً تبادلہ خیال کر کے ان پر اپنا نقطہ نگاہ واضح کیا۔۔۔مرحوم قائداعظم اس وقت کانگریس کے ممبر اور مسٹر محمد علی جناح کہلاتے تھے آپ کو بھی کنگز لے (شملہ میں آپ کی رہائش گاہ) میں دعوت چائے دی گئی تھی میں اس وقت اس دعوت میں موجود تھا۔آپ نے تبادلہ خیال کے آخر میں فرمایا۔مرزا صاحب! میں نہیں مان سکتا کہ نصب العین ہمارا یہ ہو کہ ہندوستانی قوم بلند مقام تک جا پہنچے اور اس کا ذریعہ جداگانہ انتخاب ہو؟

(ہماری ہجرت اور قیام پاکستان از حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب صفحہ ۱۵-۱۶ دار التجلید لاہور)

گو یا لآخر قائداعظم نے اپنی رائے بدل لی اور جداگانہ انتخاب کے حامی ہو گئے۔

v۔ ۱۹۴۶ء میں ہندوستان میں عبوری حکومت میں مسلم لیگ کی شمولیت میں درپیش مسائل ایک وقت میں اتنے گھمبیر ہو گئے کہ تحریک کی کامیابی بالکل مخدوش ہو گئی۔اس مشکل وقت میں حضرت خلیفۃ المسیح ستمبر/اکتوبر ۱۹۴۶ء میں تین ہفتہ تک دہلی میں تشریف فرما رہے۔اس دوران آپ نے ۲۴ ستمبر کو قائداعظم سے انتہائی مخلصانہ اور دوستانہ ماحول میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ ملاقات کی جس کی خبر اور یبنٹ پریس کی طرف سے اخبارات میں بھی شائع ہوئی۔

(تاریخ احمدیت جلد ۹ از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ ۴۰۵)

3۔حضرت خلیفۃ المسیح کی قائدِ اعظم سے خط و کتابت:

حضرت خلیفۃ المسیح نے کئی اہم مواقع پر قائدِ اعظم سے مراسلت کر کے مسائل کے حل میں خصوصی کردار ادا کیا۔

i۔آپ نے قائداعظم کے نام اپنے ۱۶ اکتوبر ۱۹۴۶ء کے ایک خط میں تحریر فرمایا

I did not perhaps inform you that the very day I met you , I sent a note to H.E. the Viceroy telling him that the Muslim League demands have the full support and sympathy of my community.

ترجمہ: میں شاید اس سے قبل آپ کو مطلع نہیں کر سکا کہ اسی روز جس دن میں نے آپ سے ملاقات کی تھی میں نے ہزایکسی لینسی وائسرائے کو ایک خط بھجوایا تھا جس میں میں نے انہیں یہ لکھا تھا کہ مسلم لیگ کے تمام مطالبات کو مجھے اور میری جماعت کا پورا تعاون اور حمایت حاصل ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد ۱۱ از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ ۴۶۲-۴۶۳)

ii۔ جب عبوری حکومت میں مسلم لیگ کی شمولیت کا معاملہ حل ہو گیا تو حضرت صاحب نے ۲۷ اکتوبر ۴۶ء کو قادیان سے قائداعظم کو مبارکباد کا خط بھیجا جس میں تحریر فرمایا

The new allotment of portfolios has been announced, though their distribution is not quitable but I must congratulate you on your successfull efforts...May Allah help you in your great task and lead you to the right path. Amen

ترجمہ: قلم دانِ وزارت کی نئی تشکیل کا اعلان ہو چکا ہے۔اگر چہ ان کی تقسیم منصفانہ اور معقول نہیں ہے تاہم میں آپ کو آپ کی کامیاب مساعی پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کی عظیم مساعی میں برکت ڈالے اور صحیح راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

(تاریخ احمدیت جلد ۱۱ از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ ۴۶۳-۴۶۴)

iii۔فروری ۱۹۴۷ء تک صوبہ پنجاب کی پاکستان میں شمولیت مخدوش تھی

کیونکہ وہاں یونینیسٹ حکومت قائم تھی جس سے مسلم لیگی اکابر کے مذاکرات ناکام ہو چکے تھے۔اس نازک وقت میں حضرت خلیفۃ المسیح کی راہنمائی میں چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی کوشش سے ملک خضر حیات نے دو مارچ کو استعفیٰ دیا اور مسلم لیگ کا راستہ صاف ہوا۔یہ خبر اس وقت کئی اخبارات میں شائع ہوئی۔اس بارے میں قائداعظم کے نام حضرت صاحب کے ایک خط تحریر فرمودہ ۲ مارچ ۱۹۴۷ء کا کچھ حصہ درج ذیل ہے۔

As I told you when we met at Delhi that at the proper time Sir Khizar Hayat Khan could be persuaded to join the league......Sir Muhammad (Zafarullah Khan) came yesterday and discussed the matter with me. Deliberating this, last night he had a long discussion with Malik Sahib and Qazlibash. They have agreed to resign......Now you have a great lever to get Muslim rights from your ooponents. Now only NWFP remains. I will try to study its situation. Hope you will get help from some other sources as well, but no more can be disclosed in a letter. May be we meet in Dehli in April.

(Quaid-e-Azam Muhammad Ali Jinnah papers Vol I, (20 February - 2 June 1947) P 161

Printed by Ministry of Culture, Govt of Pakistan, 1993 بحوالہ ماہنامہ خالد اگست ۱۹۹۷ صفحہ ۳۰)

ترجمہ: جیسا کہ میں نے دہلی میں آپ سے ملاقات کے دوران ذکر کیا تھا کہ مناسب وقت پر سر خضر حیات کو مسلم لیگ میں شمولیت پر آمادہ کیا جا سکتا ہے ۔۔۔سر محمد ظفر اللہ خاں نے گزشتہ روز اس معاملہ پر مجھ سے گفتگو کی اور پھر اس کی روشنی میں رات ملک صاحب اور قزلباش سے تفصیلی گفتگو کی۔وہ مستعفی ہونے پر رضامند ہو گئے ہیں۔۔۔اب مخالفین سے مسلمانوں کے حقوق حاصل کرنے کے لئے آپ کے ہاتھ ایک مضبوط زریعہ آ گیا ہے۔اب صرف صوبہ سرحد باقی رہتا ہے میں اس کی صورتحال کا جائزہ لینے کی کوشش کروں گا اور امید کرتا ہوں کہ اس معاملہ میں بھی بعض زرائع سے آپ کو مدد مل سکتی ہے لیکن یہ بات خط میں ظاہر نہیں کر سکتا۔بہتر ہو گا کہ ہم اپریل میں دہلی میں ملاقات کر لیں۔

iv۔پنجاب باؤنڈری کمیشن کی کاروائی کے ایک اہم مرحلہ پر حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنا ایک مکتوب مرقومہ ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء حضرت مولوی عبدالرحیم درد صاحب کے ہاتھ قائداعظم کو بھیجا جس میں منجملہ آپ نے تحریر فرمایا:

بے شک آپ ستلج پر اصرار کریں لیکن یہ ساتھ ہی کہہ دیں کہ اگر ہمیں بیاس سے ورے دھکیلا گیا تو ہم نہ مانیں گے اور واقعی میں نہ مانیں تب کامیاب ہونگے ورنہ وہ بیاس سے بھی ورے دھکیل دیں گے ہم تو چاہتے ہیں کہ سارا پنجاب ہی تقسیم نہ ہو۔تاہم تقسیم کو تسلیم کر لیں تو محفوظ موقف ہمارا بیاس ہے ستلج نہیں۔

(تاریخ احمدیت جلد ۱۹ از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ ۴۷۹)

4۔حضرت خلیفۃ المسیح کی قائدِاعظم کی عملی مدد:

تحریکِ پاکستان کے ہر اہم موڑ پر حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنی خداداد فراست سے قائدِاعظم کو عملی مدد بہم پہنچائی۔ایسے چند واقعات درج ذیل ہیں:

i۔جناح لیگ اور شفیع لیگ میں الحاق کی کامیاب جماعتی کوشش: سائمن کمیشن کے بائیکاٹ کے مسئلہ پر مسلم لیگ دو حصوں میں بٹ گئی تھی۔حضرت خلیفۃ المسیح کی نگاہ میں جناب محمد علی جناح صاحب کی سیاسی خدمات کی بہت قدر و منزلت تھی اس لئے آپ دل سے چاہتے تھے کہ دونوں دھڑوں میں مفاہمت ہو جائے۔

چنانچہ آپ نے جناب محمد علی جناح اور شفیع لیگ کے سیکریٹری ڈاکٹر سر محمد اقبال کو خطوط لکھے جن کا ذکر ہر دو اصحاب نے بعض مجالس میں کیا اور مصالحت کی امید پیدا ہوگئی۔مارچ ۱۹۲۹ء میں جناب محمد علی جناح اور سر محمد شفیع کی ملاقات ہوئی جس میں جماعت احمدیہ کے ناظر امور خارجہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب بھی شریک ہوئے۔دونوں لیڈر اتحاد پر آمادہ ہو گئے اور آخر مارچ میں

مسلم لیگ کا اجلاس دہلی میں قرار پایا۔اس اجلاس میں شرکت کی دعوت حضرت خلیفۃ المسیح کو بھی دی گئی۔اس اجلاس کے بعد بھی حضرت مفتی صاحب نے اپنی کوششیں جاری رکھیں جو بالآخر رنگ لائیں اور فروری ۱۹۳۰ء میں دہلی میں دونوں مسلم لیگیں ایک ہوگئیں۔

(تاریخ احمدیت جلد ۵ از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ ۱۲۹۔۱۳۰)

ii۔قائداعظم کی وطن واپسی کے لئے کامیاب جماعتی کوشش: قائداعظم نے پہلی گول میز کانفرنس کے بعد اصلاح احوال سے سخت مایوس ہوکر ہندوستان چھوڑ کر لندن میں مستقل قیام کرلیا اور وہیں پریکٹس شروع کردی۔حضرت خلیفۃ المسیح قائداعظم کی صلاحیتوں سے واقف تھے اور دلی طور پر چاہتے تھے کہ وہ واپس آکر مسلمانان ہند کی قیادت کریں۔ چنانچہ جب ۱۲ مارچ ۱۹۳۳ء کو حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب نے جماعت کے لندن مشن کا چارج سنبھالا تو آپ نے ان کے سپرد یہ کام کیا کہ وہ قائداعظم سے ملاقات کرکے انہیں ہندوستان واپس آنے کی ترغیب دیں۔

حضرت عبدالرحیم درد صاحب مارچ ۱۹۳۳ء میں لندن میں قائداعظم کے دفتر واقع King's Bench Walk میں ان سے ملے جس کا حال ان کے اپنے الفاظ میں یوں ہے:

میں نے ان سے تفصیلی ملاقات کی اور انہیں ہندوستان واپس آکر سیاسی لحاظ سے مسلمانوں کی قیادت سنبھالنے پر آمادہ کیا۔مسٹر جناح سے میری یہ ملاقات تین چار گھنٹے تک جاری رہی میں نے انہیں آمادہ کرلیا کہ اگر اس آڑے وقت میں جب کہ مسلمانوں کی رہنمائی کرنے والا اور کوئی نہیں ہے انہوں نے ان کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو پار لگانے کی کوشش نہ کی تو اس قسم کی علیحدگی قوم کے ساتھ بے وفائی کے مترادف ہوگی چنانچہ اس تفصیلی گفتگو کے بعد آپ (بیت) احمدیہ لندن تشریف لائے اور وہاں باقاعدہ ایک تقریر کی۔

(الفضل یکم جنوری ۱۹۵۵ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۶ از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ ۱۰۳)

اس تقریر کے بعد نواب زادہ لیاقت علی خاں اور ان کی بیگم بھی جولائی ۱۹۳۳ء میں لندن میں قائداعظم سے ملے اور ان سے ہندوستان واپس آنے کی درخواست کی۔ چند ماہ بعد قائداعظم واپس آگئے۔ بزرگ صحافی اور تحریک پاکستان کے ممتاز لیڈر جناب میاں محمد شفیع (میم شین) نے اس بارے میں لکھا (ترجمہ از انگریزی)

انہوں نے ہندوستانی سیاست سے ریٹائر ہونے کا فیصلہ کرلیا اور علامتی طور پر قریباً ہمیشہ کے لئے لندن میں بود و باش اختیار کرلی۔ یہ جناب لیاقت علی خاں اور لندن (بیت) کے امام مولانا عبدالرحیم درد تھے جنہوں نے جناح صاحب کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنا ارادہ بدلیں اور وطن واپس آکر قومی سیاست میں اپنا کردار ادا کریں۔جناح صاحب ۱۹۳۴ء میں ہندوستان واپس آگئے۔

(اخبار پاکستان ٹائمز لاہور قائداعظم ایڈیشن ۱۱ ستمبر ۱۹۸۱ء بحوالہ تحریک پاکستان اور جماعت احمدیہ از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ ۵)

نامور محقق جناب زاہد حسین انجم صاحب نے ۱۹۹۱ء میں انسائیکلوپیڈیا قائد اعظم شائع کیا تو اس میں زیر عنوان درد۔عبدالرحیم احمدیہ (بیت) لندن کے امام۔قائداعظم سے اس ملاقات اور اس کے نتیجہ میں ان کے بیت الفضل لندن میں تقریر کا ذکر کیا ہے۔

(انسائیکلوپیڈیا قائداعظم از زاہد حسین انجم صفحہ ۳۰۹ مطبوعہ مقبول اکیڈمی لاہور ۱۹۹۱ء بحوالہ ماہنامہ خالد ربوہ اگست ۱۹۹۷ء صفحہ ۲۱)

iii۔۱۹۴۵ء کے انتخابات میں آپ نے جماعت کو مسلم لیگ کی حمایت کی تلقین فرمائی۔اس کی کچھ اور تفصیل آگے آئے گی۔

ان کے علاوہ درج ذیل معاملات میں مدد کا ذکر آپ کی قائدِاعظم سے خط و کتابت کے ذیل میں ہو چکا ہے:

۔۱۹۴۶ء میں ہندوستان کی عبوری حکومت میں مسلم لیگ کی شمولیت

۔فروری ۱۹۴۷ء میں پنجاب کی یونینسٹ حکومت کا استعفیٰ

۔پنجاب باؤنڈری کمیشن

5۔قائداعظم کی جماعت کی بیت فضل لندن میں تقریر

مولانا عبدالرحیم درد صاحب کی قائداعظم سے ملاقات کے نتیجہ میں انہوں نے سیاست میں دوبارہ حصہ لینے کا جو فیصلہ کیا تھا اس کا پہلا اظہار اس تقریب میں شرکت تھی جو عیدالاضحیٰ کے موقع پر ۱۶ اپریل ۱۹۳۳ء کو بیت فضل لندن میں منعقد ہوئی۔ یہ ایک بڑی تقریب تھی اور اس میں دو سو کے قریب شخصیات مدعو تھیں جن میں مسٹر پیتھک لارنس، سر ایڈورڈ میکلیگن، پروفیسر ایچ اے آر گب

اورسر ڈینی سن راس شامل تھے جبکہ صدارت Sir Stewart Sandaman نے کی۔

انسائکلو پیڈیا قائدِاعظم کے مصنف نے اس تقریب کے ذکر میں لکھا:

’قائداعظم نے اپنی تقریر کا آغاز ان الفاظ سے کیا:

'The eloquent persuation of the Imam left me no escape'

ترجمہ: امام صاحب کی فصیح وبلیغ ترغیب نے میرے لئے بچنے کی کوئی راہ نہیں چھوڑی۔

(انسائکلو پیڈیا قائدِاعظم از زاہد حسین انجم صفحہ ۸۰۷، مقبول اکیڈمی، انارکلی، لاہور، ۱۹۹۱ء)

قائداعظم کی یہ تقریر جس کا موضوع India of the Future تھا برطانوی اور ہندوستانی پریس کی خاص توجہ کا مرکز بنی اور چوٹی کے اخبارات میں اس کی اشاعت ہوئی۔سنڈے ٹائمز لندن نے لکھا:

'There was also a large gathering in the grounds of the mosque in the Melrose Road,Wimbledon, where Mr. Jinnah, the famous Indian Muslim spoke on India's future.

بحوالہ ہماری Sunday Times, London 9th April 1933)
ہجرت اور قیام پاکستان از حضرت سیدزین العابدین ولی اللہ شاہ دارالتجلید لاہور)

ترجمہ: میلر وزروڈ ویمبلڈن پر واقع (بیت) کے احاطہ میں ایک بڑے مجمع سے مشہور ہندوستانی مسلمان مسٹر جناح نے ہندوستان کے مستقبل کے موضوع پر خطاب کیا

اس کے علاوہ درج ذیل اخبارات نے اس تقریب کی خبریں شائع کیں

The Evening Standard, London 7/4/33,
Hindu, Madras 7/4/33,
The Madras Mail, Madras 7/4/33,
Pioneer, Alahabad, The Statesman, Calcutta 8/4/33, The CivilMilitary Gazette, Lahore 8/4/33, Egyptian Gazette, Alexenderia, 15/4/33 West Africa, London,
اور رسالہ The Near East and India

6۔قائداعظم کی احمدیوں کے مسلم لیگ کا ممبر بن سکنے کی حمایت:

بعض مولویوں نے ۱۹۴۴ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں کوشش کی تھی کہ یہ قانون بن جائے کہ کوئی احمدی مسلم لیگ کا ممبر نہیں بن سکتا۔ کافی حمایت بھی حاصل کر لی گئی تھی لیکن خود قائداعظم نے مداخلت کر کے یہ قرارداد واپس لینے پر آمادہ کر لیا۔

(نوائے وقت ۱۱ اکتوبر ۱۹۵۳ء بحوالہ سلسلہ احمدیہ جلد دوم مرتبہ ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صفحہ ۱۳۴)

قائدِاعظم کی اصولی بنیاد پر احمدیوں کی اس حمایت کا ذکر اور اس پر ناراضگی کا اظہار کئی جگہ ملتا ہے۔ مثلاً

i۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ لاہور ۱۹۴۴ء میں مولوی عبدالحامد بدایونی نے ایک قرارداد پیش کرنا چاہی جس کا مقصد یہ تھا کہ کہ قادیانیوں کو مسلم لیگ کی رکنیت سے خارج کر دیا جائے یہ لوگ باتفاق علماء دائرہ اسلام سے خارج ہیں لیکن مسٹر جناح نے اپنے آمرانہ اقتدار سے اس قرارداد کو پیش نہیں ہونے دیا۔

(مسلم لیگ کے شاندار اسلامی کارنامے صفحہ ۴ مرتبہ جمعیۃ علماء صوبہ دہلی)

ii۔’مرزا محمود احمد اور اس کی پراپاگنڈہ ایجنسی نے مسٹر جناح سے خط وکتابت کی آخر مسٹر جناح نے مرزائیوں کو مسلم لیگ میں شامل کر لیا ۔ ۱۹۴۴ء کے ایک اجلاس میں اس کے خلاف ایک قرارداد پیش ہوئی تو مسٹر جناح نے اس پر بحث کی اجازت نہ دی‘۔

(احرار کا کتابچہ مسلم لیگ اور مرزائیوں کی آنکھ مچولی صفحہ ۱۸-۱۹ ا کتوبر ۱۹۴۶ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۹ صفحہ ۳۶۶-۳۶۷)

iii۔’قادیانیوں کے اخراج کے متعلق جو تجویز پیش ہونے والی تھی اسے بھی مسٹر جناح نے پیش ہونے سے روک دیا‘۔

(اخبار مدینہ بجنور ۱۵ اگست ۱۹۴۴ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۹ صفحہ ۵۸۸)

7۔قائداعظم کا حضرت خلیفۃ المسیح کے خط کو پریس میں جاری کرنا

انگریز حکومت نے ۱۹ ستمبر ۱۹۴۵ء کو ملک میں انتخابات

کروانے کا اعلان کیا اس حوالے سے قائداعظم نے مسلمانان ہند کے نام یہ پیغام دیا کہ موجودہ حالات میں انتخابات کو خاص اہمیت حاصل ہے انتخابات ہمارے لئے ایک آزمائش کی صورت رکھتے ہیں۔

(اخبار انقلاب لاہور ۱۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء بحوالہ تاریخ احمدیت از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ ۳۴۵)

حضرت خلیفۃ المسیح نے جماعت کو ان انتخابات میں مسلم لیگ کی حمایت کی ہدایت کی۔اس حمایت کی اہمیت کے پیش نظر قائداعظم نے اس خط وکتابت کو از خود پریس کو جاری کر دیا جو ناظر صاحب امور خارجہ قادیان نے ان کے ملاحظہ کے لئے بھجوائی تھے اور جس میں حضرت امام جماعت احمدیہ کی ایک احمدی کو یہ ہدایت درج تھی کہ

آپ کو موجودہ انتخابات میں مسلم لیگ کی حمایت کرنی چاہیئے اور ان سے تعاون کے تمام ممکنہ ذریعوں کو بروئے کار لانا چاہیئے۔

یہ خط وکتابت انگریزی اخبار ڈان دہلی میں ۱۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو دہرے عنوان کے تحت یوں شائع ہوئی

AHMADIYA COMMUNITY TO SUPPORT MUSLIM LEAGUE

Qadian Leader's Guaidance.

Quetta, Oct 7 - Mr. M . A. Jinnah has released the following correspondance to the press.

ترجمہ: جماعت احمدیہ مسلم لیگ کی حمایت کرے گی۔امام جماعت احمدیہ قادیان کی ہدایت

کوئٹہ ۷ اکتوبر۔جناب محمد علی جناح نے درج ذیل خط وکتابت پریس کو بھجوائی ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد نمبر ۹ از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ ۳۵۶-۳۵۷)

حضرت امام جماعت احمدیہ نے ایک مضمون کے ذریعہ بھی احمدیوں کو مسلم لیگ کی تائید کی ان الفاظ میں تلقین فرمائی۔

آئندہ الیکشنوں میں ہر احمدی کو مسلم لیگ کی تائید کرنی چاہیئے تا انتخابات کے بعد مسلم لیگ بلا خوفِ تردید کانگریس سے یہ کہہ سکے کہ وہ مسلمانوں کی نمائندہ ہے۔

(الفضل قادیان ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۵ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد نمبر ۹ از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ ۳۵۱)

8۔قائداعظم کا حضرت امام جماعت احمدیہ کو دعا اور مدد کا پیغام اور آپ کا مثبت ردِعمل:

قدیم مسلم لیگی اور قائداعظم کے ساتھی سردار شوکت حیات کی کتاب The Nation that lost its soul ۱۹۹۵ء میں شائع ہوئی اور پہلی بار یہ بات ظاہر ہوئی کہ ان انتخابات میں قائداعظم نے حضرت امام جماعت احمدیہ کو دعا کی درخواست اور امداد کے لئے پیغام بھجوایا تھا۔سردار صاحب کے الفاظ درج ذیل ہیں:

I travelled day and night making six to seven speeches a day and thus carrying on the Muslim League's flag, during the elections. I used to send a copy of my program to Quaid-i-Azam. One day I got a message from Quaid e Azam saying, 'Shaukat, I believe you are going to Batala, which I understand is about five miles from Qadian, please go there and meet Hazrat Sahib and request him on my behalf for his blessings and support for Pakistan's cause'.

After the meeting that night at about twelve mid night, I reached Qadian, when I got there Hazrat Sahib had retired. I sent him a message that I had brought a request from Quaid-e-Azam. He came down immediately and enquired what were Quaid's orders. I conveyed him Quaid's message to pray for and also support Pakistan. He replied please convey to the Quaid-e-Azam that we have been praying for Mission from the very beginning. Where the help of his followers concerned, no Ahmadi will stand against a muslim leaguer and someone disobays my advice the community would not support him.'

(The Nation that Lost its Soul by Sardar Shoukat

Hayat, P 147, Jang Publishers, Lahore Dec 1995)

ترجمہ: الیکشن کے دوران میں مسلم لیگ کا جھنڈا تھامے رات دن سفر کرتا اور ہر روز چھ سات تقریریں کرتا تھا۔ میں اپنے پروگرام سے قائدِاعظم کو مطلع رکھتا تھا۔ ایک دن مجھے قائد کی طرف سے یہ پیغام ملا کہ ’شوکت! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم بٹالہ جا رہے ہو جو میرے خیال میں قادیان سے پانچ میل دور ہے۔ برائے مہربانی وہاں جاؤ اور حضرت صاحب سے مل کر میری طرف سے انہیں پاکستان کے مقصد کے لئے دعا اور مدد کی درخواست کرو‘۔

اس رات جلسہ کے بعد، نصف شب بارہ بجے کے قریب میں قادیان پہنچا ۔میرے پہنچتے تک حضرت صاحب آرام کے لئے جا چکے تھے۔ میں نے انہیں پیغام بھجوایا کہ میں ان کے لئے قائداعظم کی ایک درخواست لے کر آیا ہوں۔ فوراً اٹھ آئے اور مجھ سے پوچھا کہ کیا پیغام ہے؟ میں نے انہیں قائداعظم کا پیغام پہنچایا کہ پاکستان کے لئے دعا اور مدد کریں۔ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ قائداعظم کو بتا دیں کہ ہم پاکستان کے لئے ابتداء سے ہی دعا کر رہے ہیں، اور جہاں تک ان کے پیروکاروں کا تعلق ہے تو کوئی احمدی کسی مسلم لیگی امیدوار کا مقابلہ نہیں کرے گا اور اگر کہیں ایسا ہوا تو جماعت اس کی حمایت نہیں کرے گی‘۔

The Nation that lost its soul by Sardar Shoukat)

Lahore Dec 1995,Jang PublishersHayat P147

بحوالہ رسالہ خالد ربوہ اگست ۱۹۹۷ء صفحہ ۲۵)

9۔قائداعظم کا جماعتی خدمات پر اظہارِ تشکر

i۔۱۹۴۶ء کے آخر میں بہار میں فسادات میں مسلمانوں کو نشانہ بنایا گیا اور بڑے پیمانے پر جانی و مالی نقصان ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے مظلوم مسلمانانِ بہار کے ریلیف فنڈ کے لئے قائداعظم کی خدمت میں پندرہ ہزار روپے کی پہلی قسط بھجوائی۔ قائداعظم نے جواباً لکھا

نیو دہلی ۲۳ نومبر بنام ناظر صاحب امور عامہ جماعت احمدیہ قادیان۔۔۔آپ کا خط اور چیک مل گیا ہے آپ کی امداد کے لئے بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔۔۔جناح ۔(الفضل ۲۸ نومبر ۱۹۴۶ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۹ از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ ۱۷۷)

ii۔اوائل ۱۹۴۷ء میں سر خضر حیات کے استعفیٰ کا معاملہ بہت اہم تھا اور یہ صرف حضرت خلیفۃ المسیح کی راہنمائی میں چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی کوشش سے حل ہوا۔ قائداعظم اس کے معترف تھے۔ چنانچہ واقعہ کے کچھ عرصہ بعد جماعت کے ناظر امور خارجہ حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب قائد اعظم سے ملے تو انہوں نے جماعت احمدیہ کی اس کوشش کا بہت شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ آپ نے نہایت آڑے وقت ہماری مدد کی نیز کہا I can never forget it میں اسے کبھی نہیں بھول سکتا۔(قیام پاکستان اور جماعت احمدیہ از مولانا جلال الدین شمس صفحہ ۵۰ تقریر ۲۸ دسمبر ۱۹۴۹ء)

10۔قائداعظم کا ایک احمدی کی تعریف اور اعلیٰ ذمہ داریاں تفویض کرنا:

چودھری محمد ظفر اللہ خاں اپنی خداداد صلاحیتوں کے باعث برصغیر کی سیاست میں ایک نمایاں مقام رکھتے تھے۔ قائدِاعظم کی مردم شناس نگاہ سے یہ امر پوشیدہ نہ تھا۔ اسی لئے آپ ان کے مداح رہے۔ مثلاً ۱۹۳۹ء میں ہندوستان کی مرکزی اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا:

میں اپنی اور اپنی پارٹی کی طرف سے آنریبل سر محمد ظفر اللہ خاں کو ہدیہ تبرک پیش کرنا چاہتا ہوں وہ مسلمان ہیں اور یوں کہنا چاہیئے کہ گویا اپنے بیٹے کی تعریف کر رہا ہوں۔‘‘

(ہماری قومی جدوجہد از ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی صفحہ ۲۱۸ مطبوعہ سنگِ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۹۵ء)

اسی سبب جولائی ۱۹۴۷ء سے ستمبر ۱۹۴۸ء تک کے پندرہ مہینوں میں قائد اعظم نے چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو یکے بعد دیگرے چار اہم ترین ذمہ داریاں تفویض فرمائیں اور ان میں مکرم چودھری صاحب کی اعلیٰ کارکردگی کی کھلے دل سے تعریف کی۔

i۔پنجاب باؤنڈری کمیشن میں مسلم لیگ کی نمائندگی:

جولائی ۱۹۴۷ء میں پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے بھی پہلے پنجاب باؤنڈری کمیشن میں مسلم لیگ کا کیس لڑنے کے لئے قائداعظم کی نگاہِ انتخاب ظفر اللہ خاں صاحب پر پڑی۔ اس تقرری کے بارے میں مشہور صحافی م ش صاحب نے لکھا: قائداعظم نے چوہدری سر ظفر اللہ خاں کو مسلم لیگ کا کیس

پیش کرنے کے لئے نامزد کیا تا کہ وہ پارٹیشن کمیٹی (باؤنڈری کمیشن) کے سامنے پیش ہوں ۔۔۔قائداعظم معمولی انسان نہیں تھے وہ تاثرات کی بناء پر لوگوں کے متعلق رائے قائم کرنے کے عادی نہ تھے بلکہ وہ تجربہ کی کسوٹی پر لوگوں کو پرکھا کرتے تھے انہوں نے بہت سوچ بچار کے بعد ظفر اللہ خاں کو مسلم لیگ کی نمائندگی کے لئے نامزد کیا تھا۔

(نوائے وقت لاہور میگزین ۶ مارچ ۱۹۹۲ء بحوالہ تعمیر وترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ خاں صفحہ ۱۰۶)

کمیشن میں آپ کی کارکردگی پر قائداعظم کے خراج تحسین کا حال معروف صحافی منیر احمد منیر صاحب نے یوں بیان کیا:

قائداعظم نے چوہدری ظفر اللہ خاں کو پنجاب باؤنڈری کمیشن کے سامنے مسلم لیگ کا کیس پیش کرنے کے لئے مقرر کیا تھا اور جب چوہدری ظفر اللہ خاں یہ کیس پیش کر چکے تو قائداعظم نے انہیں شام کے کھانے کی دعوت دی اور انہیں معانقہ کا شرف بخشا جو قائداعظم کی طرف سے کرہ ارض پر بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا۔ معانقہ کرنے کے بعد قائداعظم نے چوہدری ظفر اللہ خاں سے کہا میں تم سے بہت خوش ہوں اور تمہارا ممنون ہوں کہ جو کام تمہارے سپرد کیا گیا تھا تم نے اسے اعلیٰ قابلیت اور نہایت احسن طریق سے سرانجام دیا۔

(کالم مطبوعہ روزنامہ خبریں لاہور مورخہ ۷ جون ۲۰۰۳ء بحوالہ تعمیر وترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا صفحہ ۱۴۳)

iii۔اقوام متحدہ میں پاکستان کے پہلے وفد کی سربراہی:

پاکستان بنتے ہی اقوام متحدہ میں نمائندگی دلوانے اور دیگر زیر بحث معاملات میں پاکستان کی آواز بلند کرنے کے لئے پہلے پاکستانی وفد کی سربراہی کے لئے قائداعظم نے ظفر اللہ خاں صاحب کو مقرر فرمایا۔ آپ کی اعلیٰ کارکردگی کے بارے میں امریکہ میں اس وقت کے پاکستانی سفیر حسن اصفہانی صاحب نے قائداعظم کے نام اپنے خط مورخہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں لکھا

ترجمہ: اقوام متحدہ میں پاکستانی وفد نے توقع سے بڑھ کر کارکردگی دکھائی ہے فلسطین کے مسئلہ پر ظفر اللہ خاں نے جو تقریر کی وہ اقوام متحدہ میں اس مسئلہ پر ہونے والی بہترین تقریروں میں سے ایک ہے۔۔۔۔یہ کسی قسم کی تعلّی نہیں ہے کہ ہم نے واقعی عمدہ تاثر پیدا کیا ہے پاکستان نے اپنا آپ منوالیا ہے۔

,Quaid-I-Azam Mohammad Ali Jinnah Papers)
P 101.(Dec 194731_1st Oct),Vol VI

بحوالہ تعمیر وترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا صفحہ ۱۶۱)

اسی تعلّق میں میں قائداعظم نے حسن اصفہانی صاحب کے نام اپنے خط مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۹۴۷ء میں لکھا:

'ظفر اللہ (نیو یارک سے) واپس پہنچ گئے ہیں اور میری ان سے طویل گفتگو ہوئی ہے۔ واقعی انہوں نے اپنا کام عمدگی سے انجام دیا ہے۔'

Quaid-i-Azam Mohammad Ali JInnah Paper,Vol)
,Ministry of Culture,P 403(Oct-31Dec1947(1,VI
2001 بحوالہ تعمیر وترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا صفحہ ۱۶۲)

iii۔وزیر خارجہ پاکستان کی حیثیت سے تقرری:

ابھی اقوام متحدہ کا اجلاس جاری تھا کہ قائداعظم نے ظفر اللہ خاں صاحب کو واپس بلوا بھیجا اور ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو حسن اصفہانی صاحب کو لکھا:

'جہاں تک ظفر اللہ خاں کا تعلق ہے تو ہم نہیں چاہتے کہ جب تک وہاں (اقوام متحدہ) پر ان کا قیام ضروری ہے وہ اپنا کام ادھورا چھوڑ کر آجائیں۔۔۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ہاں قابل لوگوں خاص طور پر ان جیسی اعلیٰ صلاحیت کے اشخاص کی بہت کمی ہے اس لئے جب بھی ہمیں مختلف مسائل سے واسطہ پڑتا ہے تو ان کے حل کے لئے لامحالہ ہماری نظریں ان کی طرف اٹھتی ہیں۔''

(Quaid-I-Azma Mohammad Ali Jinnah by Ministry Papers, Vol VI, Page 165, Published of Culture Division, Govt of Pakistan, Islamabad 2001 بحوالہ تعمیر وترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا صفحہ ۲۳۳-۲۳۲)

'اقوام متحدہ سے وفد کی واپسی پر آپ کو حضرت قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ مقرر کیا آپ اس عہدے پر سات سال تک فائز رہے'۔ (نوائے وقت لاہور ۳ ستمبر ۱۹۸۵ء)

یہ تقرری قائد اعظم کے یوم پیدائش یعنی ۱۹۴۷ء کے ۲۵ دسمبر کو

ہوئی۔قائد اعظم کے چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب پر اس اعتماد اور بھروسہ کے مجموعی ذکر پر مشتمل دو تحریریں درج ذیل ہیں:

اخبار'نوائے وقت'لاہور نے جو اس تحریر کے وقت مسلم لیگ کا ترجمان شمار ہوتا تھا،قائد اعظم کی زندگی میں اپنے اداریہ میں لکھا:

'جب قائد اعظم نے یہ چاہا کہ آپ باؤنڈری کمیشن کے سامنے مسلمانوں کے وکیل کی حیثیت سے پیش ہوں تو ظفر اللہ خاں نے فوراً یہ خدمات انجام دینے کی حامی بھر لی۔۔۔اور اسے ایسی قابلیت سے سر انجام دیا کہ قائد اعظم نے خوش ہو کر آپ کو یو۔این۔او میں پاکستانی وفد کا قائد مقرر کر دیا جس طرح آپ نے ملت کی وکالت کا حق ادا کیا تھا اس سے آپ کا نام پاکستان کے قابل احترام خادموں میں شامل ہو چکا تھا آپ نے ملک وملت کی شاندار خدمات سرانجام دیں تو قائد اعظم انہیں حکومت پاکستان کے اس عہدے پر فائز کرنے پر تیار ہو گئے جو باعتبار منصب وزیر اعظم کے بعد سب سے اہم اور وقیع عہدہ شمار ہوتا ہے۔قائد اعظم نے چوہدری صاحب کو بلا تامل پاکستان کا وزیر خارجہ بنا دیا۔''

(نوائے وقت لاہور ۲۴ اگست ۱۹۴۸ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۱۹ از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ ۵۷۸-۵۷۹)

معروف صحافی منیر احمد منیر نے اپنے کالم' جگ ورتی' میں لکھا:

ان کی تعریفیں تو وہ ہستی کرتی رہی جسے دنیا بانی پاکستان بابائے قوم حضرت قائد اعظم محمد علی جناح کے مبارک القاب اور نام سے جانتی ہے سچائی جن کی پہچان تھی جنہوں نے کسی کا دل رکھنے کے لئے مصلحتاً بھی جھوٹ نہ بولا۔۔قائد اعظم نے چوہدری ظفر اللہ خاں کو پنجاب باؤنڈری کمیشن کے سامنے مسلم لیگ کا کیس پیش کرنے کے لئے مقرر کیا تھا۔۔قیام پاکستان کے بعد۔۔قائد اعظم نے چوہدری ظفر اللہ خاں کو پاکستان کی نمائندگی کے لئے یو۔این۔او میں بھیجا تھا جب قائد اعظم نے امریکہ میں پاکستانی سفیر حسن اصفہانی کو لکھا کہ ظفر اللہ کو واپس بھیج دیں تو اصفہانی صاحب نے پس و پیش کی اس پر ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو اصفہانی کے نام اپنے خط میں یہ جملہ قائد اعظم نے ہی ظفر اللہ خاں کے لئے لکھا تھا ۔۔۔یہاں ہمارے پاس اہل خاص طور پر ان جیسے مقام (Calibure) کے حامل افراد کی کمی ہے۔یہی وجہ ہے کہ مختلف مسائل کے حل کے لئے ہماری نگاہیں بار بار ان کی طرف اٹھتی ہیں۔ظفر اللہ خاں کو پاکستان کا وزیر خارجہ بھی قائد اعظم نے ہی مقرر کیا تھا۔قیام پاکستان سے کوئی ۱۲ برس قبل سنٹرل لیجسلیٹو اسمبلی کے بھرے اجلاس میں یہ جملہ بھی قائد اعظم نے ہی ادا کیا تھا ظفر اللہ خاں میرا سیاسی بیٹا ہے۔''

(کالم مطبوعہ روزنامہ خبریں مورخہ ۷ جون ۲۰۰۳ء بحوالہ تعمیر و ترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا صفحہ ۲۴۹-۲۵۰)

iv- قائد اعظم کے آخری دستخط از فرخ امین (قائد اعظم کے سیکریٹری)

قائد اعظم کے سکریٹری فرخ امین صاحب نے بیان کیا کہ

بیماری کے پورے زمانے میں قائد اعظم نے اس وقت تک سرکاری کاموں کا سلسلہ جاری رکھا جب تک ان میں ذرا بھی سکت باقی تھی۔۔۔مجھے وہ دن ہمیشہ یاد رہے گا جب انہوں نے یو۔این۔او میں پاکستان کی نمائندگی کرنے کے لئے سر محمد ظفر اللہ خاں کو پورے اختیارات دینے کے لئے آخری سرکاری دستخط کئے'۔(زندہ قائد اعظم از منظور حسین عباسی صفحہ ۳۴ مطبوعہ مکتبہ شاہکار لاہور بحوالہ تعمیر و ترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا ۲۵۱-۲۵۲) یہ یو این میں پاکستان کا دوسرا وفد تھا۔

11۔قائد اعظم کی وفات پر جماعتی ردّ عمل:

قائدِ اعظم کی وفات ایک سانحہ تھا۔جس پر حضرت خلیفۃ المسیح اور جماعت کے دیگر اکابرین نے اپنے دلی غم کا اظہار کیا۔

i۔چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب آپ کے قریبی اور قابلِ اعتماد ساتھیوں میں سے تھے۔اس حقیقت کے باوجود کہ آپ ایک غیر از جماعت امام کے پیچھے قائد کی نماز جنازہ میں شریک نہیں ہو سکتے تھے۔اور اس علم کے باوجود کہ آپ کا نمایاں طور پر ایسا نہ کرنا ایک نئے اعتراض کو جنم دے گا۔محبت کا یہی تعلق آپ کو کشاں کشاں جنازہ کے اس اجتماع میں لے گیا۔آپ کا یہ طرزِ عمل بہادری سے اصولوں پر ڈٹے رہنے کی ایک اعلیٰ مثال تھا۔اور عالمِ بالا میں اصول پسند قائدِ اعظم بھی اس پر اظہارِ پسندیدگی کئے بغیر نہ رہے ہوں گے۔اس موقع کی پریس میں چھپنے والی وہ تصویر جس میں آپ اکیلے غم واندوہ کی تصویر بنے بیٹھے تھے اس موقع پر آپ کے دلی جذبات کی آئینہ دار تھی۔

ii۔تاہم اس حادثہ پر اصل جماعتی اظہار وہ تعزیتی پیغام تھا جو حضرت مصلح

موعود نے جناب لیاقت علی خاں وزیر اعظم پاکستان کے نام بذریعہ تار ارسال فرمایا اور جس کا درج ذیل متن اگلے دن کے اخبار الفضل میں صفحہ اول پر جلی حروف میں شائع ہوا۔

میں پاکستان کے تمام احمدیوں کی طرف سے قائداعظم محمد علی جناح کی وفات پر انتہائی رنج و غم کا اظہار کرتا ہوں۔ یہ نقصان اکیلے پاکستان کا ہی نہیں بلکہ تمام دنیائے اسلام کا مشترکہ نقصان ہے کیونکہ اس انتہائی نازک دور میں قدرتی طور پر تمام عالم اسلام کی نگاہیں امداد کے لئے پاکستان اور قائداعظم کی عظیم شخصیت کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ خدا تعالیٰ قائداعظم کے کام میں برکت ڈالے اور پاکستان اور تمام باشندگان پاکستان پر اپنا فضل نازل فرمائے۔ بڑے لوگ اپنے کارناموں کی وجہ سے ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہر سچا پاکستانی اپنی رہنمائی کے لئے آپ کے اصولوں کو پیش نظر رکھے گا۔ اور ذاتی خواہشات اور ذاتی مفاد سے بالا ہو کر اپنی زندگی کو از سرنو (دین) اور (مومنوں) کی خدمت کے لئے وقف کر دے گا۔ میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ پاکستان کے احمدی پاکستان کو مضبوط اور طاقتور بنانے کی ہر ممکن کوشش کرینگے۔ اور اپنی طرف سے اس کی خدمت کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کرینگے۔ خدا تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ رتن باغ لاہور۔" (روزنامہ الفضل لاہور مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۴۸ء)

iii۔ وفات کے تیسرے دن روزنامہ الفضل میں حضرت خلیفۃ المسیح کے بھائی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا تحریر فرمودہ ایک مضمون بعنوان قائداعظم محمد علی جناح شائع ہوا جس کے چند جملے درج ذیل ہیں۔

گو قائداعظم کا جسد خاکی سپرد خاک ہو کر اپنے دنیوی دورِ زندگی کو ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکا ہے مگر ان کی روح اپنے اچھے اور شاندار اعمال کے ساتھ زندہ ہے اور زندہ رہے گی۔ قائداعظم میں بہت سی خوبیاں تھیں مگر ان کا جو کام سب سے زیادہ نمایاں ہو کر نظر آتا ہے وہ یقیناً یہی ہے کہ ان کے ذریعہ مسلمانان ہندوستان سیاسی اتحاد کی لڑی میں پروئے گئے جو اس سے پہلے بالکل مفقود تھا۔ مسلمانوں کے سیاسی اتحاد اور پاکستان کے وجود کے بعد قائداعظم محمد علی جناح کا سب سے بڑا کام اور سب سے بڑا وصف ان کا عزم و استقلال تھا۔ (وہ) ہمیشہ ایک مضبوط چٹان کی طرح اپنی جگہ پر قائم رہے اور مسلمانوں کی کشتی کو نہایت عزم اور استقلال کے ساتھ چلاتے اور ارد گرد کی چٹانوں سے بچاتے ہوئے منزل مقصود پر لے آئے۔

قائداعظم محمد علی جناح کا تیسرا نمایاں وصف ہر قسم کی پارٹی بندی سے بالا ہو کر غیر جانبدارانہ انصاف پر قائم رہنا تھا۔۔۔ ان کے لئے صرف یہی ایک معیار قابل لحاظ تھا کہ ایک شخص کام کا اہل ہو اور یہ وہی زریں معیار ہے جس کی طرف قرآن شریف نے توجہ دلائی ہے۔ قائداعظم محمد علی جناح کی یہی بہترین یادگار ہو سکتی ہے کہ ان کے نیک اوصاف کو زندہ رکھا جائے۔

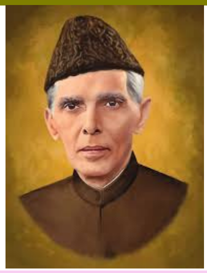
(اخبار الفضل لاہور ۱۴ ستمبر ۱۹۴۸ء)

iv۔ دسویں دن روزنامہ الفضل میں حضرت خلیفۃ المسیح کا تحریر فرمودہ ایک مضمون بعنوان (مومنین) پاکستان کے تازہ مصائب شائع ہوا جس سے چند روشن جملے بطور حرف آخر درج ذیل ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ مسٹر جناح کی وفات کے بعد اگر وہ (مومن) جو واقعہ میں ان سے محبت رکھتے تھے اور ان کے کام کی قدر پہچانتے تھے سچے دل سے یہ عہد کر لیں کہ جو منزل پاکستان کی انہوں نے تجویز کی تھی وہ اس سے بھی آگے اسے لے جانے کی کوشش کریں گے اور اس عہد کے ساتھ ساتھ وہ پوری تندہی سے اس کو نباہنے کی کوشش بھی کریں تو یقیناً پاکستان روز بروز ترقی کرتا چلا جائے گا اور دنیا کی مضبوط ترین طاقتوں میں سے ہو جائے گا'۔

(اخبار الفضل لاہور ۲۱ ستمبر ۱۹۴۸ء بحوالہ انوار العلوم جلد ۲۰ صفحہ ۵۵۵)

غرضیکہ مذکورہ بالا گیارہ پہلوؤں سے یہ جائزہ اس حقیقت کو پورے طور سے واضح کر دیتا ہے کہ جماعت احمدیہ اور قائداعظم کے درمیان ہمیشہ انتہائی مخلصانہ دوستانہ تعلقات رہے۔ اکابرینِ جماعت اور افرادِ جماعت نے ہر اہم موقع پر قیام پاکستان اور استحکام پاکستان کے لئے بے لوث خدمات انجام دیں اور قائداعظم نے ان کو برملا سراہا۔



کیا آج قائداعظم کا کوئی وارث زندہ نہیں؟

(شاہین سانگلوی)



آج سے 77 سال قبل کے ستمبر میں بھی علماء قائداعظم کی ذات پر کیچڑ اُچھال رہے تھے اور آج 77 سال بعد بھی یہ رکیک حرکات اُسی کمینگی اور اسی کم ظرفی کے ساتھ جاری ہیں۔ مگر افسوس فرق صرف اتنا ہے کہ اُس بدیشی حکومت میں تو قائد محترم کو اپنی ذات کے دفاع کا پورا پورا موقع مل گیا مگر آج اپنے ہی دیس میں اپنی ہی مسلم لیگی حکومت میں قائد کو تحفظ نام کی یہ سہولت میسر نہیں۔ مثلاً 15 ستمبر 1945 کو احراری راہنما مولوی مظہر علی اور خاکساری علامہ مشرقی نے کیچڑ اچھالا تو اگلے ہی دن ان کو آپ کا یہ گرج دار جواب بھی سننا پڑا

''......میری توجہ 17۔18 تاریخ کے بعض ہندو اخبارات میں شائع ہونے والی مسٹر مظہر علی (احرار) اور مسٹر مشرقی (خاکسار) کی تقاریر کی طرف مبذول کرائی گئی ہے۔ یہ امر موجب تکلیف اور لائق افسوس ہے کہ ان لوگوں کی خیس الحرکتی اور رذالت اتنی گہرائی تک جا پہنچی ہے کہ انہیں یہ ہدایت بھی ملی ہے کہ وہ میرے متعلق یہ اظہار کریں کہ میں مسلمان نہیں لیکن ان تقاریر میں میرے متعلق یا میری نجی زندگی کے خلاف لگائے گئے الزامات دجل وفریب کی پوٹلیاں ہیں......ایسا لگتا ہے کہ ان کے پاس ہمارے موقف یا لیگ کے مسلک اور پروگرام (جس کے لئے ہم جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں) کے خلاف کوئی اور دلیل نہیں اس لئے یہ لوگ اب کمینگی پر اتر آئے ہیں اور اس ذریعے سے میرے بارے میں کذب بیانی پھیلا رہے ہیں مقصد اس کا یہ ہے کہ مسلمانوں کے جذبات کو مشتعل کیا جائے مجھے یقین ہے کہ کوئی مسلمان جو ذرہ بھر فہم وادراک کا حامل ہو وہ میرے خلاف اس قسم کے گھٹیا اور جھوٹے الزامات پر یقین کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگا، جو ہندو پریس کے ذریعے نشر کیا جا رہا ہے۔ (ایسٹرن ٹائمز۔ لاہور 25 ستمبر 1945ء)

مگر افسوس! آج وطن عزیز میں درجن بھر مسلم لیگز ہیں۔ سینکڑوں مسلم لیگی لیڈر ہیں۔ لاکھوں ورکرز ہیں۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ قائداعظم سے محبت کے دعویدار بے شمار ہیں کئی ایک تو قائداعظم کو اپنا محبوب ہیرو گردانتے نہیں تھکتے۔ جبکہ بعض تو ان سے روحانی لو لگائے بیٹھے نظر آتے ہیں۔ بلکہ اب تو کوئی ایک تو قائداعظم ثانی ہونے کے بھی دعویدار بھی بن گئے ہیں۔ مگر۔۔۔مگر۔۔۔اس ساری بھیڑ بھاڑ کے باوجود بھی آج قائد محترم کا دفاع کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا؟۔ نہ عاشق نہ گھائل۔ نہ لیڈر نہ ورکر اور تو اور وہ جو اُجلی اُجلی وردیاں پہنے اور بندوقیں اٹھائے قائد کے مقبرہ کے اردگرد چوکس تنے نظر آتے ہیں وہ بھی قائد کی نعش کی بے حرمتی پر خاموش ہیں۔ کیوں آخر کیوں؟

میں ایک عام محب وطن پاکستانی کی توجہ اُس بدنصیب ہجوم کی طرف پھیرانا چاہتا ہوں جو ایک مردے کے کفن کی بے حرمتی میں مصروف ہے۔ وہ اُس بدنصیب نعش کا مثلہ ہی نہیں کر رہے ہڈیوں کو ہی نہیں بھنبھوڑ رہے بلکہ اس کی بے حرمتی کی ہر ممکنہ حد کو پار کر رہے ہیں۔ وہ بے باک گروہ اس مظلوم کا ہی نہیں اس کی بیوی بیٹی بہن اس کے والدین اس کے ساتھی اس کے دوستوں سب کی نعشوں کو قبروں سے اکھیڑ باہر لائے ہیں۔ دکھ تو دیکھئے کوئی بھی انہیں روکنے والا نہیں۔ یہ لاوارث وجود ہمارے محترم قائد بانی پاکستان کا ہے اور یہ مذموم فعل علماء کا ایک وفد مفتی فضل احمد چشتی صاحب کی سرپرستی میں کرنے میں مصروف ہے۔ اگر ابھی تک کسی سرکاری افسر کی رگ حمیت نہیں پھڑکی تو وقوعہ کا کھرا میں بتائے دیتا ہوں۔

''مسلمانو! جن کا کلمہ پڑھ کر تم مسلمان کہلواتے ہو تمہیں ان مقدس ترین ہستی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا واسطہ ہے مسٹر جناح کو پہچانو یہ شخص جو عرف عام میں قائداعظم مشہور ہے یہ قائداعظم نہیں ظالم اعظم ہے جس کو کافروں نے اپنے منصوبے کے تحت استعمال کیا اور پوری قوم کو غلامی کا طوق ڈال کر اپنا اور اپنے ہر طرح کے نظام کا غلام بنا لیا۔ سیاست معیشت۔ معاشرت۔ تہذیب و

تمدن ، فکروعمل،فقط عبادات کی اجازت بالکل دیگر مذاہب کی طرح۔اور یہ اجازت دنیا کے ہر جمہوری نظام کے ممالک میں ہے۔جس کے بانی یہود و نصاریٰ ہیں" یہ الفاظ پاکستان کے مشہور بریلوی عالم دین جناب مفتی محمد فضل احمد چشتی صاحب کی طرف سے شائع کردہ پمفلٹ کے ہیڈنگ کے ہیں جسے یو ٹیوب میں ان کی تقریر کے تھمب نیل کے طور پر بھی استعمال کیا گیا ہے۔آپ آج کل پاکستان کے ہنگامی دوروں پر ہیں۔شہر شہر دورے کرکے بریلوی عوام سے خطاب کر رہے ہیں جہاں ان کا بریلوی فرقے کی طرف سے والہانہ استقبال کیا جا رہا ہے۔آپ پر منوں گلاب کی پتیوں کی گل پاشی کی جاتی ہے آپ کے استقبال اور فرمودات کو فوری یو ٹیوب پر آن ایئر کیا جا رہا ہے۔آپ کے لئے مولانا،حضرت صاحب، پیر صاحب،امام الغیرت اور مفتی عرب وعجم کے القابات استعمال کئے جا رہے ہیں۔آپ کا حالیہ موضوع قائداعظم کی ذات ہے جس پر آپ متعدد شہروں میں کلام کر چکے ہیں۔آپ کا سوشل میڈیا پر اپنا آفیشل پیج بھی ہے جس پر اپ کے قائداعظم کے خلاف ہرزہ سرائی والے تمام خطابات موجود ہیں۔

جناب فضل احمد چشتی صاحب نے نہ صرف قائداعظم کی ذات پر نازیبا حملے کئے ہیں انہیں ظالم اعظم، ذلیل اعظم، مکاراعظم کُسرہ، منافق، لعنتی، بے ایمان، لواطت کروانے والا لونڈا، بے غیرت، دلا، بت، کہا ہے یہود و نصاریٰ کا ایجنٹ بتایا ہے بلکہ ان کی بیوی، بہن اور بیٹی کے لئے انتہائی اخلاق سے گرے ہوئے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں

"آج اس پوسٹمارٹم کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ آج گورنمنٹ اس مسٹر جناح کو خدا اور رسول سے بڑا درجہ دے رہی ہے اللہ اور رسول کے فرامین پاؤں میں رُل رہے ہیں مگر جناح کی بات نیچے نہیں گرنے دیتے۔سرکاری غیر سرکاری ادارے اُسے پیغمبر اور خدا سے بڑا درجہ دئے ہوئے ہیں۔دوسری بات جب اس کو قائداعظم اور اس کی فاحشہ بہن کو مادر ملت کہا گیا ۔جب اس کو قائد کہا گیا تو قوم کا بچہ بچہ اس کے پیچھے چل پڑا اسلئے دین کے تحفظ کے لئے ضروری ہے کہ میں آپ کو روشن کرکے بتاؤں کہ یہ تو یہود کے پیچھے چلنے والا ہے تاکہ لوگ اس سے نفرت کرکے اس سے منہ موڑ کر اس کے بت کو توڑ کر اللہ اور رسول کی طرف لوٹ آئیں۔یہ یہود کے پیچھے چلا ہے عیسائیوں کے پیچھے چلا ہے۔اب بتاؤ اس کے پیچھے چلنے والا رسول اللہ کے پیچھے کیسے چل سکتا ہے؟اس لئے ضروری ہے کہ اس کا حقیقی رُخ پیش کیا جائے تاکہ قوم اس سے نفرت کھا کے اس انگریزی بت کی طرف پیٹھ کرکے اللہ اور رسول کے پیروکار بن جائیں۔یہاں بھی بات کرتے ہیں وہاں اس بت کو جواب میں پیش کر دیا جاتا ہے کہ قائداعظم نے یہ کہا اور مادر ملت نے یہ کہا۔گویا ساری یہودیت کے جواز میں اس کو پیش کیا جاتا ہے تو اس لئے ہمارا فرض ہے کہ اس بت کو توڑ کر پاش پاش کرکے دور پھینک دیں۔تاکہ نبی کی شریعت کے راستے میں یہ بت روکاوٹ نہ بن سکے۔۔۔۔۔نعرے۔۔۔قسم خدا کی یہ قائداعظم نہیں ظالم اعظم تھا میں پھر دہراتا ہوں کہ خدا کی قسم یہ قائداعظم نہیں ظالم اعظم تھا میں ابھی دلائل سے پیش کروں گا۔اس کا صحیح لقب قائداعظم قائد والے ق سے نہیں کشمیر والے ک سے ہے۔کائد کا مطلب ہوتا ہے مکار۔یہ قائداعظم نہیں مکاراعظم ہے۔۔کسی نے اس کو کہا کہ یہ اسلام کا نشان ہے۔اگر یہ اسلام کا نشان ہے تو وہ تمام بے غیرت۔۔۔(آگے انتہائی غلیظ الفاظ ہیں۔۔) وہ کیوں اسلام کے نشان نہیں ہو سکتے؟۔۔اگر ایسا شخص اسلام کا نشان ہو تو اُمت کو ایسے بُرے نشان کو مٹانا واجب ہے۔۔۔(آگے انتہائی نازیبا الفاظ ہیں)۔۔۔لکھ دی لعنت اس پر جو اس۔۔۔(غلیظ ترین گالی) کو ولی کہتا ہے۔اگر یہ ولی اللہ ہے تو سلطان راہی اور گاندھی تو اس سے بڑے ولی ہوئے بلکہ وہ تو اس حساب سے اس کے مقابلہ میں نبی ہوئے۔۔اب میں اس کی زندگی کا دو قسطوں میں اس کا پوسٹمارٹم کروں گا پہلے حصہ میں اس کے خاندانی حالت اور دوسرے حصے میں اس کی سیاست کا بتاؤں گا۔یہ خوجہ برادری میں سے آغا خانی اسمٰعیلی شیعہ ہے یعنی شیعوں میں سے بدترین قسم ہے۔بعد میں اس نے اثناء عشری شیعوں میں رجوع کیا۔پہلی شادی ان کی شیعوں میں ہوئی۔بعد میں یہ بن گیا لبرل۔لبرل کا مطلب ہے جو انتہا درجے کا منافق ہو۔وہابیوں کے ہاں وہابی بن جائے بریلویوں کے ہاں بریلوی بن جائے۔ہندوؤں میں ہندو سکھوں میں سکھ۔یعنی جوانی میں شیعہ اور بعد میں لبرل۔بریلویو! آپ کا مرشد کہتا ہے کہ شیعہ پانی پی لے تو برتن دھونا نہیں توڑ دو۔اب تم کو اس شیعہ کو قائداعظم کہتے حیاء نہیں آتی۔تعلیم اس نے عیسائی مشنری سکول میں پائی۔اس کا باپ مشنری سکول کا

ٹیچر تھا۔ یہ سکول تو انگریزوں نے عیسائیت سکھانے کے لئے کھولے تھے اب اپنے ایمان سے بتاو کہ جس کا باپ عیسائی مشنری سکول کا ٹیچر تھا جو لوگوں کو عیسائیت سکھاتے تھے ایسے سکول میں انہوں نے اپنی لعنتی تعلیم کا آغاز کیا۔ لکھ دی لعنت۔۔۔ (پھر یہ ایک انگریز فریڈرک کرافٹ جو آپ کو بیٹا کہتے تھے کا مزاق اڑاتے ہیں)۔۔۔ پھر انہوں لنکنز ان میں داخلہ والی روائت کہ میں ایک دن گزرا اور اس کے دروازہ پر دنیا کو قانون دینے والی عظیم ہستیوں کی لسٹ آویزاں تھی اور اس لسٹ میں سب سے اوپر آپ ﷺ کا نام لکھا ہوا تھا چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ میں قانون کی تعلیم اسی یونیورسٹی میں حاصل کروں گا یہ روائت بیان کر کے اس کا عجیب مزاق اڑایا گیا ہے اور خلاصہ یہ نکالا گیا ہے کہ اگر آپ کو اسلام سے محبت ہوتی تو یہودیوں کے اس یونیورسٹی میں کبھی داخلہ نہ لیتے۔ کیونکہ یہودیوں نے تو دنیا کو کفر دیا۔ اس لئے جو یہودیوں کو انصاف دینے والا قانون دینے والا سمجھے وہ کافر مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔۔۔ آگے ایک غلیظ نظم ہے جس کا عنوان ہے ''ذلیل اعظم'' جس میں قائد اعظمؒ کو جی بھر کر کوسنے اور گالیاں ہیں۔۔۔ او لعنتی پروفیسر اس مسلمان قوم کو برباد کر گئے یہ تین دفعہ دہرایا ہے۔۔۔ یہودی تعلیم کا آپ پر کیا اثر ہوا (گالی سے مخاطب) اور انگریزیت کا مذاق اور اس کے بعد آپ کے کلین شیو کرانے پر آپ پر انتہائی گھٹیا الزام لگایا ہے کہ انگریز کلین شیو سے بدفعلی پسند کرتے ہیں اس لئے آپ نے کلین شیو کروالی۔ آپنے اپنے والد کو خط لکھا کہ اب میں نے گانا بجانا ڈانس ناچ سیکھ لیا ہے اب میں پیسے بہت کماؤں گا کیونکہ میں اب کھسرہ بن گیا ہوں۔ گو ان کا باپ مشنری سکول کا ماسٹر تھا پھر بھی مشرقیت کی وجہ سے اس نے جوابی خط لکھا اپنے خاندان سے غداری نہ کرو، کنجر نہ بنو، شرم کرو، حیاء کرو۔ دنیا ہمیں کیا کہے گی۔ پتہ چلا کہ وہاں پر تعلیم نہیں بلکہ یہودی، کنجر اور دلا بنایا جاتا ہے۔۔۔ پھر واپس آ گئے۔ رتی جناح سے شادی کر لی۔ یہ پہلے مجوسن تھی۔ آنکھ مٹکا ہوا۔ اس کے حسن اور ننگے ہونے کے چرچے پوری دنیا میں تھے۔ اس کے والد نے عدالت سے حکم امتناع لے لیا۔ دو سال بعد آخر ایک دن رتی ڈیوڑھی پھلانگ کر ان کے پاس گئی اور دو دن کے بعد پھر انہوں نے نکاح کر لیا۔ اب سنو اس بی بی کے لباس کا حال سنو۔ جب اس کی وہٹی سے کوئی ملتا تھا اس کا دل پھنس ہی جاتا تھا۔ کہتا ہائے، اوئے ہوئے، ایڈی سوہنی۔۔۔ آگے رتی بائی کا انتہائی غلیظ الفاظات کے ساتھ مذاق اڑایا گیا ہے۔۔۔ اپنی رن (بیوی کی بجائے رن کا لفظ استعمال کرتے ہیں) کے ساتھ لندن کے تھیٹروں میں گھومتے۔ ننگوں کا دیس اور ان کے تھیٹر بھی ننگے اور یہ وہاں اپنی رن کے ساتھ تھیٹر دیکھ رہے تھے کہ عجلت میں دردزہ ہوئی تو اسی دوران ان کی دینا بیٹی پیدا ہوئی۔ اب بتاو جس دل کے اندر حیاء نہ ہو جو۔۔۔۔ (آگے پنجابی غلیظ الفاظ ہیں)۔۔۔ وہ ہمارا لیڈر کیسے ہو سکتا ہے؟۔۔۔۔ آگے انتہائی اشتعال انگیز اور غلیظ ناقابل ذکر الفاظ ہیں۔۔۔ ہر جنس اپنی جنس کے ساتھ اڑتی ہے۔ جانور جانوروں کے ساتھ کتے کتوں کے ساتھ رہتی ہے۔ اب قوم بھی بے غیرت ہو گئی ہے اس کے ہڈوں میں بے غیرتی رچ بس گئی ہے اس لئے انہوں نے بھی کہا کہ یہی ہمارا قائد، یہی ہمارا پیغمبر، یہی ہمارا خدا، یہی ہمارا سب کچھ۔ ملاں چپ، پیر چپ، یہ قائد اعظم ہو ہی نہیں سکتا اور یہ مسلمانوں کا لیڈر ہو ہی نہیں سکتا جو مسلمانوں میں یہودیت اور بے غیریت پھیلانا چاہتا تھا جو نہ صرف اپنی رن اور بیٹی کو لے کر تھیٹروں میں پھرتا تھا بلکہ ساری قوم کی عورتوں کو ایسا بنانا چاہتا تھا کیونکہ اس کی رگ رگ میں انگریزیت رچی ہوئی تھی''۔

https://youtu.be/ADXRap0gI3Q زیر عنوان مسٹر جناح کی حقیقت) آپ کے دوسرے خطاب کا عنوان ہے مسٹر جناح اور ملکہ وکٹوریہ۔ خطاب شروع کرتے ہوئے آپ اپنے سامعین سے پوچھتے ہیں

''کیا آپ ایک ایکڑ زمین میرے نام لگوا سکتے ہیں؟ مجمع سے سوال کا جواب تھا نہیں تو پھر بتایئے کہ کیا انگریز اتنا ہی سادہ تھا کہ اُس نے کہا محمد علی جناح سے کہا کہ یہ سارا دیس لے لو میں جا رہا ہوں۔ کوئی میرے اس سوال کا جواب دے سکتا ہے؟ اتنا سخی؟ اس نے گاندھی کو کہا کہ تین حصے آپ لے لو۔ ایک حصہ جناح تم لے لو۔ ایک حصہ مصر والو تم لے لو۔ ایک حصہ عرب والو تم لے لو بس لے لو کوئی مسئلہ نہیں لے لو۔ اتنا بڑا سخی؟ کوئی اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا؟ جواب کیسے آئے گا میرے جیسے فقیر کے علاوہ کسی کے دماغ میں آج تک یہ سوال آیا ہی نہیں۔ اب سنو میں تمہیں اس کا جواب بتاتا ہوں سنو یہودیوں نے سو سال قبل اقوام متحدہ کا منصوبہ بنایا۔ اس کو عالمی حکومت کہتے ہیں۔ دولت مشترکہ اس کا دوسرا نام ہے۔ یہود نے کہا کہ ہم پیچھے بیٹھ جاتے ہیں اور یہاں اپنے سکولئے یعنی سٹوڈنٹ چھوڑ دیتے ہیں۔ ملکہ وکٹوریہ جو سب سے

بڑی کنجری تھی جس کو ہمارا بے ایمان بابا کہتا ہے کہ وہ ایک نیک صالح بی بی تھی۔ ۔آگے تمسخراڑایا جاتا ہے بابے اور ملکہ وکٹوریہ کا۔۔۔ وہ عورت جو روز اپنے یار بدلتی تھی یہ ہمارا بابا اس کو کہہ رہا ہے نیک صالح بی بی۔اب بتاو جس کے نزدیک انگریز عورتیں نیک ہیں تو وہ کنجریوں کو کیا سمجھتا ہو گا ؟ غوث یا قطب؟۔اس کنجری نے پاکستان کے بننے سے سو سال قبل یہ اعلان کر دیا تھا کہ جب ہماری تعلیم کے نتیجے میں ایسے افراد تیار ہو جائیں گے جو ہماری حکومت چلانے کا کام کرسکیں گے ہم واپس چلے جائیں گے۔ انگریزوں نے یوں کہا کہ ہم اپنے سکولوں میں کالے انگریز تیار کریں گے۔پس جب وہ کالے انگریز دلّے بن گئے جو اپنی باجیوں کو ہر طرف بھیجنے والے تھے۔ الیکشن بھی اپنی باجیوں کو لڑائیں گے اور دفاتر میں بھی بٹھائیں گے ہمارا کفر کا قانون چلائیں گے اور ہمیں سلیوٹ ماریں گے اور اپنی قوم کو بوٹ ماریں گے۔اور قرآن پر بم ماریں گے۔ افغانستان کو آگ لگا کر جلائیں گے۔ اور جو انگریز کے خلاف بولے گا اس کو جیلوں ں میں ٹھونسیں گے۔اس طرح کے جب کتے کے پتر تیار ہوجائیں گے تو ہم دیس ان کو دے کر پیچھے چلے جائیں گے۔یوں تم لوگ ہمارے نیچے اور تمہاری قوم تمہارے نیچے اور ہم خود شیطان کے نیچے۔آگے تمسخر ہے۔۔۔اور یوں اُس نے پلیٹ میں رکھ کر دے دیا پاکستان۔۔مسلم لیگ نہیں مجرم لیگ کیونکہ جتنے کنجر تھے سب اس میں تھے جتنے نواب تھے سب اس میں تھے۔سب لُچے اُس میں تھے۔ان سب لچوں کا مجموعہ بن گئی مسلم لیگ۔دہلی 10 اپریل 1946 مسٹر جناح مقالہ پڑھتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ ہم کس کے لئے لڑ رہے ہیں ہمارا مطمع نظر کیا ہے؟ (۔۔۔۔غلیظ الفاظ۔۔۔سخت اشتعال انگیز الفاظ۔۔جو جناح کو رحمۃ اللہ کہے اس پر لعنت۔) مذہبی حکومت قائم کرنا نہ ہی ہمارا مقصود ہے۔اب بتاو دس لاکھ بندہ قتل ہوا مسلمانوں کی بیٹیاں بہنیں انہوں نے اپنی عزتیں بچانے کے لئے کنوؤں میں چھلانگیں لگائیں۔ یہ مسلمان مسلم لیگ کے ساتھ کیوں لگے تھے اب بتاو یہ سب انگریز کے قانون کے لئے ہوا تھا یا رسول اللہ کے قانون کے لئے؟ اب بتاو اس لعنتی نے کیوں منافقت کی؟ اس نے کیوں کہا کہ مذہبی حکومت ہمارا مقصود نہیں؟۔۔۔ پھر یہ جناح کہتا ہے کہ اب ہم کو اس بات کو نصب العین کے طور پر اپنے سامنے رکھنا چاہئے اور پھر آپ دیکھیں گے کہ جیسے

خدا کے پیارے

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اِسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
اسے دے چکے مال و جاں بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار

جیسے زمانہ گزرتا جائے گا نہ ہندو ہندو رہے گا نہ مسلمان مسلمان۔(جواب لکھ دی لعنت) وہ جناح بات کرتا تھا انگریزی میں۔عوام جاہل تھی اُس کو پتہ نہیں چلتا تھا اور جن کو پتہ چلتا تھا وہ سارے سئور اُس کے ساتھی تھے۔اگر اُس وقت ہماری دیسی قوم کو پتہ چل جاتا تو اُس نے اس تیلے پہلوان دے کڈ وٹ دینے سان۔کہ اے بے ایماناں توں ساڈا دس لکھ اس واسطے قتل کروایا"

https://youtu.be/F5wnBi_vA3s زیر عنوان ملکہ وکٹوریہ اور مسٹر جناح فضل چشتی صاحب احراری لیڈر مظہر احمد مظہر کی طرح فوت شدہ نہیں ہے۔زندہ ہیں۔اور آج کی تاریخ میں آپ کی حکومت میں شہر شہر دورے کر رہے ہیں۔آپ کے تمام افکار عالیہ انٹرنیٹ پر ببانگ دہل موجود ہیں آپ ببانگ دہل قوم کو مشتعل کر رہے ہیں کہ اس بت کو اکھاڑ پھینکا جائے بلکہ پاش پاش کر دیا جائے۔تو عرض صرف اتنی ہے کہ پھر نہ آپ ایک دن کسی پروگرام میں یہ حسرت کا اظہار کر رہے ہوں کہ قائد کے مزار کی حفاظت نہ کرنے کی وجہ سے ہم شرمندہ ہیں۔شرمندگی بھول چوک میں کوئی وار کر جائے اور دفاع نہ ہو سکے تو اس پر ہوتی ہے واضح سامنے کھڑا دشمن للکار کر حملہ کرے اور اس کا دفاع نہ ہو سکے تو وہ بزدلی ہوتی ہے اور میرا خیال ہے کہ ہمارا وزیر اعظم بزدل نہیں ہے آگے بڑھئے اور قائد محترم کی ذات و افکار کی حفاظت کا فریضہ نبھائیے۔

(بشکریہ ہم سب)



ادارہ امراض مذہب کا قیام

سبوخ سید (بشکریہ ہم سب)

پاکستان میں کینسر کا اسپتال ہے۔امراض قلب کا ہے۔آنکھوں کا ہے۔دماغ کا ہے۔لیکن مذہبی مریضوں کا کوئی نہیں۔ہم فوری طور ملک بھر کے تمام ہسپتالوں میں شعبہ امراض مذہب قائم کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں کیونکہ یہ بیماری انسانی جسم میں بہت سے مسائل پیدا کر دیتی ہے۔آپ اگر کسی شخص میں اس طرح کے مسائل دیکھیں تو فوراً اس سے دور ہو جائیں کیونکہ یہ متعدی بیماری ہے۔اکثر مذہبی قسم کے لوگوں میں اس بیماری کے ساتھ ہی اکڑ پیدا ہو جاتی ہے۔وہ دوسرے انسانوں کو تیسرے درجے کا انسان سمجھتے ہیں۔اگر کسی نے درس نظامی نہ کیا ہو تو اسے کہیں گے کہ بس تھوڑا بہت مطالعہ ہے لیکن علم شلم کوئی نہیں۔گلی گلی چرسیوں کی تاریخ کی کتابیں اٹھائے پھر رہے ہوں گے اور بگڑی ہوئی شکلوں کے ساتھ صحابہ کرام پر تنقید کرتے پھریں گے۔دوسرے لوگوں پر طنز کریں گے، انہیں نام نہاد دانشور یا نوخیز دانشور جیسے القابات دیں گے۔اس دوران اپنی علمیت کی دھاک بٹھانے کے لیے بڑی بڑی شخصیات کی کتابوں کے حوالے دیں گے۔اپنے دور کے انسان انہیں بہت برے لگتے ہیں لیکن قرون اولی کے لوگوں کے ایسے نام لیں گے جیسے وہ ابھی ہی ان سے مل کر گئے ہوں۔

صدقہ، زکوۃ، خیرات، خمس سب کھا لیتے ہیں۔دل کمزور ہو جاتا ہے۔کسی کی بات نہیں سن سکتے۔خود کو دین دار اور جو انہیں چندے دے کر پال رہا ہوتا ہے اسے دنیا دار کہتے ہیں۔(پتا نہیں اگر جناب ابوبکر صدیق، فاروق اعظم اور عثمان غنی اور سیدنا معاویہ اس دور میں ہوتے تو مذہبی مریض انہیں کیا کہتے) حیاتی مماتی والی تقریریں کریں گے۔نور و بشر، صلوۃ وسلام،، آمین بالجہر، فاتحہ خلف الامام، دعا بعد جنازہ، تراویح بیس ہیں یا آٹھ تراویح ہے ہی نہیں۔جیسی بحثیں کر رہے ہوں گے۔شدید گرمی میں بہت سے کپڑے کے ساتھ تعصب کا چشمہ پہنے ہوں گے۔کثرت سے جھوٹ بولتے ہیں۔

عزت صرف امیر آدمی کی کرتے ہیں۔خود کو ابوحنیفہ جبکہ سامنے والے تو نسیم چورن والا سمجھتے ہیں۔مخصوص قسم کا لباس اور ٹوپیاں پہنے ہوں گے اور کوشش کریں گے پوری دنیا کو یہ ٹوپیاں پہنا کر شاہ دولے کے چوہے بنا دیں۔ہر شخص انہیں مرتد مرتد سا نظر آتا ہے لیکن اس کے باوجود اس سے چندہ مانگتے ہیں۔بیٹا پیدا ہوتے ہی اس کے کان میں آذان بعد میں دیں گے لیکن اس کی جیب میں چندے کی رسید پہلے ڈال دیتے ہیں۔

عام انسانوں سے ہٹ کر ابنارمل سا لباس اور وضع قطع اختیار کر لیتے ہیں۔اپنے ہی بیٹے کو تین چار تقریریں رٹوا کر مدرسے میں نائب مہتمم بنا دیتے ہیں۔لوگوں کے پلاٹوں پر مذہب کے نام پر قبضہ کر لیتے ہیں۔رہتے پاکستان میں ہیں لیکن دم بریلی شریف، دیوبند شریف، ایران شریف اور سعودی عرب شریف کا بھرتے ہیں۔

فرقہ واریت کی آگ بھڑکا کر عمرہ، حج اور زیارتوں کے لیے شام، عراق، ایران اور ہندوستان کا رُخ کر لیتے ہیں۔اپنے مذہبی جلوس سڑکوں پر نکالیں گے اور ٹریفک جام کر کے خوش ہوں گے۔مخالف فرقے کی عبادت گاہ کے سامنے خوب غل غپاڑا کریں گے۔اگر کسی نے روک دیا تو گستاخِ رُسول کا پرچہ کٹوا دیں گے۔مسجد میں اونچی آواز میں لاؤڈ اسپیکر لگا کر نعتوں اور تقریروں کے نام پر چندہ نہ دینے والے لوگوں کو سونے نہیں دیں گے۔ایسے مریضوں کو جہاں کہیں دیکھیں، ان سے دور رہیں۔ان کی کاروائیوں کے بارے میں قریبی پولیس اسٹیشن کو اطلاع کریں۔اراکین پارلیمان سے قانون سازی کرائیں گے لوگوں سے کہیں ان کی صحت کی بحالی تک تمام محلے والے باری باری مسجد میں خود ہی نماز پڑھا لیا کریں گے۔ان تمام حضرات کو بھی حق ہے وہ عام انسانوں کی طرح زندگی گزار سکیں۔اس لیے ان کے لیے بجٹ میں رقم مختص کی جائے اور فوری طور ضلعی سطح پر شعبہ امراض مذہب قائم کیا جائے، اگر ہسپتالوں میں جگہ نہیں تو کوئی بات نہیں جیلوں میں ہی ایک دو بیرکس مختص کی جا سکتی ہیں۔

ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔۔

(بشکریہ ہم سب)



جب بات احمدی برادری کی ہو تو خاموشی کیوں طاری ہو جاتی ہے؟

شعیب عادل (بشکریہ ہم سب)

میڈیا اطلاعات کے مطابق چند دن قبل اٹک میں ایک سکول نے مذہبی بنیادوں پر چار احمدی بچوں کا داخلہ ختم کر کے انہیں ادارے سے نکال دیا۔ جو نوٹیفکیشن جاری کیا گیا اس میں واضح طور پہ باقاعدہ ان کے مذہب کو وجہ بتایا گیا۔

احمدی برادری کے حوالے سے پاکستان میں وقتاً فوقتاً خبریں آتی رہتی ہیں جن میں اسی قسم کے مسائل نمایاں ہوتے ہیں کہ ان کے کسی فرد کو نشانہ بنایا گیا ہوتا ہے۔ ایسی خبریں اب معمول بن گئی ہیں اور ریاست و سماج، دونوں کی طرف سے ان خبروں کو نظر انداز کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ بلکہ اب لوگوں کی ایک بڑی تعداد اس طرح کے واقعات کا دفاع بھی کرتی پائی جاتی ہے۔ سول سائٹی کے کچھ افراد اور ادارے اس پر شور مچاتے ہیں، مگر ایسے مسائل رکتے نہیں ہیں اور چند دن بعد کوئی نیا واقعہ رونما ہو جاتا ہے۔ احمدی برادری کا مسئلہ اس حد تک حساسیت کا حامل ہو چکا ہے کہ لوگ اس طبقے کے شہری حقوق بارے بات کرتے ہوئے بھی ڈرتے ہیں، حالانکہ یہ ان کے بنیادی آئینی حقوق ہیں۔ اقلیتی حلقے میں سے یہ وہ طبقہ ہے جس کے خلاف ملک کے ہر بڑے مسلک میں باقاعدہ الگ سے تحریکیں اور جماعتیں موجود ہیں جو اسی مدعے پر کام کرتی ہیں۔ 2017ء کے بعد سے احمدیوں کے لیے مزید مشکلات پیدا ہوئی ہیں اور وقت کے ساتھ ان میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اس ماحول کی تشکیل میں حالیہ برسوں میں سیاسی جماعتوں نے جلتی پر تیل کا کام کیا ہے۔ سماجی نفسیات کو اس حد تک ان کے خلاف بنا دیا گیا ہے کہ اب ایسے واقعات کے بعد بھی خود ریاست ان کے شہری حقوق پر ٹھوس پیغام دینے اور ان کے تحفظ کے لیے کوئی قدم اٹھانے سے کتراتی ہے۔ لیکن کیا یہ سمجھنا مشکل ہے کہ ان مسائل پر خاموشی مذہب کے نام پر خوف کی فضا کو مزید گھٹن زدہ بناتی جائے گی۔

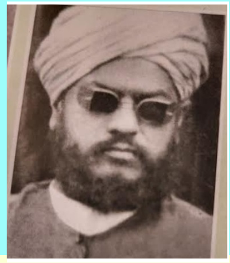
ریاست کو ادراک کرنا ہوگا کہ مذہبی بنیادوں پر بڑھتی یہ گھٹن کسی کے لیے بھی سود مند نہیں ہوگی۔ احمدیوں کے شہری و مذہبی حقوق کے تحفظ کے لیے ان تحریکوں اور جماعتوں کے کردار پر نظر ثانی کرنی ہوگی جو اس مسئلے کو ہوا دیتی ہیں اور لوگوں کے جذبات کو اس برادری کے خلاف ابھارتی ہیں۔ اس کے لیے علما سے بھی مطالبہ کیا جائے کہ وہ عوام کے جذبات کو ٹھنڈا کریں اور انہیں تعلیم دیں کہ جو حقوق انہیں آئین میں دیے گئے ان سے کسی طور ان کو محروم نہیں کیا جا سکتا۔ اگر تعلیمی ادارے ہی اقلیتی برادریوں کے لیے ایسا منفی رویہ اختیار کریں گے تو پھر سماج میں کس ادارے سے توقعات رہ جاتی ہیں۔ یہ وقت ہے کہ سماج کے ہوش مند عناصر اور ریاست کی جانب سے کھل کر اس مسئلے پر بات کی جائے اور اس طبقے کے حق کے لیے آواز اٹھائی جائے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁



چشمہ فیض
مکرم عبدالصمد قریشی صاحب

چشمہ فیض کہ ہر آن رواں رہتا ہے
باغ احمد میں بہاروں کا سماں رہتا ہے
کتنے خوش بخت ہیں اُس دیس کے رہنے والے
جس کے ہر قریہ میں وہ حسنِ جہاں رہتا ہے
میرے احساس کی دنیا میں سدا رہتے ہیں
ہر گھڑی پاس ہیں وہ ایسا گماں رہتا ہے
ہاتھ اُٹھتے ہیں ہر اک اپنے پرائے کے لئے
ان کے سینے میں محبت کا جہاں رہتا ہے
دل کی دھڑکن میں تمناؤں میں اور سانسوں میں
ایک ہی نام ہے جو زیر بیاں رہتا ہے
وہ ہیں محبوب زماں ان کی نگہبانی کو
خالق ارض و سما کون و مکاں رہتا ہے



مسلمانوں کا لیڈر حضرت مولوی عبدالکریم سیالکوٹی

(انجینئر محمود مجیب اصغر ابن ایف آر بسمل)



حامی دیں آنکہ یزداں نام اولیڈر نھاد

عارف اسرار حق گنجینۂ دین قویم

(وہ دین اسلام کا حامی تھا اس کا خدا نے لیڈر نام رکھا تھا۔ وہ خدائی اسرار کا عارف تھا اور دین متین کا خزانہ)

حامی دین متین

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ازالہ اوہام میں تحریر فرماتے ہیں:"
اب میں ان مخلصوں کا نام لکھتا ہوں جنھوں نے حتی الوسع میرے دینی کاموں میں مدد دی یا جن پر مدد کی امید ہے یا جن کو اسباب میسر آنے پر طیار دیکھتا ہوں

(1) حبی فی اللہ مولوی حکیم نوردین صاحب..............

(2) حبی فی اللہ حکیم فضل دین صاحب بھیروی............

(3) حبی فی اللہ مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی: مولوی صاحب اس عاجز کے یکرنگ دوست ہیں اور مجھ سے ایک سچی اور زندہ محبت رکھتے ہیں اور اپنے اوقات عزیز کا اکثر حصہ انہوں نے تائید دین کے لئے وقف کر رکھا ہے ان کے بیان میں ایک اثر ڈالنے والا جوش ہے اخلاص کی برکت اور نورانیت ان کے چہرہ سے ظاہر ہے میری تعلیم کی اکثر باتوں سے وہ متفق الرائے ہیں مگر میرے خیال میں ہے کہ شاید بعض سے نہیں لیکن اخویم مولوی حکیم نور دین صاحب کے انوار صحبت نے بہت سا نورانی اثر ان کے دل پر ڈالا ہے اور نیچریت کی اکثر خشک باتوں سے وہ بیزار ہوتے جاتے ہیں.... مجھے یقین ہے کہ مولوی صاحب اپنی محبت کے پاک جذبات کی وجہ سے اور بھی ہمرنگی میں ترقی کریں گے اور اپنے بعض معلومات میں نظر ثانی فرمائیں گے"

(ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ 783)

اس سے قبل ازالہ اوہام حصہ اول میں فرمایا" میرے ایک مخلص دوست مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی جو نو تعلیم یافتہ جوان اور تربیت جدیدہ کے رنگ سے رنگین اور نازک خیال آدمی ہیں جن کے دل پر میرے محب صادق اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب کی مربیان اور استادانہ صحبت کا نہایت عمدہ بلکہ خارق عادت اثر پڑا ہوا ہے وہ بھی اب قادیان میں میرے ملنے کے لئے آئے وعدہ فرما گئے ہیں کہ میں بھی تہذیب حقیقی کے بارہ میں ایک رسالہ تالیف کر کے شائع کروں گا..."." (ازالہ اوہام جلد اول صفحہ 34)

بیعت کا واقعہ

آپ کو حضرت مولوی نورالدین صاحب کے ذریعے حضرت مسیح موعود سے تعارف حاصل ہوا آپ کی بیعت کا واقعہ بڑا عجیب ہے

حضرت مفتی محمد صادق صاحب بیان کرتے ہیں کہ" 1889ء لدھیانہ میں جب پہلی بیعت ہوئی اور حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب نے سب سے اول بیعت کی، تو اس وقت حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کے خیالات نیچریوں کے سے تھے اور وہ بیعت کی قدر نہ جانتے تھے مگر حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب کی نصیحت پر عمل کر کے جو ان کے استاد تھے بیعت کے واسطے حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت صاحب نے مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کے ہاتھ میں مولوی عبدالکریم صاحب کا ہاتھ رکھا اور ان ہر دو کو اپنے ہاتھ میں لیا اور تب ان سے (مولوی عبدالکریم صاحب سے) بیعت کے الفاظ کہلوائے یہ واقعہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ خود سنایا کرتے تھے جو بیعت پہلے دن ہوئی اور اس میں چالیس افراد کی بیعت لی گئی تھی اس میں حضرت مولوی عبد الکریم صاحب شامل نہ تھے مگر انہی ایام میں انہوں نے بیعت کی تھی"

(ذکر حبیب مصنفہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب صفحہ 9)

اپنی خلافت کے زمانے میں ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے فرمایا

" میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ سے بیعت کی تو حضرت صاحب نے میرا ہاتھ کلائی پر سے زور سے پکڑا اور بڑی لمبی بیعت لی۔ مولانا عبدالکریم

صاحب مرحوم مغفور سے اس طرح بیعت لی جس طرح کہ میں ہتھیلی سے ہتھیلی ملا دیتا ہوں اور نہایت مختصر تھی۔ میں اس وقت بڑا متعجب ہوا مگر آج اس کی اصلیت کو دیکھتا ہوں" ارشادات نور جلد سوم صفحہ 172)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی پاک صحبت میں آپ روحانیت میں ترقی کرتے چلے گئے مقدور بھر خدمات دینیہ کی توفیق پا کر 47 سال کی عمر میں 11 اکتوبر 1905ء کو وفات پا گئے۔

مسلمانوں کا لیڈر

حضرت مفتی محمد صادق صاحب بیان کرتے ہیں" ایام جلسہ دسمبر 1905ء باہر بہشتی مقبرہ بیٹھے ہوئے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کا ذکر تھا (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے) فرمایا'' وہ اس سلسلہ کی محبت میں بالکل محو تھے جب اوائل میں میرے پاس آئے تھے تو سید احمد کے معتقد تھے کبھی کبھی ایسے مسائل پر میری ان کی گفتگو ہوتی جو سید احمد کے غلط عقائد میں تھے اور بعض دفعہ بحث کے رنگ تک نوبت پہنچ جاتی مگر تھوڑی ہی مدت کے بعد ایک دن اعلانیہ کہا کہ آپ گواہ رہیں کہ آج میں نے سب باتیں چھوڑ دیں'' اس کے بعد وہ ہماری محبت میں ایسے محو ہو گئے تھے کہ اگر ہم دن کو کہتے کہ ستارے ہیں اور رات کو کہتے کہ سورج ہے تو وہ کبھی مخالفت کرنے والے نہ تھے ان کو ہمارے ساتھ ایک پورا اتحاد اور پوری موافقت حاصل تھی کسی امر میں ہمارے ساتھ خلاف رائے رکھنا وہ کفر سمجھتے تھے ان کو میرے ساتھ نہایت درجہ کی محبت تھی اور وہ اصحاب الصفہ میں سے ہو گئے تھے جن کی تعریف خدا تعالیٰ نے پہلے سے اپنی وحی میں کی تھی ان کی عمر ایک معصومیت کے رنگ میں گزری تھی اور دنیا کی عیش کا کوئی حصہ انہوں نے نہیں لیا تھا نوکری بھی انہوں نے اسی واسطے چھوڑی تھی کہ اس میں دین کی ہتک ہوتی ہے پچھلے دنوں میں ان کو ایک نوکری دو سو روپے ماہوار کی ملتی تھی مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا خاکساری کے ساتھ انہوں نے اپنی زندگی گزار دی صرف عربی کتابوں کے دیکھنے کا شوق رکھتے تھے اسلام پر جو اندرونی بیرونی حملے پڑتے تھے ان کے اندفاع میں اپنی عمر بسر کر دی باوجود اس قدر بیماری اور ضعف کے ان کی قلم چلتی رہتی تھی ان کے متعلق ایک خاص الہام بھی تھا

" مسلمانوں کا لیڈر"

غرض میں جانتا ہوں کہ ان کا خاتمہ قابل رشک ہوا کیونکہ ان کے ساتھ دنیا کی ملونی نہ تھی جس کے ساتھ دنیا کی ملونی ہوتی ہے اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا انجام نیک ان کا ہوتا ہے جو فیصلہ کر لیتے ہیں کہ خدا کو راضی کرنے میں خاک ہو جائیں گے"

(ذکر حبیب مصنفہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب صفحہ 135-136)

دو خاص الخاص صحابی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے ایک مکتوب بنام حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی تحریر فرمایا" میری تمام جماعت میں آپ دو ہی آدمی ہیں جنہوں نے میرے لئے اپنی زندگی دین کی راہ میں وقف کر دی ہے ایک آپ ہیں اور ایک مولوی حکیم نور الدین صاحب ابھی تک تیسرا آدمی پیدا نہیں ہوا" (سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد دوم صفحہ 189 مصنفہ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی)

مسیح موعود کے فرشتے

حضرت مصلح موعود اپنے بچپن کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں" ان دنوں یہ بحثیں خوب ہوا کرتی تھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دایاں فرشتہ کون سا ہے اور بایاں کون سا؟ بعض کہتے مولوی عبدالکریم صاحب دائیں ہیں اور بعض حضرت استاذی المکرم خلیفہ اول کی نسبت کہتے کہ وہ دائیں فرشتے ہیں علموں اور کاموں کا موازنہ کرنے کی اس وقت طاقت نہ تھی اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اسی محبت کی وجہ سے جو خلیفہ اول مجھ سے کیا کرتے تھے میں نورالدینوں میں سے تھا ہم نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی دریافت کیا اور آپ نے ہمارے خیال کی تصدیق کی" (سوانح فضل عمر حصہ اول مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع صفحہ 306-307)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی علمی قابلیت

حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاول نے 10 اگست 1908ء کو یہ بیان املاء کروایا

" مولوی عبدالکریم صاحب جب پہلے پہل مجھ سے ملے تو ان کی بہت چھوٹی

عمر تھی پتلے دبلے اور بہت صاف دل تھے میں نے ان سے جموں میں کہا کہ تم میرے پاس آیا کرو

مولوی عبدالکریم چار زبانیں جانتے تھے انگریزی، عربی، فارسی اردو۔ میں نے تو اس وقت تک اپنی جماعت میں کوئی شخص دیکھا نہیں جوان کی طرح چار زبانیں جانتا ہو" (مرقات الیقین فی حیات نور الدین صفحہ 250)

فصاحت وبلاغت

حضرت پیر سراج الحق نعمانی فرماتے ہیں"..مولوی صاحب کا پڑھنا عجیب و غریب پڑھنا ہوتا فارسی پڑھتے تو بالکل فارسیوں کے لب ولہجہ میں کہ گویا کوئی ایرانی یا شیخ سعدی ونظامی وغیرہ بول رہے ہیں اور جو اردو پڑھتے تو اسی لب و لہجہ میں اور جو عربی پڑھتے تو بالکل عرب معلوم ہوتے تھے اور جو پنجابی نظم ونثر پڑھتے تو ہو بہو پنجابی ادا میں اور جو انگریزی پڑھتے تو عین انگریزی طرز میں پڑھتے تھے کہ گویا ایک یورپین انگریز بول رہا ہے اور قرآن شریف پڑھتے تو بالکل عرب معلوم ہوتے تھے اور جو وعظ یا خطبہ پڑھتے تو اس میں کمال تھا کہ سننے والے ذوق وشوق میں محو ومستغرق ہو جاتے تھے اور آپ کی تحریر تو بے نظیر تھی.." (تذکرۃ المھدی صفحہ 19)

2928 دسمبر 1896ء کا غیر معمولی تاریخی دن

28 اور 29 دسمبر 1897ء کا دن آپ کی شہرت اور فصاحت بلاغت کا climax اور ایک تاریخی دن تھا جب آپ نے جلسہ مذاہب اعظم میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا وہ مضمون پڑھا جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حضور کو الہاماً بتا دیا تھا" یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا" (اشتہار سچائی کے طالبوں کے لئے ایک عظیم الشان خوشخبری 21 دسمبر 1896ء)

حضرت مسیح موعود نے انجام آتھم میں فرمایا" اس روز ہماری جماعت کے بہادر سپاہی اور اسلام کے معزز رکن حِبی فی اللہ مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے مضمون کے پڑھنے میں وہ بلاغت فصاحت دکھلائی کہ گویا ہر لفظ میں ان کو روح القدس مدد دے رہا تھا" (روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 316)

اخبار چودھویں صدی راولپنڈی نے اپنی اشاعت یکم فروری 1897ء میں لکھا" ان لیکچروں میں سب سے عمدہ اور بہترین لیکچر جو جلسہ کی روح رواں تھا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا لیکچر تھا جس کو مشہور فصیح البیان مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے پڑھا.."

اس کانفرنس کے موڈیٹر صاحبان مندرجہ احباب پر مشتمل تھے

1۔رائے بہادر پرتول چندجج چیف کورٹ پنجاب

2۔خان بہادر شیخ خدا بخش صاحب جج سمال کاز کورٹ لاہور

3۔رائے بہادر پنڈت رادھا کشن کول پلیڈر چیف کورٹ

4۔ حضرت مولانا حکیم نوردین بھیروی

5۔رائے بہادر بھوانی داس ایم اے سٹلمنٹ آفیسر جہلم

6۔سردار جواہر سنگھ سیکریٹری خالصہ کالج کمیٹی لاہور

حضرت مولوی نور الدین بھیروی اور حضرت مولوی عبد الکریم سیالکوٹی

حضرت مولوی نورالدین بھیروی (جو بعد میں خلیفۃ المسیح الاول ہوئے) اور حضرت مولوی عبدالکریم سیالکوٹی کا چولی دامن کا ساتھ تھا راقم الحروف نے ایک رؤیا صالحہ میں حضرت مولوی نورالدین صاحب اور حضرت مولوی عبد الکریم صاحب کو پرانے قصر خلافت کے گراؤنڈ فلور پر جہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اجتماعی ملاقاتیں کرتے تھے فرش پر اکٹھے بیٹھے دیکھا ہے بڑا عجیب ایمان افروز نظارہ تھا

ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے فرمایا" سچ تو یہ ہے کہ یہ شخص بڑی ترقی کر رہا ہے اور مجھ سے بڑھ گیا ہے" (البدر جلد 2 نمبر 44،45 مورخہ 24 نومبر یکم دسمبر 1904 صفحہ 5 بحوالہ ارشادات نور جلد اول صفحہ 208)

12 اپریل 1912ء کو فرمایا "مولوی عبدالکریم مرحوم (بڑی لمبی دعا ان کے لئے فرمائی) مجھ کو بہت پیارا تھا میں اس کی تقریر اور تحریر کو پیار سے پڑھتا اور سنتا تھا ان کی تحریر اور تقریر میں تیزی ہوتی تھی میں اس تیزی کو بھی پسند کرتا..................مولوی عبدالکریم مرحوم نے ایک مرتبہ حضرت صاحب سے کہا کہ نورالدین کی تحریر میں تیزی نہیں ہوتی حضرت صاحب نے فرمایا ہاں ان کا طریق ایسا ہی ہے یہ نرم طبیعت رکھتے ہیں بات اصل میں یہ ہے کہ میں ہر قسم کی تحریر اور تقریر پر خدا کے فضل سے قادر ہوں مگر میں سچ کہتا ہوں کہ جب

بولتا ہوں یا لکھتا ہوں تو میرے زیر نظر یہ امر ہوتا ہے کہ کوئی اس سے نفع اٹھاوے" (ارشادات نور جلد سوم صفحہ 45-46)

15 مئی 1912ء کو فرمایا: بسم اللہ جہراور آہستہ پڑھنا ہر دو طرح جائز ہے ہمارے حضرت مولوی عبد الکریم صاحب (اللّٰھم اغفرہ وارحم) جوشیلی طبیعت رکھتے تھے بسم اللہ جہرا پڑھا کرتے تھے حضرت مرزا صاحب جہرا نہ پڑھتے تھے ایسا ہی میں بھی آہستہ پڑھتا ہوں" (ایضاً صفحہ 56)

ایک مرتبہ حضرت مولوی عبد الکریم رضی اللہ عنہ کی وفات کے دن میں حضرت کے ساتھ ساتھ جارہا تھا آسمان سے تقاطیر ہو رہا تھا اس وقت حضرت کی آنکھ سے آنسو نکلے اور فرمایا کہ

" بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ آسمان ان کے لئے نہیں روتا مگر عبد الکریم کے لئے آسمان بھی روتا ہے "

(ماخوذ از کالم ایوان خلافت الحکم 28 جنوری 1911)

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 304)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی متعدد تحریریں ہیں جن میں حضور نے حضرت مولوی صاحب کی بے حد تعریف کی ہے اپنے ذوق میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی تین صحابہ یعنی حضرت مولوی نور الدین صاحب، حضرت مولوی عبد الکریم صاحب اور حضرت سید الشھداء عبد اللطیف صاحب کے بارے میں تعریفی کلمات پڑھ کر یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ حضور نے کس کی زیادہ تعریف فرمائی ہے آپ کی وفات کے بعد جلسہ سالانہ کے قریبی تاریخوں میں فرمایا" مولوی صاحب ہر تقریب اور ہر جلسہ پر یاد آجاتے ہیں ان کے سبب لوگوں کو فائدہ ہوتا تھا وہ بڑی زبردست تقریر کرنے والے تھے میں نے مقابلہ کر کے خوب دیکھا ہے ان کے اندر محبت اور اخلاص کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا" (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 570)

فارسی اور عربی کے منظوم کلام میں بھی آپ کی خوبیاں بیان فرمائی ہیں بطور نمونہ عربی قصیدہ کے چند اشعار پیش ہیں

عربی قصیدہ

الا رب یوم قد بدت فیه اینا

ولا سیما یوم علا فیه منطق

اذا قام عبد الله عبد کریمنا

و کان بحسن اللحن یتلو و یبعق

فکل من الحضار عند بیانه

کمثل عطاشی اهر عوا او کاعشق

و قامو ا بجذبات النشاط کانهم

تعاطوا سلا فا من رحیق مزهزق

ومالت خواطرهم الیه لیکن ذاذة

کمثل جیا عند خبز مر قق

فاخرج حیوات العدا من جورها

و انزل عصما من جیال التعزق

وکانوا بهمس یحمدون کانه

حفیف طیور او صداء التمطق

عجز بھرا وجود

مکرمہ درثمین طاہر صاحبہ، ربوہ

یہ عجز سے بھرا ہوا پیارا لگا وجود
فضل خدا نے پھر سے ہمیں اک دیا ودود
نظریں جھکا کے ہاتھ اُٹھا کر دعا کرے
اب اس کے سنگ سنگ دعا کی۔ پڑھا درود
اس پیار اور سکون سے اس کو چُنا گیا
اُترا ہو آسمان سے جیسے کوئی وجود
آنے سے اس کے آگئیں پہلی سی رونقیں
پہلے سے اب قیام ہیں پہلے سے اب سجود
دل غم سے اس کا چور تھا آنکھیں تھیں اشکبار
دیتا رہا سنبھالا ہمیں اس کے باوجود

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

حداھم فلم یترك بھا قلب سامع
ولا اذنا الا حدا مثل غیھق
کان قلوب الناس عند کلامہ
علی قلبہ لفت کنبت معلق
وکان کسمطی لؤلوء وزبر جد
وکان المعانی فیہ کالدرر تبرق

خبردار ہو بہت سے ایسے دن ہیں جن میں ہماری نشانیاں ظاہر ہوئیں بالخصوص وہ دن جس دن میری تقریر غالب آئی ۔اور جس وقت مولوی عبد الکریم صاحب کھڑے ہوئے اور حسن آواز سے پڑھتے اور ترجیع کے ساتھ آواز کرتے تھے پس تمام حاضرین اس کے بیان کے وقت پیاسوں کی طرح یا عاشقوں کی طرح دوڑے ۔اور نشاط کے جذبوں کے ساتھ کھڑے ہو گئے گویا کہ انہوں نے وہ شراب لے لی جو اس شراب کی قسم میں سے تھی جو رقص آور ہو اور ان کے دل اس طرف لذت کے ساتھ ایسے میل کر گئے جیسا کہ بھوکے کے نرم چپاتیوں کی طرف میل کرتے ہیں ۔پس اس کے دشمنوں کے سانپوں کو ان کے سوراخوں سے باہر نکالا اور پہاڑی بکروں کو بغل کے پہاڑوں کے نیچے اتارا اور نرم آواز سے تعریف کرتے تھے گویا وہ پروں کی ہلکی آواز تھی جب جانور صف باندھ کر اڑتے ہیں یا زبان کے ساتھ بقیہ غذا کو چاٹنے کی آواز تھی ان کو خوش آوازی سے جلایا اور کسی دل کو نہ چھوڑا اور نہ کسی کان کو مگر اونٹ کی طرح اس کو چلایا گویا لوگوں کے دل اس کے کلام کے وقت اس کے دل پر لپیٹے گئے جیسا کہ ایک بوٹی درخت پر لپیٹی جاتی ہے اور موتی اور زبرجد کی دولڑیوں کی طرح وہ مضمون تھا اور معانی اس میں موتیوں کی طرح چمکتے تھے

(قصائد احمدیہ صفحہ 318۔321)

حضرت مولوی عبدالکریم سیالکوٹی پر میری کتاب

میرے ذہن پر بہت اثر تھا کہ اس عظیم خادم دین صحابی پر ابھی تک کوئی کتاب نہیں آئی 1993 کے جلسہ سالانہ پر مجھے قادیان جانے کا اتفاق ہوا۔ میں نے ملک صلاح الدین صاحب مولف اصحاب احمد سے استفسار کیا کہ کیا حضرت مولوی عبدالکریم صاحب پر بھی کوئی کتاب شائع ہوئی ہے کیونکہ میں نے اصحاب احمد کی کسی جلد میں ایک نوٹ پڑھا تھا کہ

اگلی جلد مخدوم الملت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی پر ہو گی انہوں نے فرمایا کہ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی اور ان کے خاندان کے کسی فرد نے بھی نہ دلچسپی ظاہر کی نہ مالی معاونت کی اس لئے ان پر کتاب شائع نہیں ہوئی اور اب تو مسودہ بھی گم ہو چکا ہے۔

مین نے ارادہ کیا کہ اللہ تعالی مجھے توفیق دے میں آپ پر کتاب لکھوں گا اور اپنے خرچ پر چھپواؤں گا میں اس وقت تھرمل پاور سٹیشن پر نیس پاک کی طرف سے ریذیڈنٹ انجینئر تھا اور امیر ضلع مظفر گڑھ اور ناظم ضلع انصاراللہ کے طور پر خدمت کی توفیق پا رہا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے ارادے کا ذکر لکھ کر صدر مجلس انصاراللہ چوہدری حمیداللہ صاحب سے کیا اور ایک مسودہ ہاتھ سے لکھ کر بھیج دیا کچھ دنوں بعد میری ملاقات مربّی سلسلہ مکرم نصراللہ خان ناصر صاحب سے ہوئی جو قائد اشاعت اور ماہنامہ انصار اللہ کے ایڈیٹر بھی تھے اور میرا نواب شاہ کے زمانے سے ان کے ساتھ تعلق تھا انہوں نے بتایا کہ مجلس انصار اللہ نے فیصلہ کیا ہے کہ یہ کتاب مجلس انصار اللہ چھپوائے گی اور مجھے دس کمپلیمنٹری کاپیاں دے دی گی چنانچہ صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب نائب صدر نے خود حوالے چیک کئے بعض پوائنٹ میرے ساتھ ڈسکس کئے۔ نصراللہ ناصر صاحب نے نوک پلک درست کی ۔اللہ نے فضل کیا اور کتاب سن 1997 میں چھپ گئی۔اس کا ٹائیٹل ہے "سیرت و سوانح حضرت مولانا عبد الکریم سیالکوٹی (مؤلفہ محمود مجیب اصغر)" یہ کتاب 120 صفحات پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالی کا بے حد شکر ہے کہ اس نے مجھے مخدوم الملت ۔مسلمانوں کے لیڈر کا خطاب پانے والے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقرب اور نامور صحابی پر کتاب لکھنے کی توفیق دی۔ الحمدللہ ۔

اللہ تعالی چوہدری حمیداللہ صاحب مرحوم اور مرزا غلام احمد صاحب مرحوم اور نصراللہ خان ناصر صاحب مرحوم کو جزائے خیر دے جن کی کوشش سے یہ کتاب شائع ہوئی۔

مجلس انصار اللہ پاکستان نے جولائی اگست 2015 میں ماہنامہ انصاراللہ 75 سالہ خصوصی نمبر شائع کیا انہوں نے اپنی 75 سالہ مطبوعات میں صفحہ 93

پر اس کتاب کا بھی ذکر کیا ہے (لیکن مؤلف کا نام دینا بھول گئے)

صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

(حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا ایک خواب)

"مجھے خواب آیا کہ میں نیچے کے صحن میں پھر رہی ہوں۔ گول کمرہ کے دروازے سے مولوی عبدالکریم صاحب نکلے

اور کہا بی بی ابا سے جا کر کہہ دو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں اور تمام صحابہ کرام آپ کے

منتظر ہیں آپ کو بلا رہے ہیں آپ آجائیں۔ میں نے جھلک مجلس کی گول کمرے مین دیکھی، مگر خاص چہرہ مبارک کو پہچانا نہیں، اوپر جا کر میں نے اس دروازے سے جو ام ناصر کے صحن میں حضرت اماں جان کے کمرے کی جانب کھلتا تھا جا کر آپ کو پیغام دیا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ تشریف لائے ہیں آپ کو بلوایا ہے، آپ علیہ السلام تیز تیز قلم سے کچھ مضمون لکھ رہے تھے نظر اٹھائی اور کہا جاؤ کہہ دو کہ "بس یہ مضمون ختم ہوا اور میں آیا" لاہور میں جس شب آپ علیہ السلام علیل ہوئے اور صبح وصال ہوا شام کو قریب مغرب اسی طرح آپ علیہ السلام بستر پر بیٹھے ہوئے بہت تیزی سے جلد جلد لکھ رہے تھے۔ چہرہ مبارک سرخ تھا۔ قلم رواں تھا میں نے آپ علیہ السلام کا چہرہ اور اسی طرح بستر پر بیٹھے لکھتے دیکھا تو مجھے وہ خواب یاد آیا اور میں نے سوچا یہ تو وہی انداز لکھنے کا اور وہی سب کچھ ہے جو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ میں سامنے آپ علیہ السلام کے ایک تخت پوش بچھا تھا اس پر بیٹھی تھی۔ ایسا کچھ دل پر اثر ہوا کہ میں گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی"

(مبارکہ کی کہانی مبارکہ کی زبانی۔ اُمۃ الشکور صفحہ 35)

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا یہ خواب حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بلانے کے لئے آنا اس شعر میں بشارت کا عملی ثبوت بھی ہے جیسا کہ فرمایا

مبارک وہ جو اب ایمان لایا۔ صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞

خلافت ہی وہ طاق جلوۂ حسنِ یقیں ہے

مکرمہ شہناز اختر صاحبہ

جنوں کے مرحلے، عقل و خرد سے دور ہونگے
فراست کی نظر ہو، نور سے معمور ہونگے
ہمیں ظلمات ہستی سے ذرا کھٹکا نہیں ہے
ہمارے دل سدا ایمان سے پرنور ہونگے
خلافت ہی وہ طاق جلوۂ حسن یقیں ہے
ضیاء سے جس کی ، اندھیرے سبھی کافور ہونگے
کبھی ہم دم نہ لیں گے خدمت دین میں ہے
مخالف اپنی کرتوتوں سے تھک کر چور ہونگے
مثال اپنی زمانے میں سدا قائم رہے گی
کناروں تک زمیں کے ہم بڑے مشہور ہونگے
بہاروں کی بارات آئی ہے دیکھو گلستاں میں
کلی دل کی کھلے گی ، باغباں مسرور ہونگے
قدم بوسی کو ہم جاتے ، خلیفہ المسیح کی
سبب سے بھیڑ کے، ہم لوگ بھی مجبور ہونگے
قدر ہو گی تو ہوگی خاکساروں کی جہاں میں
جھکیں گی گردنیں ترکی! اگر مغرور ہونگے
الحاج مکرم محمد افضل خان صاحب ترکی
خلافت چشمہ علم و دی نور یقیں محکم
الوہی رنگ میں رنگیں لعل بے بہائی ہے
خلافت شعلہ نور نبوت ، مظہر قدرت
خلافت نے اپنے واحدانیت کی مے پلاتی ہے

۞۞۞۞۞۞۞۞۞۞



حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی عورتوں کو نصائح

فضول خرچی نہ کرو

فرمایا: اپنے گھروں کو جنت بناؤ۔ قرآن حمید نے مردوں کو تمہارا مصلح بنایا ہے گھر میں ایک بادشاہ چاہیے۔ مرد بادشاہ ہوتا ہے اس کی کمائی میں اسراف نہ چاہیے۔ دیکھو! میں تم کو پیار سے، محبت سے، اخلاص سے قرآن کریم کا حکم سناتا ہوں کہ فضولی نہ کرو۔ پانچ روپیہ کی آمد ہو تو بیس روپیہ کا خرچ نہ نکال لو۔ یا اگر بیس کی آمدن ہے تو پچاس کا خرچ نہ بنالو۔ خدا جانے مرد بچارے کن مصیبتوں سے کماتے ہیں اور حلال طیب رزق کمانا سخت مصیبت کا کام ہے۔ پھر اگر بیوی تنگ کرے تو حرام مال لانا پڑتا ہے۔ میں نے بعض عورتوں کو کچھ نصیحت کی۔ تو کہہ دیا آپ ہنسی کرتے ہیں یا کہ...... اجی آپ سیدھے سادے آپ کو دنیاوی معاملات کی کیا خبر!

اچھے اخلاق

فرمایا: اچھے اخلاق یہ ہیں۔ دغا، فریب، جھوٹ، تکبر، غیبت، کم حوصلگی سے بچنا۔ مہمان نوازی، اخلاق سے پیش آنا۔

دینی باتوں کی ہنسی نہ اُڑاؤ

فرمایا: دین کی باتوں کی ہنسی نہ اڑاؤ۔ جو دین کی باتوں کو حقیر جانے اس کو مطلق محبت کی نگاہ سے نہ دیکھو۔ اذان میں اللہ اکبر کیا اعلیٰ درجہ کا فقرہ ہے پھر ساری اذان کو غور سے سنو تو کیا لطیف مضمون ہے مگر ہمارے ملک کے لوگ اذان ہوتی تو کھڑے ہو کر سنتے اور پھر چل پڑتے ہیں مگر اذان تو نماز کو بلانے والی ہوتی ہے۔

عورتوں کی نماز میں سستی

فرمایا: عورتیں نماز میں بے حد سست ہوتی ہیں خاص کر عصر، شام، فجر کو تو ضرور بہانہ بنالیتی ہیں کہ روٹی پکانی ہے۔

ادائیگی نماز میں آسانی

فرمایا: یہ آسان بات ہے کہ غریب بی بی شام کو روٹی پکائے تو ایک پانی کا لوٹا اور جانماز چولہے پاس رکھ لے جب اذان ہو وضو کر وہیں نماز پڑھ لے۔

باورچی خانہ میں نماز

فرمایا: میری ماں نے تو باورچی خانہ میں تو ایک جانماز ایک کھونٹی پر ٹنگی ہوئی تھی نماز کا وقت ہوتا تو بے تامل وہیں نماز پڑھ لیتیں۔

نیکی کی تحریک

فرمایا: حکم قرآن ضرور کسی نہ کسی کو پہنچاتے رہو۔ عورتوں میں تبلیغ کا مادہ کم ہے اور جب ہم کسی کو کہتے ہیں کہ تبلیغ یعنی نیکی سمجھا دو تو کہتی ہیں اجی ہمیں کیا ضرورت کہ کسی کو رنجیدہ کریں یا لڑائی مفت کی لے لیں۔ مگر یہ غلط راہ ہے کوئی برا مانے یا نہ تم حق کہنے سے نہ رکو۔

اولاد کے لئے دعا اور بیٹی کی عظمت

فرمایا: اولاد کے لئے دعائیں مانگو۔ بہت بہت دعائیں کرو۔ تمہارے خاوند نیک ہوں۔ اولاد نیک ہو۔ لڑکی ہونے پر برا نہ مانو۔ نیک ہو خواہ لڑکی ہو۔ دیکھو! ہماری سرکار رسول اکرم ﷺ کی ایک ہی بیٹی فاطمہ تھی مگر دیکھو قیامت تک فاطمہ کی اولاد کو خدا تعالیٰ نے کتنا بڑھایا گویا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے باوا آدم معلوم ہوتے ہیں۔

تکرار مضامین قرآنی کی حکمت

فرمایا: بعض لوگ نادانی سے اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں بار بار ایک ہی مضمون کیوں ہے۔ دیکھو! یہ انسان کی فطرتی بات ہے جس طرح بار بار سانس لینے کی، کھانے کی، پینے کی، ضروری حاجات کی ضرورت پڑتی ہے اسی طرح قرآن پاک کی نصائح سے سیاہی دل کی دور ہوتی ہے۔



کشتی نوح اور ایک احمدی سکالر انجینئر منیر احمد خان مرحوم

(محمود مجیب اصغر۔سویڈن)

قرآن کریم کی کئی سورتوں میں حضرت نوح اور کشتی نوح کا ذکر ملتا ہے جیسے سورۃ ھود، العنکبوت، المومنون،

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سورۃ العنکبوت کے تعارفی نوٹ میں فرماتے ہیں" آثار قدیمہ کا علم رکھنے والے بہت سی قوموں کا کھوج لگا بھی چکی ہیں اور بہت سی قوموں کا کھوج لگانا ابھی باقی ہے یہاں تک کہ کشتی نوح کے متعلق بھی دعویٰ کیا جاتا ہے کہ آثار قدیمہ کے علماء اس کی کھوج سے غافل نہیں اور ضرور ایک دن کھوج نکال لیں گے"

سورۃ القمر کے فٹ نوٹ میں فرماتے ہیں" آیات 13 تا 16: ان آیات میں حضرت نوح کی کشتی کا ذکر کیا جارہا ہے جو لکڑی کے تختوں اور کیلوں سے بنی ہوئی تھی گویا حضرت نوح کے زمانہ میں تمدن اتنا ترقی کر چکا تھا کہ انہیں لوہے کے استعمال پر پوری طرح عبور حاصل ہو گیا تھا اور وہ غالباً لکڑی سے تختے تراشنے کے لئے آرے بھی بنا سکتے تھے۔

اس کشتی کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ یہ ایک نشان ہے جو نصیحت پکڑنے والوں کے لئے ایمان افروز ثابت ہوگا۔

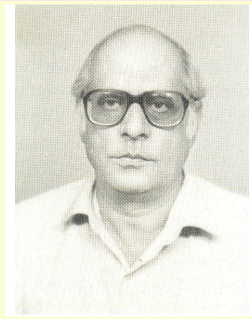
اس سے یہ بھی امکان پیدا ہوتا ہے کہ حضرت نوح کی کشتی آنے والی نسلوں کے لئے ایک نشان کے طور پر محفوظ کر دی گئی ہے باوجود اس کے کہ عیسائیوں کو قرآن کریم کے اس بیان کی کوئی خبر نہیں وہ پھر بھی حضرت نوح کی کشتی کو کہیں نہ کہیں ایک نشان کے طور پر محفوظ سمجھتے ہیں اور اس کی تلاش ہر جگہ جاری ہے جماعت احمدیہ کی طرف سے بھی بعض لوگ اس کام پر وقف ہیں کہ قرانی آیات کے حوالہ سے اس کشتی کا کھوج نکالیں میری تحقیق کے مطابق یہ کشتی بحیرہ مردار (dead sea) کی تہ میں محفوظ ہو گئی ہے اور وقت آنے پر نکال لی جائے گی۔

بحر مردار (Dead Sea)

بحر مردار (عربی میں البحر المیت) نمک کی ایک جھیل (Salt Lake) ہے جسے بحر لوط (Lake Sodom) بھی کہتے ہیں جس کے مشرق میں اردن (Jordan) اور اسرائیل اور ویسٹ بنک مغرب میں ہے یہ جھیل اردن کی درار وادی (Rift Valley) میں واقع ہے اور اس کی معاون وادی (Main Tributary) دریائے اردن ہے لوط کی بستیاں سڈوم وغیرہ یہیں موجود تھیں جن پر عذاب آیا تھا۔

انجینئر منیر احمد خان مرحوم

انجینئر منیر احمد خان صاحب بنیادی طور پر الیکٹریکل اور مکینیکل انجینئر تھے فیملی تو غالباً حیدر آباد دکن کی تھی لیکن کراچی میں settled تھے وہ صحیح معنوں میں انجینئر تھے اور ریسرچ سکالر تھے قرآن کریم اور کتب حضرت مسیح موعود کا گہرا مطالعہ تھا اور بہت باذوق اور ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے آپ مولانا عبد الرحیم صاحب نیر کے نواسے اور سید عبدالرزاق شاہ صاحب کے داماد تھے اپنی پیشہ وارانہ مصروفیات کے علاوہ آپ کشتی نوح پر ریسرچ کرتے رہے اور انہیں اپنی ریسرچ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کو پیش کرنے اور کئی کئی گھنٹے Discuss کرنے کا بھی موقع ملا خاکسار سے بہت senior تھے آپ سے تعارف IAAAE اور slip farming اور highrise chimneys کے حوالے سے ہوا انہوں نے تھرمل پاور کمپلیکس مظفر گڑھ میں دو دو سوفٹ بلند chimneys تعمیر کی تھیں آپ نے کئی cement salos اور دریا کے پل slip farming technology کے ذریعے تعمیر کئے دارالضیافت میں سوئی گیس کے روٹی پلانٹس کے poineer volunteers میں آپ کی بہت contributions ہے سلسلہ احمدیہ کا درد رکھنے والے اور خاموشی سے خدمات بجالانے والے تھے ان کی مجالس میں بہت کچھ سیکھنے کو ملا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے درس قرآن اور مجالس سوال و



جواب میں کشتی نوح کے حوالے سے کئی مرتبہ ان کا ذکر فرمایا ہے

1958 میں انہوں نے NED انجینئر نگ کالج (اب یونیورسٹی) کراچی سے گریجوایشن کی گورنمنٹ اور پرائیویٹ فارن کمپنیوں میں کئی اہم پراجیکٹس پر انہوں نے کام کیا اور 1974 میں Construction Equipment Services Pvt Karachi کے نام سے انہوں نے اپنی فرم بنائی اور کئی اہم پراجیکٹس پر بڑی کامیابی سے کام کیا بہت دیانت دار انسان تھے ایک پراجیکٹ پر ان کی ایک بھاری رقم روک لی گئی آپ چاہتے تو رشوت دے کر وہ رقم نکلوا سکتے تھے کہنے لگے میں اس دوران اور کام کر کے اتنی رقم کما لوں گا ہر پراجیکٹ پر پہلے ہی طے کر لیتے تھے کہ profit کا اتنے فیصد جماعت کو دینا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے کاموں میں بڑی برکت دی اور اپنے شعبہ کے اعلیٰ طبقات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت عزت دی 7 نومبر 2011 کو 76 سال کی عمر میں ان کی کراچی میں وفات ہوئی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں ان کی تدفین ہوئی 18 نومبر 2011 کے خطبہ جمعہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان کا ذکر خیر فرمایا اور نماز جنازہ غائب پڑھائی

حضور کا یہ خطبہ جمعہ الفضل انٹرنیشنل میں 09-15 دسمبر 2011 میں چھپا ہوا ہے۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ کشتی نوح پر ان کی ریسرچ کے ساتھ کیا ہوا خاکسار کو انہوں نے بتایا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے ان کے ریسرچ پیپر کو کسی کمیٹی کے سپرد کر دیا تھا

ٹیکنیکل میگزین 142013 میں Obituries and Message of Condolence میں پہلے نمبر پر ان کا ذکر خیر ہے

خطبہ جمعہ میں کشتی نوح پر ریسرچ کا ذکر

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا"..چوتھا ذکر مکرم منیر احمد خان صاحب ابن مکرم عبدالکریم خان صاحب کراچی کا ہے جو 7 نومبر کو 76 سال کی عمر میں وفات پا گئے انا للہ وانا الیہ راجعون



میرا مرزا

(رشید قیصرانی)

میرا مرشد، میرا ہادی، میرا آقا، میرا مرزا
میرا محسن، میرا ملجا، میرا ماوا، میرا مرزا
اس دورِ شبِ تار کے اوراق پہ مرقوم
تھا صبحِ درخشاں کا قصیدہ میرا مرزا
دلشاد دعاؤں کا برستا ہوا بادل
اور فیض کا بہتا ہوا دریا میرا مرزا
وہ چاند وہ خورشیدِ جہاں تاب کا عکاس
وہ نور، وہ ندرت، وہ اجالا میرا مرزا
تصدیق کی اک مُہر عطا جن کو ہوئی تھی
اس صاحب خاتم کا نوشتہ میرا مرزا
رہبر تھا رہ راست کا اور وقت کا نباض
مہدی میرا مرزا تھا، مسیحا میرا مرزا

❁❁❁❁❁❁❁

آپ حضرت حکیم مولوی انوار حسین خان صاحب کے پوتے اور حضرت عبد الرحیم نیر صاحب کے نواسے اور مکرم یحییٰ خان صاحب پرائیویٹ سیکریٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے بھتیجے تھے

آپ ایک ذہین اور قابل انجینئر تھے ربوہ میں جو جلسہ ہوتا تھا اس جلسہ سالانہ پر خدمات بجالاتے رہے ربوہ میں جب پہلا روٹی پلانٹ لگا تو آپ کو اس موقعے پر بھی نمایاں خدمت کی توفیق ملی آپ جلسہ سالانہ برطانیہ کے ٹرانسلیشن اور کمیونی کیشن سیٹ اپ میں بھی اپنی خدمت پیش کرتے رہے

آپ نے کشتی نوح کے بارے میں تحقیق کی اور اس پر قرآن، بائبل اور زمانہ قدیم کی دیگر کتب کی روشنی میں ایک کتاب مرتب کرنے کی توفیق پائی جو ابھی شائع نہیں ہوسکی کشتی نوح کے متعلق ان کی ریسرچ کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے درس القرآن اور سوال و جواب کی مجالس میں بھی

بیان فرمایا ہوا ہے ۔بڑے مخلص، باوفا اور غیروں کی فراخدلی سے مدد کرنے والے انسان تھے۔موصی تھے ان کی اہلیہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی ماموں زاد بہن ہیں یعنی یہ حضرت سید عبدالرزاق صاحب کے داماد تھے

اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے، مغفرت کا سلوک فرمائے" (خطبہ جمعہ 18 نومبر 2011ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 09۔15 دسمبر 2011ء)

ایک نئی "کشتی نوح"

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ سورۃ نوح کے تعارفی نوٹ میں فرماتے ہیں" ..علاوہ ازیں اس سورت میں یہ بھی ذکر ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو متوجہ فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کو ایک باوقار ہستی کیوں تسلیم نہیں کرتے؟ اسی نے تمہیں بھی طبقہ در طبقہ آگے بڑھاتے ہوئے تکمیل کی منزل تک پہنچایا ہے اور یہی چیز آسمان کے طبقہ در طبقہ بلندیوں سے ثابت ہوتی ہے یہ مضمون ایک حد تک اس قوم کی سمجھ سے بالا تھا نہ اسے اپنے ماضی کا پتہ تھا کہ کیسے طبقہ در طبقہ پیدا ہوئے، نہ اپنے مستقبل کا علم تھا نہ وہ آسمان کی طبقہ در طبقہ بلندیوں کا علم رکھتے تھے

غالباً یہ ایک پیشگوئی ہے کہ آئندہ زمانہ میں جب ایک نئی "کشتی نوح" بنائی جائے گی تو اس زمانہ کے لوگوں کو ان چیزوں کا علم ہو چکا ہوگا پھر بھی اگر شرک پھیلانے سے باز نہ آئے اور ان پر ہر قسم کی حجت پوری کردی گئی تو آخر ان کے حق میں **فسحقھم تسحیقا** اور **ولا تذر علی الارض من الکافرین شریرا** کی دعا ضرور پوری ہو کر رہے گی۔''

یہ عجیب توارد ہے کہ حضرت نوح کا زمانہ 950 سال تھا (سورۃ العنکبوت آیت 15) اور آخری زمانے کے نوح نے بھی اپنا زمانہ دس صدیاں بتایا ہے جیسا کہ فرمایا'' اور یہ امام جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود کہلاتا ہے وہ مجدد صدی بھی ہے اور مجدد الف آخر بھی'' (لیکچر سیالکوٹ)

جس طرح حضرت نوح کو کشتی بنانے کا حکم ملا تھا (سورۃ ھود آیت 38) اسی طرح حضرت مسیح موعود کو حکم ہوا''..زمین میں طوفان ضلالت برپا ہے تو اس طوفان کے وقت میں یہ کشتی طیار کر جو شخص اس کشتی میں سوار ہوگا وہ غرق ہونے سے نجات پا جائے گا..." (تذکرہ)



نعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(عطاء المجیب راشد لندن)

اُسؐ کی تعریف کی خاطر میں ہوا قلم بدست
جس کو حاجت نہیں مِدحت کوئی اُس کی لکھے
میں نے سوچا کہ لکھوں میں بھی کوئی نعتِ نبیؐ
لاؤں وہ لفظ کہاں سے جو کوئی بات بنے
وہ محمدؐ ہے، خدا خود ہے ثناخواں اسؐ کا
نقشِ تعریف کے سب ذات سے اسؐ کی ابھرے
عالَمِ قدس میں جاری ہے سدا اسؐ کا بیاں
ذرے ذرے کی زباں اسؐ کی ثنا میں بولے
جس کی تخلیق کی خاطر بنے یہ کون و مکاں
اسؐ کی توصیف کا حق کیسے ادا ہو مجھ سے
باعثِ فخر ہے اُس ذات کی مِدحت کہنا
ایک اک لفظ سعادت ہے جو منہ سے نکلے
جس کو توفیق ملے اِس کی، ہے احسانِ خدا
تحفۂ چشمِ کرم ہے جسے چاہے، دے دے
تیرے محبوبؐ کی دن رات میں نعتیں لکھوں
اپنے راشد کو خدایا یہ سعادت دے دے

❀❀❀❀❀❀❀

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا

ہے فرض حکمِ عبادت ہمیں بجا لانا
بڑا گناہ ہے خدا کا شریک ٹھہرانا
اور اس کے ساتھ ہے مولا کریم کا ارشاد
ہو حرزِ جان وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا



مکرم مظفر ماموں کا ذکر خیر اور
ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کی ایک مختصر جھلک

شہزادہ قمرالدین مبشر۔گلاسگو، سکاٹ لینڈ



میرے پیارے ماموں مظفر احمد ظفر صاحب کا جرمنی میں 75 سال کی عمر میں 18 مئی 2022ء کو انتقال ہوگیا۔انا اللہ وانا الیہ راجعون۔آپ چوہدری ناصر احمد صاحب سابق صدر جماعت ہابن ہاؤزن جرمنی کے چھوٹے بھائی تھے۔

مکرم چوہدری حسین بخش صاحب مرحوم سابق صدر جماعت احمدیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے جو کہ 4 جولائی 1948ء کو ٹوبہ ٹیک سنگھ میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم ٹوبہ ٹیک سنگھ میں حاصل کی۔میٹرک کے بعد ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ہی رہ کر اچی یونیورسٹی سے گرایجویشن مکمل کی۔

سابق وزیر اعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحبؒ کی راہنمائی کے نتیجے میں ہمارے خاندان کے دو افراد جن میں ایک میرے چچا زاد بھائی ناصر احمد شہزاد صاحب کو وزارت خارجہ اسلام آباد میں اور دوسرے میرے ماموں مظفر احمد ظفر صاحب کو وزارت اطلاعات میں چیف پریس فوٹو گرافر کی ملازمت ملی۔الحمدللہ

ملازمت ملنے کے کچھ عرصہ کے بعد آپ کا ٹرانسفر کراچی میں ہوگیا۔آپ اپنی ملازمت کے دور میں ذوالفقار علی بھٹو کی پریس ٹیم کے ہمراہ بطور چیف پریس فوٹو گرافر اندرون وبیرونی ممالک کے دوروں میں بھی شامل ہوتے تھے۔سرکاری دوروں کی البم اور ریکارڈ محفوظ رکھنا آپ کے ڈیپارٹمنٹ اور مفوضہ فرائض میں شامل تھا۔بہت سے سربراہان مملکت کو دورہ پاکستان کی فوٹو البم پیش کرنے کا موقع بھی ملا۔

جب مجھے پتہ چلا کہ ماموں جان بھی اسلام آباد سے کراچی شفٹ ہو چکے ہیں تو مجھے بے حد خوشی ہوئی ماموں جان گاہے بگاہے ملنے کے لئے میرے پاس آتے رہتے تھے یوں مجھے خوب انکی خدمت کا موقعہ ملتا تھا۔کچھ عرصہ بعد ماموں جان کی فیملی بھی کراچی شفٹ ہوگئی۔

ماموں جان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تین بیٹیاں اور دو بیٹوں سے نوازا۔تمام بچے شادی شدہ ہیں۔بچوں کے نام عرفان ظفر، رحمان ظفر، نوشی مظفر، حنا مظفر، کومل مظفر ہیں۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان کی اولاد کا حافظ وناصر ہو۔

1975ء کے آخر میں مجھے کراچی سے لاہور پاکستان ٹیلی ویژن میں بغرض ملازمت ٹرانسفر ہونا پڑا مگر ماموں جان سے مکمل رابطہ رہا۔

جماعتی خدمات:

ٹوبہ ٹیک سنگھ میں 1967، 1968ء میں جب میں پہلی مرتبہ قائد خدام الاحمدیہ منتخب ہوا۔تو ماموں جان مجلس عاملہ کے ممبر منتخب ہوئے باقی ممبران عاملہ میں عطاءاللہ صاحب ناظم اصلاح وارشاد عنایت اللہ صاحب منتظم وقار عمل وتعلیم و تربیت، ماموں مظفر صاحب منتظم تحریک جدید وقف جدید اور بشیر احمد صاحب منتظم صحت وجسمانی مقرر ہوئے۔یہ خاکسار کی عاملہ کے ممبر تھے۔جماعتی کاموں اور مسجد کے وقار عمل میں ذوق وشوق سے حصہ لیتے۔

کراچی ٹرانسفر ہونے کے بعد کراچی کے مربیان، خدام الاحمدیہ اور جماعتی عہدیداروں سے مکمل رابطہ میں رہے۔مولانا سلطان محمود انور صاحب مربی سلسلہ کراچی سے ان کا خاص تعلق تھا۔

جرمنی میں آکر کچھ عرصہ ٹریول ایجنسی کا کاروبار بھی کیا لیکن بعض حالات کی وجہ سے کاروبار چل نہ سکا اور آخر کار کاروبار بند کر دیا۔ شوگر کے مریض ہونے کی وجہ سے اکثر صحت خراب رہتی تھی۔میں نے اپنی دو کتابیں حرف مبشر اور خاندانی

تاریخ کی کتاب (ہم اور احمدیت) ان کو بھیجی تو نہایت خوشی کا اظہار کیا۔

تاریخی واقعات میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی کراچی سے لندن روانگی کے واقعہ کے بارے میں بتایا کرتے تھے کہ میں بھی ڈیوٹی میں شامل رہا۔ ڈیوٹی کیونکہ حکومت کی طرف سے وی آئی پی کارڈ بیج وغیرہ ہونے کی وجہ سے اس تاریخی لمحات میں ایئر پورٹ سے جہاز کے اندر تک آتا جاتا رہا۔ اور ساتھ ساتھ دعائیں بھی کرتا رہا۔ جہاز کی روانگی تک ایئر پورٹ میں موجود رہا۔

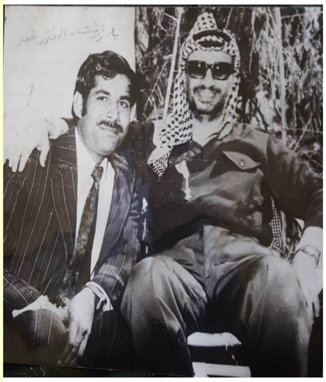
خدمت خلق کا جذبہ:

ماموں جان نے کراچی میں قیام کے دوران بے شمار احمدی احباب کو اور بہت سے غریب بچوں کو اپنے خرچ پر جرمنی بھیجنے کا انتظام کیا۔ پنجاب سے یا مرکز سلسلہ سے کوئی بھی غریب آدمی ان کے پاس آتا تو آپ ہر ممکن مدد کرتے کہا کرتے تھے کہ میں زندگی میں کسی کو مایوس نہیں کرتا ہر ایک کی توقعات پر پورا اترتے۔ ایسے بیشمار لوگ آج بھی ان کے لئے دعا گو رہتے ہیں۔ ان کی نیکیاں ان کی مغفرت کا باعث بن جائیں اور اللہ تعالیٰ جوار رحمت میں جگہ دے۔

دو ہفتہ قبل ہی میری فون پر بات ہوئی تھی۔ بہت خوش ہوئے میری اہلیہ سیدہ آنسہ مبشر سے بھی بات ہوئی۔ اپنی صحت کے بارے میں بتاتے رہے بظاہر بات چیت سے پتہ چلتا تھا کہ بہتر ہے لمبے عرصہ سے شوگر کے مرض میں مبتلاء تھے۔ چند روز کے بعد پتہ چلا کہ اچانک طبیعت خراب ہونے پر یونیورسٹی کلینک میں داخل ہو گئے ہیں۔ عزیزم جاوید اکبر اور ماموں ناصر احمد صاحب ان کا پتہ کرنے ہسپتال گئے۔ بلڈ پریشر بہت کم ہونے کی وجہ سے بے ہوشی طاری تھی ڈرپس لگے ہوئے تھے۔ چند گھنٹے بعد ہسپتال سے اطلاع آ گئی کہ ان وفات ہو گئی۔ **انا اللہ وانا الیہ راجعون۔**

ان کے بھتیجے عزیزم خالد محمود بھی ان کی خیریت کا پتہ کرنے ان کے گھر جایا کرتے تھے حال ہی میں اپنے بڑے بھائی چوہدری ناصر احمد (سابق صدر جماعت ہابن ہاؤزن۔ جرمنی) کے گھر عید کے موقعہ پر آئے اور بڑی خوشی خوشی بچوں کے ساتھ تصویریں بنائیں۔ بڑے خوش دکھائی دیتے تھے لیکن کسی کو کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو کب اپنے پاس بلانا ہے۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا　　اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر



ان کے بڑے بھائی چوہدری نذیر احمد صاحب بھی ڈامسٹڑ میں آج کل بیمار رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے کامل صحت والی دراز عمر عطا فرمائے۔ آمین ایک اور بڑے بھائی چوہدری بشیر احمد صاحب حال ہی میں ربوہ سے لندن شفٹ ہوئے ہیں۔ عزیز جاوید اکبر نے ڈامسٹڑ مسجد میں جمعہ کی نماز کے بعد نماز جنازہ کا انتظام کیا۔ جس میں کثیر تعداد میں فرینکفرٹ کے احباب شامل ہوئے اور ڈامسٹڑ کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

اللہ تعالیٰ انکی مغفرت فرمائے اور اپنی جوار رحمت میں جگہ دے نیز پس ماندگان وخاندان کو اس صدمہ میں صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آپ کی وفات پر ساری دنیا سے آپ کے جاننے والوں نے اظہار افسوس اور تعزیت کی ہے۔ فرینکفرٹ ہابن ہاؤزن اور ڈامسٹڑ کے بہت سے احباب ماموں ناصر احمد صاحب اور عزیزم جاوید اکبر سے بھی تعزیت کے لئے آتے رہتے اور فون کئے۔ مکرم ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب خاکسار کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ:

بہت افسوس ہوا۔ مرحوم کو اللہ تعالیٰ اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور آپکو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

مکرم عبدالغفار عابد سابق ریجنل امیر سکاٹ لینڈ لکھتے ہیں کہ:

بہت افسوس ہوا خدا تعالیٰ انکی مغفرت فرمائے اور تمام عزیز واقارب کو صبر کے ساتھ اس صدمہ کو برداشت کرنے کی توفیق عطا کرے (آمین)

راشد ملک رامش جرمنی لکھتے ہیں کہ:

آپ کے ماموں صاحب کی وفات کا پڑھا **انا للہ و انا الیہ راجعون** اللہ تعالیٰ تمام لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

مکرم ڈاکٹر منور احمد کنڈے لکھتے ہیں کہ:

آپ کے ماموں کی وفات کا پڑھ کر نہایت افسوس ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے، تمام لواحقین کو صبر جمیل عطا

فرمائے آمین۔ثم آمین

ناروے سے محترم زرتشت منیر احمد خاں صاحب نے لکھا کہ:

موصوف خاکسار کے دوست تھے، نیک شریف اور ملنسار تھے، بہت دُکھ ہوا۔اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔آمین

امریکہ سے محترم عبدالشکور صاحب نے اور جناب محترم مبارک احمد عابد صاحب نے اور ہوسٹن امریکہ سے آنسہ گلشن منیر فیملی اور کینیڈا سے بھی متعدد دوستوں نے اظہار تعزیت کیا۔آسٹریلیا سے طاہر خان جہانگیری فیملی نے بھی دلی تعزیت کا پیغام بھیجا۔

فرینکفرٹ جرمنی سے محترم عرفان احمد خان صاحب نے لکھا کہ:

بہت افسوس ہوا۔ بہت اچھی طبیعت کے مالک اور لوگوں کے کام آنے والا وجود تھا اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے۔

ڈاکٹر ایم آئی ساجد نے دلی افسوس کا اظہار کرتے ہوئے بلندیٔ درجات کی دعا کا پیغام دیا ہے۔اسی طرح پاکستان انڈیا، آسٹریلیا اور یورپ کے متعدد ممالک سے احباب نے دلی تعزیت اور ہمدردی کے پیغامات بھجوائے ہیں خاکسار ان سب کا دلی شکریہ ادا کرتا ہے۔جزا کم اللہ احسن الجزاء۔

سید حمید احمد شاہ صاحب کراچی نے اظہار تعزیت کرتے ہوئے کہا کہ:

انا للہ وانا الیہ راجعون۔جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔اور اپنے محبوب ترین بندوں میں جگہ عطا فرمائے جن سے وہ پیار کرتا تھا۔جن کو وہ ہمیشہ عزیز لگتا ہے۔اے اللہ تو ہماری دُعا قبول کر۔ان کے سارے لواحقین، بیرون ممالک بھی پاکستان میں بھی سب کو صبر عظیم عطا فرما۔اگر ہو سکے تو ان کی اولاد تک میرے جذبات پہنچا دیجئے گا۔

ایڈنبرا سے میرے چھوٹے بھائی عزیزم حفیظ الدین صاحب نے کہا کہ:

بڑے محسن، ہردلعزیز، پیارے انکل تھے۔کراچی میں ہم ان کے کوارٹر میں ان کے پاس رہے۔شادی سے پہلے اور بعد میں بھی ہمیشہ ان کے گھر میں ماشاء اللہ پانچ چھ کزن بیک وقت رہتے تھے کبھی انہوں نے بُرا نہیں منایا یا غصہ نہیں کیا۔ ہر طرح سے ان کا خیال رکھتے تھے۔فرداً فرداً ان کا حال چال پوچھتے تھے۔واقعہ یہ ہوا کہ میرے کزن شہباز احمد جو گریجویٹ تھے وہ PCSIR میں ملازم تھے تو انہوں نے PCSIR کی سروس چھوڑ دی تو انکل مظفر احمد صاحب اپنے سکوٹر میں مجھے بٹھا کر ساتھ لے کر گئے۔ڈاکٹر ابراہیم صاحب سیکرٹری PCSIR تھے۔ یہ وزارتِ اطلاعات میں پریس فوٹوگرافر تھے۔ ان کے اچھے تعلقات تھے۔انہوں نے میرا اپوائنٹمنٹ لیٹر دلوا کر پھر یہ گھر آئے۔اس طرح جمعے کو بھی جانا تو ہم تین چار لوگ ان کے ساتھ سکوٹر پر بیٹھ کر جاتے تھے۔ جمعہ بھی احمد یہ ہال میں پڑھتے تھے۔ بڑا خیال رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے ان کی قبر کو اللہ ٹھنڈا کرے۔رحمتوں کی بارش نازل کروائے۔ بڑا افسوس ہوتا ہے کہ آخری عمر میں یہ اکیلے تھے ہم ان کی خدمت نہیں کر سکے۔ساری زندگی ہمیں یہ افسوس رہے گا کہ آخری عمر میں ہم ان کے کام نہیں آسکے۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔آمین

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے مکتوب G-30.6.22 میں تحریر فرماتے ہیں:

مکرم مبشر شہزاد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا۔آپ کے ماموں کی وفات کا پڑھ کر دُکھ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔ اللہ آپ سب کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے اور ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔اللہ ہر آن آپ کا حامی و ناصر ہو۔آمین۔

میری طرف سے گھر میں سب کو تعزیت کا پیغام پہنچا دیں۔

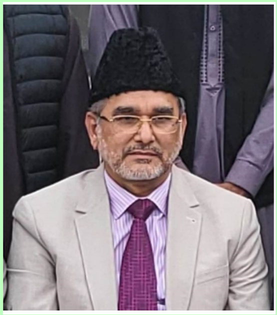
والسلام

خاکسار

مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

***



تقریر بر موقعہ جلسہ سالانہ جرمنی 2021

خلافت سے محبت، اصلاح نفس کا ذریعہ

(مولانا شمشاد احمد قمر۔ پرنسپل جامعہ احمدیہ جرمنی)

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (النور:56)

زندہ قومیں اپنے اندر زندگی کی علامات رکھتی ہیں۔ان علامات میں قومی زندگی میں ترقی کا ارادہ،عزم و ہمت، اصلاح نفس کی طرف توجہ اور نظام کی مضبوطی بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ نظام ایک مرکز سے وابستہ ہو کر سب افراد کو وحدت کی لڑی میں اس طرح پرو دیتا ہے کہ اس کے ایک حصّہ پر حملہ ہو تو باقی حصّے بھی تکلیف محسوس کرتے ہیں۔اسلامی نظام میں اس مرکز کا نام خلافت ہے۔جیسے پہاڑوں کی بلندیوں پہ چڑھنے کے لئے لوگ رسّوں اور میخوں کا سہارا لیتے ہیں جو ان کی حفاظت کا سبب بنتے ہیں۔اسی طرح رُوحانی دنیا میں رفعتوں اور بلندیوں کو حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو خلافت کی رسّی عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔

آنحضور ﷺ نے بھی آخری زمانے میں دنیا کی اصلاح کے لئے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی بعثت اور خلافت علیٰ منہاج النبوّۃ کے قیام کی پیشگوئی فرمائی تھی۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 273،مشکوٰۃ: باب الانذار والتحذیر) جو اس بات کا ثبوت ہے کہ آخری زمانے میں خلافت ایک مستقل اصلاح نفس کا ذریعہ ہوگی۔لفظ ''صالح'' کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''یادرکھو کہ صلاح کا لفظ وہاں آتا ہے جہاں فساد کا بالکل نام ونشان نہ رہے۔انسان کبھی صالح نہیں کہلا سکتا جب تک وہ عقاید ردّیہ اور فاسدہ سے خالی نہ ہو اور پھر اعمال بھی فساد سے خالی ہو جائیں۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 119)

یعنی ہم دیکھتے ہیں کہ صحتمند جسم کے لئے صالح خون اور صالح اعضاء ضروری ہیں اور اگر جسم صالح نہ ہو تو بیماری میں مٹھاس بھی کڑوی لگتی ہے۔

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''اسی طرح پر جب تک انسان صالح نہیں بنتا اور ہر قسم کی بدیوں سے نہیں بچتا اور خراب مادے نہیں نکلتے ،اس وقت تک عبادت کڑوی معلوم ہوتی ہے۔نماز پڑھتا ہے لیکن اسے کوئی لذّت اور سرور نہیں آتا۔۔۔۔۔عبادت میں مزا اُسی وقت آتا ہے جب گندے مواد اندر سے نکل جاتے ہیں۔ پھر اُنس اور ذوق وشوق پیدا ہوتا ہے۔ اِصلاح انسانی اس درجہ سے شروع ہوتی ہے''

(الحکم جلد 9 نمبر 17 تا 24 مئی 1905ء)

خلافت کا وعدہ انہیں لوگوں سے ہے جن کے اعمال ہر قسم کے فتنہ وفساد سے پاک ہوں۔اس پاکیزگی کے لئے اللہ تعالیٰ انبیاء اور خلفاء مقرر فرماتا ہے۔ان وجودوں سے محبت اور ان کی پیروی سے ہی انسانی نفس کی اصلاح ممکن ہے اور ان وجودوں سے دُوری اور بے وفائی نفس کے فساد کا موجب بنتی ہے۔ چنانچہ خلافت سے محبت کا دعویٰ کرنے سے پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ محبت کہتے کسے ہیں؟ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں کہ

''درحقیقت جو شخص کسی سے کامل محبت کرتا ہے تو گویا اُسے پی لیتا ہے۔۔۔اور اس کے اخلاق اور اس کے چال چلن کے ساتھ رنگین ہو جاتا ہے۔۔۔ یہاں تک کہ اسی کا روپ ہو جاتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ یہی بھید ہے کہ جو شخص خدا سے محبت کرتا ہے وہ ظلّی طور پر بقدر اپنی استعداد کے اُس نور کو حاصل کر لیتا ہے جو خدا تعالیٰ کی ذات میں ہے۔اور شیطان سے محبت کرنے والے وہ تاریکی حاصل کر لیتے ہیں جو شیطان میں ہے۔''

(نور القرآن نمبر 2، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 430)

''محبت کی حقیقت بالالتزام اس بات کو چاہتی ہے کہ انسان سچے دل سے اپنے محبوب کے تمام شمائل اور اخلاق اور عبادات پسند کرے اور ان میں فنا ہونے کے لئے بدل وجان ساعی ہو، تا اپنے محبوب میں ہو کر وہ زندگی پاوے جو محبوب کو حاصل ہے۔۔۔۔۔۔محبت ایک عربی لفظ ہے اور اصل معنی اس کے پُر ہو جانا ہے۔۔۔۔۔۔حَبٌّ جو دانہ کو کہتے ہیں وہ بھی اسی سے نکلا ہے جس سے یہ مطلب ہے کہ وہ پہلے دانہ کی تمام کیفیت سے بھر گیا۔''

(نور القرآن نمبر 2، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 431۔432)

یعنی جس چیز کا دانہ ہے، اس دانے سے اسی چیز کے خواص ظاہر ہوں گے۔ گندم کا دانہ جب بھی اُگے گا اس سے گندم ہی اُگے گی۔ جَو کے دانہ سے جَو کا پودا ہی پھوٹے گا۔ اسی طرح جس ہستی سے محبت کا دعویٰ ہے، اس شخص کے قول اور فعل اور عادت اور خلق کا اثر اپنے دل پر ڈالنے کا نام محبت ہے۔

چنانچہ خلافت سے محبت کا مطلب صرف زبانی دعویٰ نہیں بلکہ اپنے وجود سے اُن صفات کی عکاسی کرنا ہے جو اللہ، اس کا رسول اور خلیفۂ وقت ہم میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے کہ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (آل عمران: 32) کہ اے نبی انہیں بتادے کہ اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اسی طرح آنحضورصلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عَلَیکُم بسُنَّتی وسُنَّةِ الخُلَفاءِالرَّاشِدینَ المَهدِیِّین کہ تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنّت پر عمل کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا آج اصلاح نفس کے لئے خلافت کی پیروی اور محبت ضروری ہے۔ کیونکہ خلافت سے محبت میں رسول کی محبت اور رسول کی محبت میں اللہ کی محبت کا راز پنہاں ہے۔ آنحضورصلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد خلافت کے دو ہی زمانوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک اپنے فوراً بعد قائم ہونے والی خلافت اور دوسری اُمّت میں بگاڑ کے بعد آخری زمانے میں قائم ہونے والی خلافت۔ پس خلافت کے یہ دونوں دَور خُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْن کے دَور ہیں جن کے ذریعے انسان اپنی اصلاح کر سکتا ہے۔ اسی لئے آنحضورصلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنّت کے ساتھ ساتھ خلفاء راشدین کی سنّت پر عمل کو بھی ضروری قرار دیا۔

محبت کے مفہوم سے ظاہر ہے کہ خلافت کی محبت سے مراد خلیفہ وقت سے ایسا دلی تعلق ہے کہ انسان اپنے محبوب میں فنا ہو کر اس میں کھو جائے۔ یعنی ہماری ہر حرکت وسکون خلافت کی مرضی ومنشا کے مطابق ہو جائے۔ خلافت کا درد ہمارا درد ہو۔ خلافت کی خوشی ہماری خوشی ہو۔ ہماری خواہشات، ہمارے قول اور ہمارے فعل ایسے ہوں کہ ہمیں زبان سے نہ بتانا پڑے کہ ہم خلیفہ وقت سے محبت کرتے ہیں بلکہ ہمارے اعمال اس محبت اور وفا کی عملی گواہی دے رہے ہوں۔

خلافت سے محبت اور اصلاحِ نفس ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں کیونکہ اگر خلافت سے محبت ہے تو خلافت کی پیروی میں اصلاح نفس ضروری ہے اور اصلاح نفس کیلئے خلافت سے محبت اور وفا ضروری ہے۔

جب اللہ فرماتا ہے کہ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کہ ایمان اور عمل صالح کرنے والوں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ انہیں خلافت عطا فرمائے گا تو مطلب یہ ہے کہ خلافت کی برکتیں اُن لوگوں کو ملیں گی جو نبی کی پیروی میں احکامِ شریعت پر عمل کرتے ہوئے اپنے نفس کی اصلاح کریں گے اور ایسے اعمال بجالائیں گے جس میں کوئی فساد نہ ہوگا اور ہر عمل میں اپنی بھلائی کے ساتھ ساتھ قومی اور اجتمائی بھلائی کو پیش نظر رکھیں گے۔ لیکن اگر کوئی فتنہ وفساد والی حرکتیں کرے گا وہ خلافت کی حقیقی برکات سے محروم رہے گا۔ بیعت سے نکلنے والا جہالت کا شکار ہو جائے گا۔ جیسا کہ آنحضورصلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس حالت میں فوت ہوا کہ اس کی گردن میں کسی بیعت نہ تھی فَقَدْ مَاتَ مِیتَةً جَاھِلِیَّةً۔ (مسلم، کتاب الامارۃ، باب بلزوم الجماعۃ عند ظھور الفتنۃ) وہ جہالت کی موت مرا۔ نیز فرمایا یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ اِلَی النَّارِ (ترمذی، کتاب الفتن، باب لزوم الجماعۃ) کہ اللہ کی مدد جماعت کے ساتھ ہوا کرتی ہے جو شخص جماعت سے الگ ہوا وہ گویا آگ میں پھینکا گیا۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانے کے فتنوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ فَاِنْ رَاَیْتَ یَوْمَئِذٍ خَلِیْفَةَ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ فَالْزِمْہُ وَاِنْ نُھِکَ جِسْمُکَ وَ اُخِذَ مَالُکَ (مسند احمد بن حنبل حدیث نمبر 22333) اگر تم اُس وقت زمین میں اللہ کا خلیفہ دیکھو تو اس سے چمٹ جانا۔ خواہ تمہارا جسم تار تار کر دیا جائے اور تمہارا مال لوٹ لیا جائے۔ یعنی آنحضورصلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی کہ اُس دور میں خلافت سے محبت اور وفا کرنا

خواہ اس کیلئے تمہیں جان اور مال کی قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑے۔ کیونکہ محبت کا دعویٰ کرنا تو آسان ہے لیکن جب قربانی کا موقع آتا ہے تو شیطان انسانی نفس کو دھوکہ میں مبتلا کر دیتا ہے۔ وہ کبھی آباواجداد کی جھوٹی عزت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، کبھی اولاد، رشتہ داروں یا دوستوں کی طرفداری کی شکل میں، کبھی مال او رتجارت کی حرص اور کبھی عالیشان گاڑیوں اور جائیداد کے لالچ کی صورت میں انسانی نفس کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے اور انسان خدا کو چھوڑ کر شیطان کی راہ اپنا لیتا ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ قُلۡ اِنۡ کَانَ اٰبَآؤُکُمۡ وَ اَبۡنَآؤُکُمۡ وَ اِخۡوَانُکُمۡ وَ اَزۡوَاجُکُمۡ وَ عَشِیۡرَتُکُمۡ وَ اَمۡوَالُۨ اقۡتَرَفۡتُمُوۡہَا وَ تِجَارَۃٌ تَخۡشَوۡنَ کَسَادَہَا وَ مَسٰکِنُ تَرۡضَوۡنَہَاۤ اَحَبَّ اِلَیۡکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ وَ جِہَادٍ فِیۡ سَبِیۡلِہٖ فَتَرَبَّصُوۡا حَتّٰی یَاۡتِیَ اللّٰہُ بِاَمۡرِہٖ ؕ وَ اللّٰہُ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِیۡنَ (التوبہ: 24) کہ اے نبی! کہہ دے کہ اگر تمہارے باپ دادا، تمہارے بیٹے، بھائی، بیویاں، رشتہ دار اور تمہارے اموال جو تم کماتے ہو اور تجارت (یا کاروبار) جس کے گھاٹے سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جنہیں تم پسند کرتے ہو۔ اگر یہ سب کچھ تمہیں اللہ اور اُس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ لے آئے اور اللہ فاسقوں کو پسند نہیں کرتا۔

خلافت کے وعدے اور پیشگوئیوں سے ظاہر ہے کہ جس طرح پہلے دور میں صحابہؓ نے آنحضور ﷺ اور خلافت کی محبت میں قربانیاں دیں۔ آخرین میں بھی حقیقی مومن خلافت کے ساتھ محبت کرتے ہوئے اُس سے چمٹے رہیں گے اور ہر قسم کی قربانیاں دینے کیلئے تیار ہوں گے۔

قرآن کریم میں بیان فرمودہ برکاتِ خلافت میں سے ایک یہ بیان ہوئی ہے کہ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا کہ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اللہ کی عبادت اور شرک سے پرہیز اصلاح نفس کی بنیادی کنجی ہے جس سے رُوحانی آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اور انسان شیطان سے دُور ہو کر اُن الٰہی انعامات کا وارث بن سکتا ہے جن کی سورۃ فاتحہ میں دعا سکھلائی گئی ہے۔

سورۃ فاتحہ میں انسان اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور رحمانیت کا ذکر کر کے خدا کے حضور عرض کرتا ہے اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ اِہۡدِ نَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ کہ اے خدا چونکہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں لہٰذا تو ہی ہمیں صراط مستقیم دکھا جو انعام یافتہ لوگوں کا راستہ ہو اور مَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ اور ضَّآلِّیۡنَ کا راستہ نہ ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں واضح فرماتا ہے کہ ضالین کے راستے سے بچ کر صراط مستقیم کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ أَلَمۡ أَعۡهَدۡ إِلَيۡكُمۡ يَا بَنِي آدَمَ أَنۡ لَّا تَعۡبُدُوا الشَّيۡطَانَ ۖ إِنَّهُ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۔ وَأَنِ اعۡبُدُونِي ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيمٌ ۔ وَلَقَدۡ أَضَلَّ مِنكُمۡ جِبِلًّا كَثِيرًا ۖ أَفَلَمۡ تَكُونُوا تَعۡقِلُونَ ۔

(یٰسین: 61-63)

کہ اے بنی آدم! کیا میں نے تم پر یہ ذمہ داری نہیں ڈالی تھی کہ شیطان کی عبادت نہ کیا کرو وہ تمہارا کھلا کھلا دشمن ہے اور میری عبادت کیا کرو۔ یہی صراط مستقیم ہے اور شیطان تم میں سے بہت سی مخلوق کو گمراہ کر چکا ہے کیا تم عقل نہیں کرتے؟ یعنی سورۃ فاتحہ کی دعا کا جواب دے دیا کہ تم صراط مستقیم چاہتے ہو تو سنو اس کی اوّل شرط یہ ہے کہ پہلے شیطان کی عبادت سے انکار کرو۔ پھر یہ کہ صرف میری عبادت کرو۔ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ ۔ یہ صراط مستقیم ہے۔ پرہیز کے بغیر دوا فائدہ نہیں دیتی۔ انسان زہر کھاتا جائے تو تریاق بھی بے کار ہوگا۔ اگر شیطان کی عبادت کا زہر کھاتے رہو گے تو تمہارے نفس سے شیطان کی ہی عکاسی ہوگی اُس کی کبھی اصلاح نہیں ہوگی اور خدا کی رحمت کا تریاق تمہیں عطا نہیں ہوگا کیونکہ وَلَقَدۡ اَضَلَّ مِنۡکُمۡ جِبِلًّا کَثِیۡرًا ۔ اُس نے تم میں بہت سی مخلوق کو ضالین بنا دیا ہے۔ یعنی جہاں خدا تعالیٰ کی عبادت کے نتیجے میں صراط مستقیم حاصل ہوتا ہے وہاں شیطان کی عبادت کے نتیجے میں ضالّین کا مقدر ملتا ہے۔

یاد رہے کہ عبادت صرف ظاہری نماز، روزے کا ہی نام نہیں بلکہ انسان کا ہر عمل عبادت ہے۔ اور ہر انسان، ہر وقت عبادت کر رہا ہے۔۔۔۔ کہتے ہیں کہ رمضان کے مہینے میں ایک ضعیف بزرگ جو روزہ نہ رکھ سکتا تھا، گلی کے کونے میں، آڑ میں بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔ دو منچلے نوجوانوں کو شرارت سُوجھی تو پاس جا کے پوچھنے لگے کہ بابا جی روزہ ہے؟ بزرگ نے کہا جی بیٹا میرا روزہ ہے۔ اس پہ

نوجوان کھل کھلا کے ہنس پڑے کہ باباجی کھانا بھی کھا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ میرا روزہ ہے۔ باباجی نے اُن کو ہنستے دیکھ کر فرمایا کہ بیٹا! میرے دل میں صبح سے کوئی بُرا خیال نہیں آیا۔ میرے دماغ میں کسی کے خلاف کوئی فسادی سوچ پیدا نہیں ہوئی۔ میری آنکھوں نے بدنظری نہیں کی۔ نہ میں نے زبان سے کسی کی بُرائی کی اور نہ میرے کانوں نے کسی کی بُرائی سُنی۔ اور نہ ہی میں نے اپنے ہاتھ اور زبان سے کسی کو تکلیف پہنچائی۔ لہٰذا میرے دل کا بھی روزہ ہے۔ میرے دماغ کا بھی روزہ ہے۔ میری آنکھوں کا، میرے کانوں کا، میری زبان کا، میرے ہاتھوں اور پاؤں کا بھی روزہ ہے۔ لیکن بیٹا! بڑھاپے میں بیماری اور کمزوری کی وجہ سے بس میرا معدہ روزہ نہیں رکھ سکتا۔ باقی تو اللہ کے فضل سے پورے جسم کا روزہ ہے۔۔۔ پھر باباجی نے اُنہیں پوچھا کہ بیٹا کیا آپ کا بھی روزہ ہے؟ تو وہ شرمندہ ہو کر بولے باباجی! ہمارا تو صرف معدے کا ہی ورزہ ہے۔

انسان کے دل میں اُٹھنے والا ہر خیال عبادت ہے۔ دماغ میں آنے والی ہر سوچ عبادت ہے۔ آنکھوں سے دیکھا جانے والا ہر منظر عبادت ہے۔ زبان سے نکلنے والا ہر لفظ عبادت ہے اور جسم سے سرزد ہونے والا ہر عمل عبادت ہے۔ لیکن عبادت ہے کس کی ہے؟ یہ فیصلہ ہمیں کرنا ہے۔ کیونکہ اگر انسان کے دل میں اُٹھنے والے خیالات اچھے ہیں تو یہ اللہ کی طرف سے ہیں اور اگر بُرے ہیں تو وہ شیطان کی طرف سے ہیں۔ شیطانی خیالات دماغ میں آ کر فساد پر مبنی سوچ کی شکل اختیار کرتے ہیں۔ یہی خیالات پھر زبان پہ آتے ہیں تو شیطانی اقوال اور جسم سے عملی صورت میں ظاہر ہوں تو شیطانی اعمال بن جاتے ہیں۔ غرض اگر کسی کے دل کے خیالات، دماغ کے تصوّرات، اُس کی زبان کے اقوال اور جسم کے اعمال سے شیطانی مقاصد کی عکاسی ہو رہی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ اللہ کی نہیں بلکہ شیطان کی عبادت کر رہا ہے۔ اور اگر ان سب اعضا سے اللہ کا رنگ جھلکتا ہے تو وہ اللہ کی عبادت کر رہا ہے۔ شیطان کی عبادت کرنے والے اولیاء الشیطان اور اللہ کی عبادت کرنے والے اولیاء اللہ کہلاتے ہیں۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ہم شیطان کی عبادت چھوڑ دیں اور اس کے اولیاء کو پہچانیں اور اپنی مجلسوں کی حفاظت کریں۔ بدکردار، جھوٹے، خائن اور خدا اور اس کے رسول اور خلافت کے خلاف بدزبانی اور تدبیریں کرنے والوں سے ہوشیار رہیں اور اُن کی صحبت سے بچیں۔

جو لوگ جھوٹ، خیانت، بددیانتی اور دھوکہ دہی سے کام لیتے ہوئے شیطانی ذرائع کو اپنے رزق اور کامیابی کا ذریعہ بناتے ہیں۔ ان کا خدا تعالیٰ کی ربوبیت سے رشتہ کٹ جاتا ہے۔ پس ان آیات میں اللہ تعالیٰ واضح فرما رہا ہے کہ میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، صرف میری عبادت کرنا۔ یہ صراطِ مستقیم ہے۔ جبکہ تم نے اپنے اعمال و افعال میں تو شیطان کو معبود بنا کر رکھا ہے اور ریاکاری سے مجھے کہتے ہو۔ اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ؟ جاؤ جس شیطان کی عبادت کر رہے ہو اُسی سے مدد مانگو۔

پس جب خدا نے خلافت کی برکات میں فرمایا کہ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ وہ صرف میری عبادت کریں گے۔ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡـًٔا میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ تو اس سے واضح ہو گیا کہ خلافت سے محبت کرنے والے اپنے کسی قول یا فعل میں شیطان کی عبادت کر کے اُسے اللہ کا شریک نہیں بناتے۔ خلافت سے محبت اور وابستگی کے نتیجے میں ان کا نفس شیطانی تسلّط سے آزاد ہو جاتا ہے اور اُن کی ہر حرکت و سکون اللہ کی عبادت کا اظہار کر رہی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالَّذِیۡنَ اجۡتَنَبُوا الطَّاغُوۡتَ اَنۡ یَّعۡبُدُوۡهَا وَاَنَابُوۡۤا اِلَی اللّٰهِ لَهُمُ الۡبُشۡرٰی (الزمر: 18) کہ جو لوگ سرکش اور شیطانی ہستیوں کی عبادت سے اجتناب کرتے ہیں اور اللہ کی طرف جھکتے ہیں اُن کیلئے خوشخبری ہے۔

یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ تم بیک وقت شیطانوں اور سرکش لوگوں کے بندے بھی بن جاؤ اور اللہ کے بندے بھی۔ تمہیں اِن میں سے ایک کی بندگی چھوڑنی پڑے گی۔ اگر تم اللہ کے عبادت گزار بننا چاہتے ہو تو شیطان کی بندگی چھوڑ دو۔ اگر شیطان کے پیچھے چلو گے تو تمہارا خدا سے تعلق ٹوٹ جائے گا اور تمہاری عبادتیں محض ریاکاری ہونگی۔ اور ایسی عبادتیں تمہارے نفس کی اصلاح کرنے کی بجائے، اُسے ہلاک کرنے کا باعث ہوں گی۔ جیسے فرمایا۔ فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ۔ الَّذِیۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلَاتِهِمۡ سَاهُوۡنَ۔ (الماعون) کہ جو لوگ نماز کی حقیقت سے بے خبر ہو کر نماز پڑھتے اور محض ریاکاری کرتے ہیں، اُن کے لئے ہلاکت ہے۔

پس جب خلافت کے متعلق فرمایا کہ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡـًٔا

تو یہ واضح ہو گیا کہ خدا تعالیٰ کے حضور خلافت سے محض ریا کاری کی محبت کام نہیں آئے گی بلکہ ایسی محبت جس سے آپ کا نفس شیطانی اعمال سے پاک نظر آئے اور اس میں الٰہی رنگ جھلکتا ہو۔ یہ اصل محبت ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے آخری زمانہ میں دجّال کے عظیم فتنے کا ذکر فرمایا ہے جس کی ہلاکت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھوں مقدّر ہے۔ حضور ﷺ نے دجّال کے فتنے سے محفوظ رہنے کے لئے سورۃ کہف کی پہلی اور آخری دس آیات پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ سورہ کہف کی پہلی آیات پر غور کریں تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ دجّال کون ہے۔ اس کا مقابلہ کرنے والے کون ہیں۔

ان آیات پہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دجّال وہی ضالّین ہیں جو خدا کا بیٹا بناتے ہیں۔ جن کو شیطان نے گمراہ کر دیا اور وہ شیطانی اعمال میں مبتلاً ہو گئے اور فرمایا وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ ان کے مقابل پہ بشارت ہے ان کے لئے جو مومن اور عمل صالح کرنے والے ہیں۔ یعنی جو خلافت کے ساتھ وابستہ ہوں گے۔ مراد یہ کہ آنے والا مسیح موعود دجّال کے شیطانی اعمال کے مقابلے میں اصلاح نفس کرنے والی جماعت قائم کرے گا اور دلائل کیساتھ انسانیت سے دجّالیت کے اثر کو مٹانے کی بنیاد رکھ دے گا۔ اور یہ رُوحانی جہاد اللہ کی قائم کردہ قدرت ثانیہ کی قیادت میں جاری رہے گا۔ شیطان گمراہی کے جال پھینکے گا لیکن خلافت کی قیادت میں شیطانی تدبیریں خاک میں ملا دی جائیں گی۔ بالآخر ایمان اور عمل صالح کرنے والوں، یعنی خلافت کے پیروکاروں کو اللہ تعالیٰ کامیابی کی بشارت دے رہا ہے۔

پس خلافت سے محبت کا دعویٰ ہے تو ہمیں شیطان کے اندرونی دجل، جھوٹ، فریب اور ملمّع سازی کے بُت بھی پاش پاش کرنا ہوں گے۔ اگر ہمارے اندر یہ جڑ پکڑ رہے ہیں تو پھر خلافت سے محبت کے زبانی دعوں کی ملمّع سازی ہمارے کسی کام نہ آئے گی۔ بلعم باعور بھی ظاہری نیکی اور تقویٰ کم نہ تھا۔ لیکن اپنی نیکیوں کے زعم میں حکومت وقت کے ساتھ مل کر جب وہ حضرت موسیؑ کے مقابلہ پر آیا تو ہلاکت اس کا مقدر بن گئی۔

قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ سے پوچھا کہ اے موسیٰ! یہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے۔ آپ نے عرض کی کہ یہ میرا عصاء ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ اِسے زمین پہ پھینک دے۔ آپؑ نے پھینک دیا۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ سانپ بن گیا ہے۔ آپؑ گھبرائے تو اللہ نے فرمایا ڈرنا نہیں اسے پکڑ لے۔ (تیرے ہاتھ میں آئے گا تو) ہم اسے واپس اصل حالت میں لوٹا دیں گے۔ حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ میں آنے پر وہ دوبارہ عصا بن گیا۔ یہ ایک کشفی نظارہ تھا۔ عصا سے مراد دراصل جماعت ہوتی ہے۔ اس میں بتایا گیا کہ اگر قوم نبی یا خلیفہ کے ہاتھ میں رہے گی تو صالح اور مضبوط ہوگی اگر اس سے رُوگردانی کرے گی تو رُوحانی طور پر سانپ کی طرح زہریلی بن جائے گی۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قوم کی اصلاح کا حقیقی ذریعہ صحبتِ صلحاء ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے خلافت کا قیام فرما کر اس دَور میں اصلاح نفس کا ایک بہترین ذریعہ عطا فرمایا ہے جس کی قدر کرنا ہمارا فرض ہے کیونکہ اللہ فرماتا ہے کہ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ (ابراہیم:8) اگر تم شکر کرو گے تو میں مزید عطا کروں گا اور اگر انکار کرو گے تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔ چنانچہ تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے انکار کیا تو خدا کی نظروں سے گر گئی۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے نے

غزل

امۃ الباری ناصر

میرا اپنا نہیں کوئی تیرے سوا تم سے نہ کہوں تو کس سے کہوں
تم سے تو نہیں مرا حال چھپا تم سے نہ کہوں تو کس سے کہوں
ترا نام غفور ہے پیارے خدا بخشش میں تجھے آتا ہے مزا
رکھ لینا غریب کا پاسِ حیا تم سے نہ کہوں تو کس سے کہوں
دلدل ہے گناہوں کی گہری ٹکتے نہیں میرے پاؤں کہیں
تو زور سے تھام لے ہاتھ مرا تم سے نہ کہوں تو کس سے کہوں

❁❁❁❁❁❁❁

انکار کیا اور تباہ و برباد ہو گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بیٹا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے مقابل پر آیا، تو تاریخ میں اُس کا یہ فعل نفرت کی نگاہ سے یاد رکھا گیا۔ حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے خلافت کے مقابل پہ کھڑا ہو کے بدنامی و رسوائی کے سوا کیا حاصل کیا؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ہے کہ اِنِّی مُعِینٌ مَن اَرَادَ اِعَانَتَکَ وَاِنِّی مُھِینٌ مَن اَرَادَ اِھَانَتَکَ۔ کہ جو تیری مدد کرے گا میں اس کی مدد کروں گا اور جو تیری اہانت کرے گا میں اسے ذلیل و رسوا کر دوں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''تم یقیناً یاد رکھو اگر تم میں وفاداری اور اخلاص نہ ہو تو تم جھوٹے ٹھہرو گے۔ اور خدا تعالیٰ کے حضور راستباز نہیں بن سکتے۔ ایسی صورت میں دشمن سے پہلے وہ ہلاک ہو گا جو وفاداری کو چھوڑ کر غدّاری کی راہ اختیار کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ فریب نہیں کھا سکتا اور نہ اسے کوئی فریب دے سکتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ تم سچّا اخلاص اور صِدق پیدا کرو'' (ملفوظات جلد 2 صفحہ 138)

پھر فرمایا

''صادقوں کی صحبت میں رہنا ضروری ہے۔ بہت سے لوگ ہیں جو دُور بیٹھ رہتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ کبھی آئیں گے۔ اس وقت فرصت نہیں ہے۔ بھلا تیرہ سو سال کے موعود سلسلہ کو جو لوگ پا لیں اور اُس کی نصرت میں شامل نہ ہوں اور خدا اور رسول کے موعود کے پاس نہ بیٹھیں، وہ فلاح پا سکتے ہیں؟ ہر گز نہیں ۔۔۔۔ ہم نے بارہا اپنے دوستوں کو نصیحت کی ہے اور پھر کہتے ہیں کہ وہ بار بار یہاں آ کر رہیں۔ اور فائدہ اُٹھائیں، مگر بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔ لوگ ہاتھ میں ہاتھ دے کر دین کو دنیا پر مقدّم کر لیتے ہیں مگر اِس کی پرواہ کچھ نہیں کرتے ۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ سے مکر کرنا مومن کا کام نہیں۔ جب موت کا وقت آ گیا پھر ساعت آگے پیچھے نہ ہو گی۔ وہ لوگ جو اس سلسلہ کی قدر نہیں کرتے اور ۔۔۔۔ یہاں آ کر میرے پاس کثرت سے نہیں رہتے اور اُن باتوں کو جو خدا تعالیٰ ہر روز اپنے سلسلہ کی تائید میں ظاہر کرتا ہے نہیں سنتے اور دیکھتے، وہ اپنی جگہ پر کیسے ہی نیک اور متّقی اور پرہیز گار ہوں۔ مگر میں یہی کہوں گا کہ جیسا چاہئے انہوں نے قدر نہیں کی ۔۔۔۔ پس اگر تم واقعی اس سلسلہ کو شناخت کرتے ہو اور خدا پر ایمان لاتے ہو اور دین کو دنیا پر مقدّم کرنے کا سچّا وعدہ کرتے ہو تو میں پوچھتا ہوں کہ اس پر کیا عمل ہوتا ہے؟ کیا کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبہ:119) کا حکم منسوخ ہو چکا ہے؟ اگر واقعی تم ایمان لاتے ہو اور سچّی خوش قسمتی یہی ہے تو اللہ تعالیٰ کو مقدّم کر لو۔ اگر ان باتوں کو ردّی اور فضول سمجھو گے تو یاد رکھو! خدا تعالیٰ سے ہنسی کرنے والے ٹھہرو گے''

(ملفوظات جلد اول، ایڈیشن 2003 قادیان، صفحہ 124، 125)

اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد آپ کا یہ ارشاد آپؑ کی خلافت کے ذریعہ قائم ہے کہ خلیفۂ وقت کی صحبت میں بیٹھ کر آپ کی باتیں سنی جائیں اور اِن پر کما حقہ عمل کر کے اپنی اصلاح کی جائے۔ آج بزرگانِ اُمّت کی صدیوں پہلے کی گئی پیشگوئیاں اس شان کے ساتھ پوری ہو رہی ہیں کہ انکار کی گنجائش ہی باقی نہیں رہی۔

حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اُس وقت آسمان سے ایک منادی امام مہدی کے نام کا اعلان کرے گا۔ اس کو مشرق و مغرب کے سب لوگ سنیں گے۔ اِس آواز سے سوئے ہوئے لوگ جاگ جائیں گے اور بیٹھے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اُس شخص پر رحم کرے گا جو اِس آواز پر توجہ دیتے ہوئے اِسے قبول کر لے گا۔

(بحار الانوار جلد 52۔ صفحہ 230۔ دار الاحیاء التراث العربی بیروت)

اسی طرح حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک منادی امام مہدی کا نام لیکر آواز دے گا۔ یہ آواز عام ہو گی۔ اور اسے ہر قوم اپنی اپنی زبان میں سنے گی۔

(بحار الانوار جلد 52 صفحہ 448 باب 25۔ علامات ظہورہ علیہ السلام من السّفیانی والدّجال)

اسی طرح امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں کہ ''امام مہدی کے دَور میں اگر کوئی مومن مشرق میں ہو گا تو وہ اپنے مغرب میں بیٹھے ہوئے بھائی کو دیکھ لے گا اور مغرب والا مشرق والے کو دیکھ لے گا۔ (ایضا)

آج خلیفۂ وقت ان پیشگوئیوں کے مطابق MTA کی شکل میں امام مہدی کے نام کی منادی کر رہے ہیں گویا آسمان سے آواز آ رہی ہے کہ

اسمعوا　صوت　السّماء　جاء　المسیح　جاء　المسیح

نیز بشنو از زمیں آمد امام کامگار
آسماں بارد نشاں الوقت می گوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے من نعرہ زن چوں بے قرار

آج خدا نے MTA کے ذریعے خلیفۂ وقت اور عوام کے درمیان فاصلہ ختم کر دیا ہے۔ اور اگر آپ حالات کے پیش نظر خلیفۂ وقت کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتے تو خلیفۂ وقت ایم ٹی۔ اے کی برکت سے ہر روز آپ کے گھر میں جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ جتنا قریب سے آج خلیفۂ وقت کو دیکھنے اور آپ کی باتیں سننے کا موقع ہے، یہ موقع انسانی تاریخ میں کسی نبی یا خلیفہ کے دَور میں نہیں آیا۔ لہٰذا اب اگر کوئی اپنے گھر میں بھی وقت نکال کے خلیفۂ وقت کی باتوں کو نہیں سُنتا اور نہیں دیکھتا تو وہ بزرگانِ امّت کی پیشگوئیوں کی قدر کرنے سے انکاری ہے اور بقول حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایسے لوگ خواہ اپنی جگہ پر کیسے ہی نیک اور متّقی اور پرہیزگار ہوں، وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلافت کی بے قدری کر کے خدا سے استہزا کرنے والے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں

''ایک بہت بڑی تعداد اللہ کے فضل سے خلافت سے وفا اور اخلاص کا تعلق رکھتی ہے۔ لیکن یاد رکھیں یہ ریزولیوشنز، یہ خط، یہ وفاؤں کے دعوے تب سچے سمجھے جائیں گے۔۔۔ جب آپ ان دعووں کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنا لیں۔ یہ کہ وقتی جوش کے تحت نعرہ لگا لیا اور جب مستقل قربانیوں کا وقت آئے۔۔۔۔۔ تو سامنے سو سو مسائل کے پہاڑ کھڑے ہو جائیں۔ پس اگر یہ دعویٰ کیا ہے کہ آپ کو خدا تعالیٰ کی خاطر خلافت سے محبت ہے تو پھر۔۔۔ خلیفۂ وقت کی طرف سے تقویٰ پر قائم رہنے کی جو تلقین کی جاتی ہے۔۔۔ اس پر عمل کریں۔۔۔ تو پھر تمہاری کامیابیاں ہیں۔ ورنہ پھر کھوکھلے دعوے ہیں کہ ہم یہ کر دیں گے اور ہم وہ کر دیں گے ہم آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے''

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم جولائی 2005ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 15 جولائی 2005)

اللہ تعالیٰ ہمیں خلافت سے حقیقی محبت کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے اقوال و افعال خلافت سے وفا کا عملی نمونہ پیش کرنے والے ہوں۔ آمین

❁❁❁❁❁❁❁

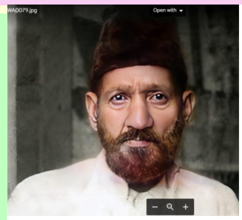


دن چڑھے مبارک

(ڈاکٹر عبدالکریم خالد)

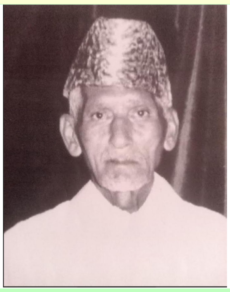
مرے کام سارے ہیں عصیاں کی صورت
تری رحمتیں ابرِ باراں کی صورت
کڑی دھوپ میں جو چلایا ہے تُو نے
وہ جھونکا ہوا کا زمستاں کی صورت
جو گزری سو گزری مگر خوب گزری
مری زندگی عشق پیچاں کی صورت
مہکتا وجود اس کا خوشبو ہی خوشبو
تصور میں ہے نکہتِ جاں کی صورت
وہ اک شخص یوں تو بہت دور مجھ سے
مگر درد دل کا ہے درماں کی صورت
مکاں ایستادہ مکینوں سے خالی
کواڑ ان کے خاموش زنداں کی صورت
پڑاؤ جہاں بھی کیا، چھوڑ آئے
دھواں، راکھ، دل آہِ سوزاں کی صورت
نہ دیکھے گئے، اَب بھی ان منظروں پر
گڑی ہے نظر چشمِ حیراں کی صورت
قدم دو قدم ہی چلے تھے کہ صحرا
بنے نوکِ خارِ مغیلاں کی صورت
بہت خوب صورت خیالِ رُخِ جاں
مگر ایک خوابِ پریشاں کی صورت
کوئی آخرِ شب دعا دے گیا
چڑھے دن مبارک بہاراں کی صورت

❁❁❁❁❁❁❁❁



تعارف حضرت چوہدری نعمت اللہ خان گوہرؓ (1880-1955)

(عبدالرحمٰن شاکر)



ولادت وتعلیم:۔

میرے والد ماجد حضرت چوہدری نعمت اللہ گوہر صاحبؓ 1880 عیسوی میں لدھیانہ کے دور افتادہ گاؤں ہٹھور میں ایک غریب راجپوت خاندان میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد صاحب کا نام حکیم نتھے خان تھا۔

حضرت چوہدری نعمت اللہ صاحبؓ نے 1896ء میں میٹرک کا امتحان جگراؤں ہائی سکول سے پاس کیا۔جس پر 15 روپے ماہوار وظیفہ بھی ملا۔آپ نے مہندر کالج پٹیالہ میں داخلہ لے لیا لیکن کسی غلطی کی وجہ سے امتحان دینے پر پابندی لگا دی گئی۔

بیعت:۔

کالج کی تعلیم تو اب بند ہو گئی مگر ریاست پٹیالہ کے وزیر اعظم خلیفہ سید محمد حسن صاحب کے عزیزوں نے ریاست کے محکمہ بندوبست میں سپرنٹنڈنٹ کے طور پر تقرری کروا دی وہاں کسی نے آپ کو مولوی ثناء اللہ صاحب کی کتاب ''الہامات مرزا'' مطالعہ کے لئے دی۔پڑھ کر بہت حیران ہوئے کہ یہ مرزا صاحب کون ہیں؟ یہ وہ زمانہ تھا کہ تمام دنیا میں حضرت مہدی علیہ السلام کا انتظار ہو رہا تھا۔آپ سنایا کرتے تھے کہ ان کے پردادا حکیم خدا بخش صاحب جب جگراؤں سے ہٹھور آتے تو پوچھا کرتے تھے، سناؤ کہیں حضرت مہدی علیہ السلام کی خبر بھی سنی؟

محکمہ بندوبست میں ان دنوں حضرت منشی عبداللہ صاحب سنوریؓ اور ان کے فرزند منشی رحمت اللہ صاحب پٹواری کے طور پر کام کرتے تھے۔انہوں نے جب اپنے سپرنٹنڈنٹ صاحب کو مرزا صاحب کے بارے میں تفتیش کرتے دیکھا تو ان کو بتایا کہ قادیان ضلع گورداسپور میں ایک بزرگ نے مہدی اور مسیح موعودؑ کا دعویٰ کیا ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے مامور کیا ہے۔ساتھ ہی مطالعہ کے لئے حضرت اقدسؑ کی کتابیں بھی دیں۔اخبار الحکم ان کے پاس آتا تھا وہ بھی دیا کرتے۔کیونکہ آپ کے ذہن میں ان کے دادا حکیم خدا بخش صاحب نے ڈالا ہوا تھا مہدی کا ظہور ہونے والا ہے۔لہذا مطالعہ سے آپ کو یقین ہو گیا کہ مہدی قادیان میں مبعوث ہو چکے ہیں۔چنانچہ آپ منشی عبداللہ صاحب سنوریؓ سے مزید معلومات کے بعد اپنی اہلیہ صاحبہ کو ساتھ لے کر قادیان گئے اور بیعت کر لی۔آپ کی شادی کے فوراً بعد آپ کی والدہ وفات پا گئی تھیں۔آپ نے بیعت 1905ء میں کی۔حضرت اقدسؑ کی صحبت سے اتنا متاثر ہوئے کہ واپس ملازمت پر جانے کا خیال بھی نہ رہا۔لہذا اس نوکری کو چھوڑ کر گاؤں آ گئے۔

بھائیوں کی بیعت:

گاؤں واپس آ کر اپنے دونوں بھائیوں علی محمدؓ اور عطاء محمدؓ کو پیغام سنایا اگرچہ کم عمر تھے لیکن بڑے بھائی کی اطاعت میں بیعت کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔چنانچہ ان دونوں کی بیعت کا خط لکھ دیا گیا۔جس کا جواب ۱۵ دن کے اندر آ گیا۔اس کے بعد بہن اور بہنوئی اور دوسرے رشتہ داروں کو پیغام حق سنایا لیکن ان لوگوں نے قبول نہ کیا لیکن کوئی مخالفت بھی نہ کی۔ملازمت تو ختم ہو چکی تھی اور گھر کی ذمہ داریوں کا احساس بھی تھا۔زمین سے واجبی سی فصل آتی تھی جس سے گزارہ مشکل تھا۔اسی ادھیڑ بن میں ایک اشتہار دیکھا کہ چنیوٹ میں مڈل سکول کے لئے استاد چاہیئے۔آپ نے فوراً درخواست دے دی اور آپ کو منتخب کر لیا گیا۔یہاں پر آتے ہی ڈھونڈ کر جماعت احمدیہ سے رابطہ کیا اور باقاعدگی سے نمازیں وہاں ادا کرنے لگے۔شیخ مولا بخش صاحب، حاجی تاج محمود صاحب اور دیگر احمدیوں سے گہرے تعلقات ہو گئے۔مگر شہر کے متعصب لوگوں نے اس بات کو پسند نہ کیا اور مجبور کیا کہ مستعفی ہو جائیں۔یہاں سے قریب ہی چک جھمرہ کے پاس ایک چک میں شیعہ گھرانے کے دو لڑکوں کو تعلیم

دینے کے لئے چلے گئے۔لیکن طبیعت نہ لگی۔چنیوٹ میں مخالفت کی وجہ سے قادیان کے لئے تڑپ بڑھ گئی اور آخر کار اکتوبر 1907ء میں قادیان آ گئے۔ان کا گھر شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب کے مکان کے قریب تھا۔آپ جب بمعہ اہلیہ صاحبہ 1905ء میں پہلی مرتبہ بغرض بیعت قادیان آئے تو انہی کے گھر مہمان ٹھہرے تھے۔ اس لئے ان سے بڑے گہرے روابط ہوئے۔آپ نے ستمبر 1906ء کو اپنے چھوٹے بھائیوں علی محمد اور عطاء محمد کو جو بالترتیب ساتویں اور چھٹی جماعت میں تھے قادیان بجھوا دیا تھا۔علی محمد اور عطاء محمد دونوں بھائیوں کی والدہ کی وفات کے بعد باپ کی طرح ان کی پرورش کی اور خود مشکلات اور صعوبتیں برداشت کر کے علی محمد کو B.A.BT کی اعلیٰ تعلیم دلوائی اور ان کو کسی قسم کا احساس نہ ہونے دیا کہ والدین انتقال کر گئے ہیں۔اور علی محمد اپنے بڑے بھائی کے احسان کو زندگی بھر بھلا نہ پائے۔جب کبھی ابا جان کا ذکر ہوتا تو ان کی آنکھیں بھر آتیں اور کہتے کہ اگر بڑے بھائی (گوہر) کی محبت،عنایات،شفقت اور ایثار نہ ہوتا تو شاید میں اس مقام پر نہ پہنچتا جس مقام پر اس رب جلیل کے فضل و کرم سے پہنچا ہوں۔اب تینوں بھائی قادیانی ہو گئے تھے۔

حضرت اقدسؑ کی سفارش:

قادیان میں رہائش کے دوران حضرت اقدسؑ کے بعد آپ زیادہ تر حضرت مولوی حکیم نور الدینؓ صاحب کی قربت میں رہتے تھے۔ایک دِن انہوں نے فرمایا کہ تم تعلیم میں ترقی کیوں نہیں کرتے۔ابّا جان نے امتحان پر پابندی کا سارا ماجرا بیان کر دیا اور رو پڑے۔حضرت مولوی حکیم نور الدینؓ صاحب نے دلاسہ دیتے ہوئے از راہ شفقت فرمایا کہ پھر حضرت اقدسؑ سے کیوں نہیں عرض کرتے تا کہ وہ دُعا کریں اور آپ سے پابندی اٹھالی جائے۔

ابّا جان نے کہا مجھے شرم آتی ہے۔آپ ہی مہربانی فرما کر حضرت اقدسؑ کے حضور میری طرف سے عرض کر دیں۔جو آپ نے از راہ شفقت کر دی۔

جب کچھ دن گزر گئے تو والد صاحب کی بے چینی بڑھ گئی کہ حضورؑ نے کوئی توجہ نہیں فرمائی تو آپ نے ایک نظم جس کا عنوان تھا ''صدائے فقیر'' جو اخبار الحکم اور بدر میں چھپ چکی ہے۔یہ نظم 26 مارچ 1908ء کو حضرت اقدسؑ کے سامنے بیت مبارک میں پڑھ کر سنائی۔اس کے دوسرے شعر پر خوب لطیفہ ہوا۔شعر تھا ۔

کسی طبیب سے جب اپنا درد دل نہ تھا
تو آخرش تیرے دارالشفاء میں آئے ہیں

حضرت مولانا حکیم نور الدینؓ صاحب نے سمجھا کہ یہ ان کی طرف اشارہ ہے۔چنانچہ آپ نے کھڑے ہو کر کہہ دیا ''طبیب کو کیوں بیچ میں لپیٹ لیا۔طبیب نے تو عرض کر دی ہوئی ہے'' اس پر حضرت مسیح موعودؑ بھی مسکرا دیئے۔

جب حضرت اقدسؑ اندرون خانہ تشریف لے جانے لگے تو آپ سامنے آ گئے۔حضورؑ نے جناب مولوی محمد علیؓ صاحب ایم۔اے کو طلب فرمایا اور حکم دیا کہ آپ گوہر صاحب کے لئے یونیورسٹی کو لکھیں کہ ان کو معاف کر دیا جائے۔انہوں نے بھی یہ قصہ سنا ہوا تھا کہنے لگے حضور یہ بڑا مشکل امر ہے بلکہ ناممکن ہے کہ معافی ہو جائے۔حضورؑ نے فرمایا کہ ''آپ لکھیں تو سہی جب خدا آسمان پر معاف کر سکتا ہے بندے زمین پر کیوں معاف نہیں کریں گے''

چنانچہ مولوی محمد علیؓ صاحب نے بیت مبارک کے اس کمرہ میں بیٹھ کر جس میں سرخ سیاہی والا نشان ظاہر ہوا تھا خط لکھا اور سفارش کی کہ ان پر سے پابندی ہٹالی جائے۔نتیجتاً اگست 1908ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے عہد میں پنجاب یونیورسٹی سے پابندی اٹھانے کا مراسلہ آ گیا۔حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے ابّا جان کے لئے بہت دُعا کی تھی تو ان کو الہام ہوا کہ'' نعمت اللہ گوہر سے کہہ دو کہ اگر بی۔اے سے اخلاص ہے تو ایف۔اے کا امتحان دیدے'' اسی زمانہ میں آپ نے J.A.V ٹریننگ کالج لاہور سے پاس کر لیا تھا۔

امتحان ایف۔اے:

1916ء بطور ٹیچر مڈل مزنگ لاہور میں متعین ہوئے۔یہاں ایک صاحب جن کا نام خیر دین برق ہیڈ ماسٹر تھے۔ان کو پیغام حق پہنچاتے تھے کیونکہ وہ عیسائیت کی دلدل میں پھنس کر اپنا نام بھی K.D.Burk لکھنے لگے تھے۔ان کا بیٹا Samuale Martin Burk والد صاحب کا شاگرد تھا اور پاکستان بننے پر فارن سروس میں چلا گیا اور سفیر کے عہدہ سے ریٹائرمنٹ کے بعد لنڈن میں مستقل رہائش اختیار کر لی تھی ان کی میرے ساتھ خط و کتابت

جاری رہی۔

حضرت گوہر صاحبؒ نے یہاں ریاضی کا مضمون رکھ کر ایف ۔اے کا امتحان بغیر تیاری دینا شروع کر دیا تو برق صاحب نے لکھت پڑھت کر کے شرط لگا دی تھی کہ اس طرح تم اگر پاس ہو گئے تو میں مرزا صاحب کی بیعت کرلوں گا اور اگر پاس نہ ہوئے تو تمہاری داڑھی منڈوا دینی ہے۔آپ کے لئے تو خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی دُعائیں تھیں اور الہام بھی تھا۔ چنانچہ آپ سیکنڈ ڈویژن میں پاس ہو گئے۔آپ نے برق صاحب کو کہا چلو اب قادیان تو انہوں نے نہایت عجیب فقرہ کہہ کر جان چھڑا لی کہ ’’یار من لیا تیرا مرزا سچا اے‘‘

کیونکہ آپ اکثر دعوت الی اللہ کرتے رہتے تھے تو متعصب ہندوؤں نے ایک جھوٹا مقدمہ بنا کر نوکری ختم کروا دی۔ یہاں سے آپ کو اسلامیہ مڈل سکول پونچھ ریاست کشمیر میں ہیڈ ماسٹری مل گئی۔ ۱۲۰ روپے تنخواہ مقرر ہوئی وہاں آپ 1918ء۔1919ء تک رہے۔ وہاں بھی دعوت الی اللہ کی وجہ سے نوکری سے نکلنا پڑا۔ پونچھ سے احمدیہ سکول گھٹیالیاں آئے مگر یہ سکول مالی مشکلات کی وجہ سے نہیں چلتا تھا۔ وہاں سے آپ احمدیہ سکول بہلول پور چک 127 رکھ برانچ آ گئے۔وہاں سال بھر کے قریب رہے مگر یہ سکول بھی مالی مشکلات کی وجہ سے نہ چل سکا۔ وہاں سے آپ کو اسلامیہ ہائی سکول لائل پور میں جگہ مل گئی لیکن یہاں بھی سٹاف کو دعوت الی اللہ کرنے کی وجہ سے نوکری سے جواب مل گیا۔

بی۔اے کا امتحان:

جلد ہی ایم بی ہائی سکول گوجرہ میں جگہ مل گئی جہاں 1921ء سے لے کر 1926ء تک خوب کام بھی کیا اور دعوت الی اللہ بھی کی جس کے نتیجہ میں کئی افراد نے احمدیت قبول کی۔ گوجرہ میں آپ کو خیال آیا بی اے کا امتحان دیں۔سکول سے بغیر رخصت لئے تیاری شروع کر دی۔سیکنڈ ہیڈ ماسٹر حشمت خان ایم۔اے نے زور دے کر کہا دو ہندو استاد ان کو اپنے انگریزی کے مضمون لکھ کر اصلاح لیتے ہیں آپ بھی مجھے اپنے مضامین دکھا لیا کریں۔تو ابّا جان نے جواب دیا کہ حشمت صاحب میں جب لکھنے بیٹھوں گا تو فرشتے میری مدد کریں گے۔میرے متعلق تو ہمارے بزرگوں کو الہاماً بتایا گیا ہے کہ تم بی۔اے ہو جاؤ گے۔وہ کہنے لگے میں ان باتوں کو نہیں مانتا۔دادا جان نے کہا آپ کو رزلٹ سے معلوم ہو جائے گا۔

چنانچہ ابّا جان نے لاہور جا کر امتحان دیا اور سیکنڈ ڈویژن میں پاس ہوئے۔ساتھ ہی Senior Anglo Varnecular(Sav) جو بی ٹی کے برابر ہوتا ہے دے دیا اس میں بھی پاس ہو گئے۔یعنی B.A SAV ہو گئے۔اس طرح آپ نے حضرت مسیح موعودؑ اور خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی دعاؤں سے کامیابی حاصل کی۔

مارچ 1926ء میں شیخ نور الٰہی صاحب انسپکٹر سکولز معائنہ کے لئے آئے۔معائنہ کے بعد ابّا جان کو ساتھ لے کر ڈاک بنگلے میں چلے گئے۔وہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ صاحب کے کلاس فیلو تھے اور سلسلہ احمدیہ سے خوب واقف تھے۔کہنے لگے تمہارے میاں صاحب (خلیفۃ المسیح الثانیؓ) نے یہ کفر واسلام کی بحث چھیڑ دی مناسب نہ تھی۔بس جناب ابّا جان نے بحث شروع کر دی جو کہ رات گئے تک جاری رہی انسپکٹر صاحب جاتے ہوئے Log Book میں ابّا جان کے بارے میں لکھ گئے۔

Naimatullah is more fit to be a missionary than a school teacher.

جب یہ ریمارکس سید مہدی شاہ صاحب رئیس اعظم گوجرہ اور سپرنٹنڈنٹ میونسپل کمیٹی نے پڑھے تو ابّا جان کو بلا کر دکھائے اور کہا شیخ صاحب آپکے بارے میں کیا لکھ گئے ہیں لہذا آپ کہیں نوکری کا بندوبست کر لیں۔

وہاں سے آپ ڈیرہ اسماعیل خان اسلامیہ ہائی سکول میں بطور سیکنڈ ماسٹر متعین ہو گئے۔وہاں سے بھی تبدیل کر کے گجرات اسلامیہ ہائی سکول بھجوا دیئے گئے یہاں سے بھی تقریباً ایک سال کے بعد فارغ کر دیئے گئے۔ چنانچہ آپ قادیان آ گئے۔

کچھ عرصہ کے بعد نواب جونا گڑھ کے پرائیویٹ سیکرٹری کو اپنے بچوں کے لئے ٹیوٹر کی ضرورت تھی چنانچہ وہاں چلے گئے۔تنخواہ کے علاوہ کھانا اور رہائش مفت تھی۔ایک سال وہاں رہے سومنات مندر دیکھا۔وہ جنگل بھی دیکھا جس کے بارے میں مشہور تھا کہ یہاں حضرت کرشنؑ سوئے ہوئے تھے کہ کسی نے

ہرن سمجھ کر دور سے زہر آلود تیر مارا جس کے اثر سے آپکا رنگ سانولا ہو گیا۔ واپسی پر جودھ پور میں نواب چوہدری محمد دین صاحب وزیر کے پاس ٹھہرے اور خوب سیر کی۔ دہلی سے ہوتے ہوئے واپس قادیان آ گئے۔

تصنیف تحفہ ہندو یورپ:

اُنہی دنوں ضلع ہوشیار پور کے ایک گاؤں میں مڈل سکول کی ہیڈ ماسٹری مل گئی۔ وہاں رہ کر آپ نے معرکۃ الاراء کتاب ''تحفہ ہندو یورپ'' لکھی دسمبر 1928ء میں شائع ہوئی۔ بڑے بڑے صحافیوں نے ریویو لکھے۔ سید سلمان ندوی نے ریویو لکھا مگر تعصب کی وجہ سے بے جا اعتراض بھی کئے۔ جس کے جواب اخبار الفضل میں شائع ہوئے۔

ڈاکٹر اقبال نے لکھا کہ ہمارے نیم بیدار ملک میں اس کتاب کو سمجھنے والے لوگ کم ہیں۔ آپ اس کا ترجمہ انگریزی میں کر کے لنڈن بھجوا دیں۔ چنانچہ ترجمہ لنڈن بھجوایا گیا۔ CoLuzac نے اس کا معاوضہ 300 پاؤنڈ ادا کرنا چاہا مگر ابا جان نے 500 پاؤنڈ کا مطالبہ کیا۔ اس دوران ملکی فسادات شروع ہو گئے اور کرفیو لگ گیا اور قادیان والوں کو کیمپ جانے کا حکم ملا۔ وہ مسودہ گھر میں ہی رہ گیا۔ اگلے دن ابا جان کے ایک شاگرد ڈاکٹر گوربخش سنگھ نے آپکو ساتھ لے جا کر دیکھا تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔

پھیر دی نگہ یاس نے جھاڑو دل میں

ہوشیار پور سے آپ کا تبادلہ نور پور ضلع کانگڑہ کے ہائی سکول میں ہو گیا۔ دسویں جماعت کو انگریزی پڑھایا کرتے تھے۔ وہاں ہیڈ ماسٹر ہندوؤں کے ایک جدید فرقہ رادھا سوامی (جس کا ہیڈ کوارٹر دیال باغ آگرہ تھا) کا ممبر تھا اس کو پیغام حق پہنچانے کے نتیجہ میں آپکا تبادلہ نواب صاحب ممدوٹ (ضلع فیروز پور) کے مڈل سکول میں بطور ہیڈ ماسٹر ہو گیا۔ نواب قدردان تھے۔ ان کے ساتھ بہت گہرے روابط ہو گئے۔ متعصب نہ تھے۔ لہٰذا ان کی وساطت سے دعوت الی اللہ کے مواقع ملتے رہے۔

یہاں آپ کو اللہ تعالیٰ نے دوسرا بیٹا وسیم احمد 1931-11-23 کو عطا کیا۔ وسیم احمد گریجوایشن کر کے ریلوے میں سپورٹس مین کی بنیاد پر ملازمت کرتے رہے۔ ریلوے کی طرف سے ''اے'' کلاس ہاکی کھیلی اور خوب نام کمایا۔ تمام بڑے اخبارات میں ان کی سٹک ورک کے بارے میں کالم چھپتے رہے۔ 1958ء میں پاکستان ہاکی فیڈریشن کی ٹیم کی نمائندگی کرتے ہوئے تمام پاکستان کا دورہ کیا۔ جس کی بنیاد پر 1960 کی پاکستانی ٹیم برائے اولمپک (33) تینتیس کھلاڑیوں کے کیمپ کے لئے چنے گئے۔ لیکن سینئیر کھلاڑیوں کی وجہ سے فائنل ٹیم میں سیلیکٹ نہ ہو سکے۔ ورنہ یہ پہلے احمدی ہاکی اولمپین گولڈ میڈلسٹ ہوتے اس سال ریلوے کے سوونیئر میگزین میں آپکی تصویر میں لکھا۔

Un Lucky Waseem.Who could not be selected in Pakistan Hockey Team for Olympic

اتفاق سے آج کل پاکستان ہاکی ٹیم کے کیپٹن وسیم احمد پہلے احمدی اولمپین ہیں۔ (ابھی حال ہی میں وہ ریٹائرڈ ہوئے ہیں۔) 1960ء کے اولمپک میں پاکستان کے لئے اس ٹیم نے گولڈ میڈل انڈیا کو ایک گول سے شکست دے کر جیتا تھا۔ اس کے بعد آپ نے M.Ed کر کے کالج میں ملازمت شروع کر دی آپ ریٹائرڈ پروفیسر کی حیثیت سے کراچی میں مقیم ہوئے اور اب امریکہ میں رہائش پذیر ہیں۔

1935ء میں ابا جان ڈسٹرکٹ بورڈ کی ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔ پراویڈنٹ کی قلیل رقم ملی جس سے ایک مکان دارالبرکات قادیان میں بنا کر رہائش اختیار کر لی۔ ملازمت کے دوران تمام آمدنی معمولی رقم گھر کے لئے رکھ کر چندہ ادا کرتے یا دعوت الی اللہ میں خرچ کرتے۔ آپ اشتہارات اور پمفلٹ کے ذریعہ بھی پیغام حق لوگوں تک پہنچاتے رہے۔

1939ء میں جنگ عظیم دوم شروع ہوئی تو آپ بطور Civilian Teacher فوج میں بھرتی ہو گئے۔ انگریز افسروں کو اردو پڑھانا ہوتا تھا۔ 300 روپے ماہانہ تنخواہ۔ راشن اور وردی مفت ملتی تھی۔ جالندھر اور فیروز پور چھاؤنیوں میں رہے۔ 1945ء میں جنگ بند ہوئی تو واپس قادیان آ گئے۔

ہجرت الی قادیان دارالامان:

تقسیم ملکی کے وقت بھرا ہوا گھر چھوڑ کر رات کے ایک بجے اندھیرے میں نکلنا پڑا اور تمام کتب خانہ بھی چھوڑا جو عمر بھر کی کمائی تھی۔ معمولی

کتابوں سے لے کر صحاح ستہ تک مکمل تھیں ۔قرآن مجید کے تمام انگریزی تراجم، نایاب بائبل کے مختلف ایڈیشن وغیرہ وہیں رہ گئے ۔کچھ عرصہ کھاریاں کے ہائی سکول میں ملازمت کی ۔گجرات میں سسرال والوں نے ریلوے اسٹیشن کے قریب نہایت عمدہ وسیع مکان الاٹ کرادیا۔مگر وہاں دل نہ لگا اور لاہور آ کر سنت نگر میں دیوسماج ہوسٹل کے ایک تنگ و تاریک کمرہ میں رہے اس واسطے کہ وہاں سے پنجاب لائبریری کوئی دو فرلانگ پر تھی ۔سارا دن وہاں گزارتے اور اپنی علمی ادبی پیاس بجھاتے رہے۔

آخر 11 جولائی 1955ء کو چند روز بیمار رہ کر انتقال کیا۔مہاشہ فضل حسین صاحب اور ملک عبد اللطیف ستکوہی صاحب تاجر کاغذ نے بہت امداد دی اور سانده (میانی صاحب) کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

جس دن ابّا جان فوت ہوئے میں نے خواب دیکھا کہ تین آدمی ہیں درمیان میں ابّا جان ہیں اور دونوں طرف دو آدمی ہیں جن کو والد صاحب سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے دوست ہیں۔مگر وہ اندھیرے میں تھے۔ابّا جان نے شاندار سفید پگڑی باندھی ہوئی ہے اور ان پر تیز روشنی پڑ رہی ہے۔آواز آتی ہے کہ ''یہ لوگ Graduate ہو گئے ہیں'' خاکسار حیران ہوا کہ یہ کیا آواز ہے۔دوبارہ بڑی رعب دار آواز آئی ہے کہ یہ لوگ Graduate ہو گئے ہیں۔بڑا زور دے کر کہا گیا۔میں گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوا اور یہ وقت تہجد کا تھا۔خاکسار نے تہجد پڑھی اور دُعا کی کہ خیریت ہو۔

صبح دفتر گئے تو آگے تار آئی ہوئی تھی کہ ابّا جان (نعمت اللہ گوہر صاحب) فوت ہو گئے ہیں لاہور جانے کے لئے جب گھر سے نکلا تو ماسٹر شیر علی صاحب ملے۔پوچھنے لگے کہاں جا رہے ہو تو آپ نے بتایا کہ والد صاحب وفات پا گئے ہیں ۔وہ کہنے لگے ان کی وفات کے متعلق کوئی خواب نہیں آیا۔آپ نے خواب سنا۔اور Graduate کے معنی سمجھائے کہ ڈگری ہولڈر یا سند یافتہ۔پھر ماسٹر شیر علی صاحب کہنے لگے پنجابی میں اس کو کہتے ہیں ''پگ گئے'' یعنی کامیاب ہو گئے۔اللہ تعالیٰ آپ کو غریق رحمت کرے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے آمین۔آپ کی وفات پر آپ کے بھتیجے مکرم و محترم عبد السلام اختر (مرحوم) صاحب نے ان کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اشعار مرقوم کئے

آہ ہمارے تایا گوہر مرحوم

اشکبار آنکھیں ہیں اختر دل بہت بے تاب آج
یاد آتا ہے مجھے اک ''گوہر نایاب'' آج

آہ وہ گوہر وہ جانِ علم بحرِ بیکراں
وہ متاعِ دین و دانش، رفعتِ کون و مکاں

علم و حکمت کا خزینہ، علم و عرفاں کی کتاب
حسن و خوبی کا صدف، صدق و صفا کا آفتاب

کون ہے آج اِس جہاں میں ہم نشیں! مجھ کو بتا
جانِ استغنا، غرورِ اہلِ دیں، حق آشنا!

جس کی خودداری کے آگے عظمتِ شاہی نگوں
جس نے اپنی ٹھوکروں پر وار دی دنیائے دوں

دوستوں کی بے رُخی، اہلِ تمدن کے چلن!
اہلِ زر کی شہر یاری! سُود و سودا، مکر و فن!!

کشتیِ عمرِ رواں گرداب میں چلتی رہی
یعنی شمعِ زیست طوفانوں میں بھی جلتی رہی

سینہ ہستی میں کیسے پیچ و تاب آتے رہے
کون جانے اُس پہ کیسے انقلاب آتے رہے

قصۂ محرومیِ دل حشر تک تڑپائے گا
اس زمانے میں نظیر اُس کا کہاں سے لائے گا؟

غرضیکہ ابّا جان نے بیعت کرنے کے بعد اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا دعوت الی اللہ کو بنایا۔ساری ملازمت کے دوران آنریری 'داعی' کے طور پر کام کیا ۔اپنی تمام آمدنی اِسی کام میں خرچ کی اور خود نہایت سادہ زندگی گزاری۔پس ماندگان کے لئے کوئی دنیاوی سامان نہیں چھوڑا۔آپ کی قربانی کے نتیجہ میں آپ کی اولاد کو سب سے بڑی نعمت ''احمدیت'' عطا ہوئی۔اس کے علاوہ تمام دنیاوی آسائشوں سے بھی مالا مال ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے اور ہمیشہ احمدیت سے منسلک

رکھے آمین۔

آپ کی پہلی شادی موضع چک نزد دھٹھور رحمت بی بی صاحبہ سے ہوئی۔ ہماری والدہ صاحبہ نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت 1905ء میں کی تھی۔ آپ عبادت گزار اور دُعا گو تھیں۔ آپ کو سچّے خواب بہت آتے تھے۔ اور وہ بہت جلد پورے بھی ہو جایا کرتے تھے۔ ان کے بطن سے حسب ذیل بچے ہیں۔ ان کی وفات 28 دسمبر 1918ء کو ہوئی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہیں۔

اولاد

(1) عبدالرحمان شاکر ولادت 1907ء
وفات 24-09-1997

(2) امتہ اللہ بیگم صاحبہ ولادت 1909ء
وفات 19-04-1994

(3) امتہ الحفیظ صاحبہ ولادت 1911ء
وفات 14-06-1988

(4) عبدالرحیم صاحب (تقریباً ایک ماہ کے بعد فوت ہو گئے)

(5) ناصرالدین صاحب وفات 5-11-1918 قادیان

(6) باقر صاحب 1918ء (پیدائش کے ساتھ ہی فوت ہو گئے)

آپ کی دوسری شادی فیروزہ بیگم بنت ملک محمد رمضان ککے زئی سکنہ گجرات سے ہوئی۔ یہ بھی بہت عبادت گزار تھیں اور دعا گو تھیں۔ ان سے دو بچے پیدا ہوئے۔

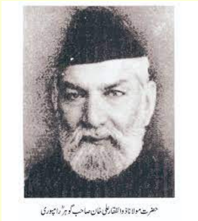
(7) بیٹا پیدا ہوا جو سات ماہ کے بعد فوت ہو گیا۔

(8) وسیم احمد جو بفضلہٖ تعالیٰ باحیات ہیں۔

وسیم احمد ولادت 23-11-1931 ایم۔اے لیکچرار گورنمنٹ کالج حافظ آباد سے ریٹائر ہو کر کراچی میں مقیم ہوئے اور اب امریکہ میں رہائش پذیر ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁

❁❁❁❁❁



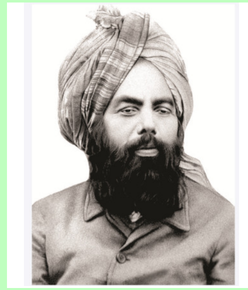
مبلغ سلسلہ کی دعا

(حضرت ذوالفقار علی گوہرؓ)

مرے مولیٰ رہِ تبلیغ اک پُر خار منزل ہے
دلوں کے زنگ دھونے کا فریضہ سخت مشکل ہے
سیاسی ظلمتوں کے بحر طوفاں خیز میں ہر سُو
نہ کشتی ہے نہ کشتی باں نہ علم سمت ساحل ہے
اکیلا ہوں زباں نا آشنا ہے ملک بیگانہ
نہ میری معرفت کامل نہ میرا علم کامل ہے
وطن بیگانہ مرشد سے جُدا احباب سے دوری
میرے رستے میں روکیں ہیں حجابِ علم حائل ہے
علومِ ظاہری سے مغربی اقوام سر گشتہ
سمجھتے ہیں کہ یہ ہندی ہے اس کا ملک جاہل ہے
دلوں میں ان کے گھر کرنا رہِ اسلام پر لانا
خدایا سخت مشکل ہے خدایا سخت مشکل ہے
تسلی تو اب اتنی ہے کہ تیرا بندہ ء عاجز
دعائے مرشد و احباب میں ہر وقت شامل ہے
بھروسہ تیری رحمت پر سہارا تیری نصرت کا
یہی سرمایہ ء ہمت یہی تو قوت دل ہے
تمنا ہے نہ بھولیں احمدی ہم کو دعاؤں میں
اگر یہ بات حاصل ہے تو سب کچھ ہم کو حاصل ہے

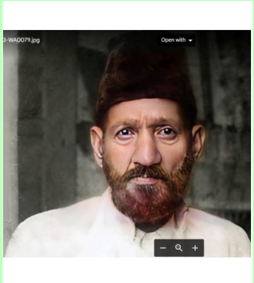
❁❁❁❁❁❁❁

❁❁❁❁❁



مسیح محمدی کا آخری سفر

حضرت چودھری نعمت اللہ صاحب گوہرؓ



چودھری (نعمت اللہ گوہر) صاحب پہلے شخص ہیں۔ جو حضورؑ کی شدید ترین بیماری کی خبر سن کر قادیان پہنچے تھے۔ اور اُن کے آنے کے ساتھ ہی حضورؑ کی وفات کے متعلق تار بھی پہنچ گیا تھا۔

(ایڈیٹر الحکم قادیان 28 مئی و 7 جون 1939ء)

ہاں اُٹھا اے ساحرِ ایّام یہ جادُو ذرا
عہدِ بگذشتہ پہ پانے دے مجھے قابو ذرا
خُون رُلواتی ہے دل کو صحبت مرزا کی یاد
آج مجنوں کو ہے تڑپاتی رُخِ لیلیٰ کی یاد
باتوں ہی باتوں میں قرنِ زندگی اک کٹ گیا
سایہ اپنا بڑھ گیا اور نورِ فطرت گھٹ گیا

وہ لوگ جنہوں نے دِلّی کا غدر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ لڑکپن میں ہمیں غدر کے واقعات سناتے تو ہم غدر کے زمانے کو بہت دُور دراز کا زمانہ خیال کرتے تھے۔ حالانکہ سنانے والے کے نزدیک وہ کل کی سی بات ہوتی تھی۔

اب ہم اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر کہہ سکتے ہیں کہ فی الواقعہ سال و ماہ کا گذرنا ایک وہم ہے۔ زمانہ نہیں بدلتا بلکہ ہم خود بدلتے ہیں۔ اور ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔ اس لئے یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ زمانہ بدل گیا۔ حضرت مسیح موعودؑ کا آخری زمانہ اور آپ کی وفات کے واقعات میں نے اپنی آنکھ سے دیکھے ہیں۔ آج حضور کی وفات پر اکتیس سال اور تحریر وصیت پر ساڑھے تینتیس سال گذر چکے ہیں لیکن مجھے قطعاً یقین نہیں آتا کہ فی الواقعہ اتنی مدت گذر چکی ہے میرے نزدیک وہ بالکل کل کی سی بات ہے۔

اپریل ۱۹۰۸ء کا آخری عشرہ تھا۔ کہ حضرت اَقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قادیان سے لاہور جانے کا عزم فرمایا۔ اس سفر کیلئے یہ تقریب پیش آئی کہ حضرت اُمّ المؤمنین کی طبیعت ناساز تھی۔ اور وہ بار بار لاہور جانے اور وہاں جا کر تبدیلی آب و ہوا کے ذریعہ صحت یاب ہونے پر زور دیتی تھیں۔

حضرت اقدسؑ کو چونکہ اس سے پہلے اپنی وفات کے متعلق اطلاعیں مل چکی تھیں۔ اس لئے حضورؑ قدرتاً سفر سے باز رہنے کی کوشش کرتے تھے۔ میں ان دنوں قادیان میں ہی تھا۔ کیونکہ 1907ء میں بمعہ اپنے خویش واَقارب کے ہجرت کر کے قادیان آ رہا تھا۔ ایک دن سر شام ہی اطلاع ملی کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے لاہور جانے کا عزم فرمایا ہے۔ اس لئے ایک دو چھکڑے اور ایک آدھ بیلی اور شاید ایک دو یکے بھی شام ہی کو بٹالہ جانے کیلئے تیار کھڑے پائے گئے۔ حضورؑ نے فجر کے وقت روانہ ہونا تھا۔ میں اور دوسرے کئی احمدی تھوڑی رات رہے جبکہ لوگ تہجد کی نماز میں مشغول تھے۔ لوگ اپنے اپنے گھروں سے نکل کر احمدی بازار میں آئے۔ تا کہ حضرت اقدسؑ کی روانگی کے وقت کوئی خدمت بجا لائیں جب ہم مسجد مبارک کے قریب آئے۔ تو کسی نے بتایا۔ کہ حضرت اقدس نے اپنا سفر ملتوی کر دیا ہے۔ کیونکہ آپ کو یہ الہام آج شب کو ہوا ہے:

مباش ایمن از بازیٔ رُوزگار۔ (تذکرہ ۶۳۸)

ترجمہ: زمانے کے کھیل سے بے خوف نہ رہ۔ چنانچہ آپ خائف ہوئے اور اس روز سفر کو ملتوی کر دیا۔ ایک دو روز کے بعد حضرت اُمّ المومنین نے پھر لاہور جانے پر زور دیا تو آپ خدا کا نام لے کر چل ہی پڑے۔ اپنے ہاتھ سے مکان کو تالا لگایا۔ اور تمام اہل بیت کے ہمراہ عازم سفر ہوئے اور بٹالہ پہنچ گئے۔ بٹالہ جا کر آپ نے فرمایا کہ چند روز بٹالہ ہی میں قیام کرتے ہیں۔ لاہور جانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ لیکن چونکہ حضرت ام المومنینؓ کی خاطر منظور تھی۔ لہٰذا لاہور کو روانہ ہو گئے۔ اور اُسی روز وہاں بخیر و عافیت پہنچ گئے۔

میں نے اس سال ٹرینگ کالج لاہور میں داخل ہونا تھا۔ چنانچہ ماہ مئی کے نصف کے قریب میں وہاں پہنچ گیا اس طرح مجھے غالباً دو ہفتے تک لاہور میں

رہنے اور حضرت اقدس کے آخری حالات اور واردات کو بچشم خود دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور میں احمدیہ بلڈنگز میں خواجہ کمال الدینؒ صاحب مرحوم کے مکان پر فروکش ہوا تھا۔ حضرت اقدس کی تشریف آوری لاہور کی تقریب سے سینکڑوں احمدی اَحباب دور ونزدیک سے آکر دِن رات احمدیہ بلڈنگز میں ڈیرے ڈالے پڑے رہتے تھے۔ رات کو احمدیہ بلڈنگز کے وسیع میدان میں گھاس پر چٹایاں بچھا کر سورہتے تھے۔ حضورؑ حسب معمول دن کے وقت نمازوں میں باہر تشریف لایا کرتے تھے۔ خدام اور زائرین کا ان اوقات میں جمگھٹا ہوتا تھا۔ سائل اپنے سوالوں کا جواب تسلی بخش پاتے تھے اور دیدار کے بھوکے حضورؑ کے روشن چہرہ ہی کو دیکھ کر سیراب ہوجاتے۔ حضرت مفتی محمد صادقؓ صاحب ان دنوں اخبار بدر کے ایڈیٹر تھے۔ ان کو حضرت اقدسؑ نے لاہور میں بلوا کر حکم دیا تھا کہ حضور کے قیام لاہور تک اخبار 'بدر' لاہور ہی سے شائع ہوا کرے۔ چنانچہ حضورؑ کی ڈائری اور تازہ الہامات لاہور ہی سے بذریعہ اخبار خریداروں کی خدمت میں ارسال ہوا کیے۔

غالباً 19 یا 20 مئی کو حضور پرانے مرض اسہال سے بیمار ہوئے اور دو تین دن صاحب فراش رہے۔ 22 مئی کو جمعہ کا روز تھا۔ حضورؑ کو افاقہ ہوگیا اور حضورؑ جمعہ کی نماز میں شریک ہوئے۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ نے خطبہ دیا نماز جمعہ سے فارغ ہوکر حضورؑ اپنی قیام گاہ کی طرف تشریف لے جارہے تھے کہ میں نے اور صوفی غلام محمد صاحب بی۔اے نے لپک کر گلی کے اندر حضورؑ سے مصافحہ کیا۔ میں نے حضورؑ کے چہرہ کو دیکھا تو گلاب کے پھول کی طرح کِھلا ہوا پایا۔ بیماری کی کوئی علامت نہ تھی۔ اس سے اگلے دن حضورؑ نے شہر کے بعض ہندو شرفاء کی درخواست پر ایک لیکچر لکھنا شروع کیا۔ جس کا عنوان ''پیغام صلح'' تجویز ہوا تھا۔ ایک کاتب نے ساتھ کے ساتھ کتابت بھی شروع کر رکھی تھی۔ اس لیکچر کا موضوع ''ہندو مسلم اتحاد'' تھا اور آپ کی وفات کے بعد چھپ گیا تھا۔ اس میں ''ہندو مسلم اتحاد'' کا جو بنیادی اصل قائم کیا گیا ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے۔

باوجود اس وقتی صحت یابی کے حضورؑ ہر وقت سفر آخرت کے لئے تیار نظر آتے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ حضور کو پچھلے دو سالوں میں پے در پے خبریں اپنی وفات کی ملتی رہی تھیں۔ اور اَب دوران قیام لاہور میں ذیل کے تازہ الہامات ہوئے تھے:

(1) مکن تکیہ بر عمر ناپائدار (ناپائیدار عمر پر بھروسہ مت کر) (تذکرہ ۶۴۰)

(2) مت ڈرو مومنو (تذکرہ ۶۳۹)

(3) خوشیاں منائیں گے۔ (تذکرہ ۶۳۰)

یہ الہام میرے سامنے اخبار بدر میں چھپ کر شائع ہوئے۔ اس سے قریباً ایک ماہ پیشتر جبکہ آپ لاہور جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ اس وقت بھی آپ کو اَلرَّحِیْلُ ثُمَّ الرَّحِیْلُ (تذکرہ ۹ مئی ۱۹۰۸) کا الہام ہوا تھا۔ لیکن اکثر نے اس وقت یہ خیال کیا کہ حضورؑ کوئی سفر کریں گے۔ سفر آخرت کا خیال شاید ہی کسی کو آیا ہو۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ نماز عصر کے بعد حسب معمول آپ مصلّٰے پر بیٹھے تھے۔ احباب کا ایک گروہ جھرمٹ ڈالے اِرد گرد بیٹھا ہوا تھا۔ خواجہ کمال الدین صاحب بھی موجود تھے۔ پیغام صلح کا مضمون کاتب لکھ رہا تھا اور خواجہ صاحب اپنی نگرانی میں اسے لکھوا رہے تھے۔ حضورؑ نے پوچھا کہ خواجہ صاحب! مضمون کا کیا حال ہے؟ خواجہ صاحب نے کہا کہ حضورؑ کاتب لکھ رہا ہے۔ حضورؑ نے فرمایا کہ خواجہ صاحب جلدی کیجئے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہماری صحت کا کیا حال ہے؟

یہ مضمون ایک جلسہ عام میں پڑھا جانا تھا۔ 25 مئی کو آپ اپنا مضمون ختم کر چکے تھے۔ شام کے وقت غروب آفتاب کے بعد حسب معمول ہوا خوری کو جانے لگے۔ تو فرمایا کہ '' آج ہم اپنا کام ختم کر چکے ہیں۔'' فی الواقعہ آپ کا آخری کام ہی ثابت ہوا۔ یہ کہہ کر مستورات اہل بیت کی معیت میں بند گاڑی میں بیٹھ کر ہوا خواری کو حسب معمول تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپس آکر کھانے پر بیٹھے۔ حضرت خلیفہ ثانی مرزا محمود احمد سلمہ اللہؓ کی روایت ہے کہ حضورؑ نے چند لقمے کھائے تھے کہ جائے ضرور میں جانے کی حاجت محسوس ہوئی آپ فوراً کھانے سے ہاتھ اُٹھا کر جائے حاجت میں چلے گئے۔ وہاں سے لوٹ کر بستر پر دراز ہوگئے۔ تھوڑے وقفے کے بعد پھر حاجت ہوئی اور اَسہال آنے لگے۔ گویا وہی مرض جس میں حضورؑ ہفتہ گذشتہ میں مبتلا ہوئے تھے۔ تین دن کے وقفہ کے بعد عود کر آیا۔ جماعت کے لوگوں میں کھلبلی مچ گئی۔ سب مضطرب الحال تھے۔ مگر اس بات کا غالباً کسی کو بھی یقین نہ تھا کہ حضورؑ اگلی صبح کو

داغِ مفارقت دے جائیں گے۔ آدھی رات کے وقت اکثر جماعت کے لوگ اُٹھ کر نماز تہجد میں مصروف ہو گئے۔ میں نے بھی نماز تہجد پڑھی۔ اور دو نفل خاص حضورؒ کی صحت کی دعا کے لئے پڑھے۔ اس وقت میر محمد اسحٰق صاحب اتفاقاً باہر آئے۔ تو میں نے ان سے حضورؒ کی طبیعت کا حال پوچھا۔ اُنہوں نے کہا۔ کہ حضورؒ کو دست آتے رہے ہیں۔ میں نے پوچھا۔ کیا کوئی قے بھی آئی ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہاں قے بھی آئی ہے۔ سحری کے وقت یعنی نماز فجر کی اَذان سے ذرا پہلے سید محمد احسن صاحب امروہی باہر تشریف لائے۔ میں نے اُن سے حضورؒ کا حال پوچھا۔ اُنہوں نے کہا کہ تکلیف بہت ہے اور حضورؒ نے کچھ وصیت بھی کی ہے۔ یہ ان کا خیال صحیح نہ تھا۔ وصیت تو حضورؒ ڈھائی سال پہلے ہی کر چکے تھے۔ بات یہ تھی کہ حضورؒ سے بوجہ انتہائی ضعف بولا نہیں جاتا تھا۔ اس لئے حضورؒ نے کاغذ پر لکھ کر بتایا جو الفاظ حضورؒ نے کاغذ پر لکھے وہ یہ تھے:

"تکلیف یہ ہے کہ بولا نہیں جاتا۔ دوا دی جائے۔"

یہ الفاظ سوائے ایک شخص یعنی میر مہدی حسین صاحب کے اور کسی سے پڑھے نہیں جاتے تھے۔ میر صاحب نے پڑھ کر بتایا۔ کہ یہ فقرہ لکھا ہے۔

بہت سے خدّام خدمت میں حاضر تھے۔ ہر دو ڈاکٹر صاحبان یعنی ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ مرحوم اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ مرحوم۔ سید محمد احسن صاحب خواجہ صاحب و حضرت خلیفہ اوّل و حضرت خلیفہ ثانی وغیرہ ہم تمام شب خدمت میں حاضر رہے۔ کوئی سائیکل پر دوڑا جا رہا ہے۔ کوئی بھاگم بھاگ نہر سے احمدیہ بلڈنگ کو آ رہا ہے۔ اتنے میں فجر ہو گئی ہے اور جب حضورؒ نے پلنگ پوش پر ہاتھ مار کر تیمم کیا۔ اور لیٹے لیٹے نماز پڑھی۔ اس کے بعد تکلیف بڑھتی چلی گئی۔ مجھے اسی روز ہیڈ ماسٹر صاحب تعلیم الاسلام ہائی سکول نے قادیان بلایا تھا۔ اس لئے مجبوراً ۹ بجے دن کے قریب میں احمدیہ بلڈنگز سے روانہ ہو کر ریلوے سٹیشن پر پہنچ گیا۔ دس بجے گاڑی میں سوار ہو گیا۔ اُدھر ٹھیک دس بجے حضورؒ کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

حضورؒ کی وفات کے بعد فوراً جماعتوں کے سیکرٹریوں یا پریزیڈنٹوں (صدور) کے نام، گورنمنٹ آف پنجاب اور انڈیا کے نام، مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کے نام، قادیان میں مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے کے نام تاریں ارسال کی گئیں۔ قادیان میں تار خبر شام پانچ بجے کے قریب پہنچی۔ میں بھی لاہور سے چار بجے کے قریب قادیان پہنچ گیا تھا۔ ان دنوں بٹالہ سے قادیان تک بذریعہ کچی سڑک کے جواب تک موجود ہے یکوں میں بیٹھ کر سفر کرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ بٹالہ پہنچ کر میں نے یکہ لیا۔ میرا ہمسفر اس روز اتفاقاً لالہ شرمپت تھا۔ جو قادیان کا باشندہ اور حضرت اقدسؑ کی بہت سی پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا چشم دید گواہ تھا۔ اُنہوں نے مجھ سے حضرت صاحب کا حال دریافت کیا۔ میں نے کہا کہ میں حضورؒ کو بہت تکلیف کی حالت میں چھوڑ کر چلا تھا۔ اُنہوں نے کہا کہ وہ بیمار تو پہلے بھی رہتے ہیں۔ میں نے کہا آج زیادہ بیمار تھے اور ایمان کی بات تو یہ ہے کہ مجھے بوجہ فرطِ محبت کے یہ یقین ہرگز نہ تھا کہ حضورؒ ضرور بالضرور آج ہی فوت ہو جائیں گے۔ اس لئے میں نے بجز مولوی محمد علی صاحب کے اور کسی کے پاس فوراً اس کا ذکر کرنا مناسب نہ سمجھا۔ لیکن ایک گھنٹہ شاید گذرا ہو گا کہ حضورؒ کی وفات کی خبر قادیان میں پہنچ گئی۔ تمام قادیان شام کے وقت اسی طرح اندوہ گیں بنا ہوا تھا جس طرح صبح کے دس بجے احمدیہ بلڈنگز کی عمارت اندوہ گیں بنی ہوئی تھی۔

قادیان میں جب حضورؒ کی وفات کی تار پہنچی۔ تو لوگوں کو یقین نہ آیا کہ یہ خبر سچی ہے۔ بلکہ شُبہ گذرا کہ شاید کسی دشمن نے تار دی ہو۔ اتنے میں جناب مولوی محمد علی صاحب نے شیخ یعقوب علی صاحب سے کہا کہ گوہر صاحب (یہ خاکسار) ابھی ابھی لاہور سے آئے ہیں اُن سے پوچھنا چاہیئے۔ نماز مغرب کا وقت قریب تھا۔ تمام مسجد نمازیوں سے بھری ہوئی تھی میں بھی مسجد میں پہنچا۔ میں نے حضورؒ کی شدید علالت کا حال کھول کر بیان کیا اور جو الہامات حضور کو دو تین روز پیشتر ہوئے تھے۔ وہ بھی سنائے۔ تب لوگوں کو یقین آیا کہ تار کی خبر سچی ہے۔ اور فی الواقعہ حضورؒ رحلت فرما گئے ہیں۔

ادھر لاہور میں جب حضورؒ کی وفات ہوئی۔ تو دِن کے دَس بجے کا وقت تھا۔ حضورؒ کو غسل اور کفن دیا گیا۔ حضورؒ کی وفات کی خبر سارے شہر میں بجلی کی طرح پھیل گئی تھی۔ جماعت کے لوگ دُور دَراز ملکوں سے آ آ کر جمع ہوتے گئے۔ ظہر کے وقت نماز جنازہ پڑھی گئی۔ اور حضورؒ کے جسد مبارک کو ایک تابوت میں رکھ کر اِردگرد برف کے ڈلے احتیاطاً رکھے گئے۔ کیونکہ گرمی کا موسم تھا۔ ان دنوں

ایک گاڑی ا بجے رات کے بٹالہ پہنچا کرتی تھی۔ اُس گاڑی میں حضور کی نعش مبارک بٹالہ لائی گئی۔ گاڑی کے ہمراہ بہت سے اُصحاب تھے۔ لاہور میں حضورؑ کی وفات پر مسلمانوں کے ایک گروہ نے یہودی مولویوں کے اِیماء سے جو شرمناک مظاہرہ (ا) پیش کیا۔ وہ ان لوگوں کی روحانی اور اخلاقی موت پر گواہ ٹھہر گیا۔ ان لوگوں کو اتنی جرأت تو نہ ہوئی کہ حضورؑ کی نعش کے قریب آ کر پھٹکیں۔ اور آج سے انیس سو برس پیشتر کے یہودیوں کی طرح مسیح وقت کی بے حرمتی پر قادر ہو سکیں۔ لیکن اس میں شک نہیں۔ کہ ان لوگوں نے ایک انوکھی کرتوت کر کے دنیا جہان کو دکھا دیا کہ وہ اپنے بھائیوں یعنی مسیح ناصری کے وقت کے یہودیوں سے کسی طرح رتبہ میں کم نہیں

اگر خدا کا فضل مسیح محمدی کے ساتھ شامل نہ ہوتا تو وہ ضرور اسی طرح کے کام کر کے دکھا دیتے۔ جو اصل یہودیوں نے یروشلم کے شہر میں کئے تھے۔ بلاشبہ ان کی نیّت وہی ہوگی۔ جو آج سے 1900 برس پیشتر کے یہودیوں کی تھی۔ اور چونکہ اعمال کا بدلہ نیّتوں پر موقوف ہے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتُ۔ اس لئے ہم بلاخوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ یہ لوگ حشر کے روز اپنے اس عمل کا بدلہ اسی رنگ میں پائیں گے جس رنگ میں مسیح ناصری کے دشمن۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ (سورۃ التّوبۃ 120)

ادھر جب قادیان میں حضورؑ کی وفات کی خبر پہنچی۔ تو عشاء کی نماز کے بعد بے شمار اُصحاب جن میں عاجز راقم بھی شامل تھا۔ پیدل یلغار کرتے ہوئے قادیان سے روانہ ہوئے۔ اور رات وہاں پہنچ گئے۔ صبح کی نماز بٹالہ میں باجماعت پڑھی گئی۔ اس کے بعد یہ تجویز پاس ہوئی کہ حضورؑ کی نعش مبارک کو چارپائی پر رکھ کر مخلصین جماعت ہاتھوں ہاتھ قادیان پہنچا دیں۔ چنانچہ اسی طریق پر سلسلے کے نوجوانوں نے جن میں خاکسار بھی شامل تھا، حضورؑ کی نعش مبارک کو نہایت امن اور آرام کے ساتھ نو بجے کے قریب قادیان پہنچا دیا۔ حضورؑ کی نعش حضورؑ کی بارہ دری میں لے جا کر رکھ گئی۔ جو مقبرہ بہشتی کے ساتھ ملحق ہے۔ مرزا سلطان احمد صاحب کے آموں کے باغ میں حضرت خلیفہ اوّل نورالدّین اعظم نے جو قبل ازیں منصب خلافت کے لئے صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے منتخب ہو چکے تھے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور عصر کے وقت حضورؑ کی نعش مبارک بہشتی مقبرہ میں دفن کی گئی۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

لاہور میں حضورؑ کا قریباً ایک ماہ قیام رہا۔ اس عرصہ میں جو اہم واقعات پیش آئے۔ ناظرین کے استفادہ کے لئے درج ذیل کئے جاتے ہیں:۔

اکابر ہنود اور مسلمین سے ملاقاتیں

مسلمانوں میں سر میاں فضل حسین صاحب مرحوم ایک خاص غرض لے کر حضورؑ کی ملاقات کو آئے۔ اور حضورؑ سے استدعا کی کہ حضورؑ اور حضورؑ کی جماعت عام مسلمانوں کو کافر کے لقب سے یاد نہ کریں۔ حضورؑ نے فرمایا۔ کہ اس بارہ میں ہم نے پہل نہیں کی۔ بلکہ اوّل مسلمان مولویوں نے مجھے کافر ٹھہرایا۔ اب حدیث کی رُو سے ہمارا حق ہے کہ ہم انہیں کافر قرار دیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر دوسرے مسلمان آپ کو کافر کہتے ہیں تو کہیں۔ مگر آپ نہ کہیں۔ حضورؑ نے فرمایا کہ یہ بات تو شرع شریف کے خلاف ہے۔ یہ ہم سے نہیں ہو سکتا۔
(ملخّص بالفاظ خود)

جلسہ دعوت

حضور نے شہر کے اکابر مسلمین کو جن میں شہزادہ محمد ابراہیم بھی شامل تھے، دعوت دی۔ اس دعوت کا اہتمام خواجہ کمال الدین صاحب۔ شیخ رحمت اللہ صاحب وغیرہ کے سپرد تھا۔ جب تمام معززین جمع ہو گئے۔ تو حضورؑ نے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تک ایک موثر تقریر فرمائی۔ جس میں مختلف اسلامی مسائل پر روشنی ڈالی۔ پردہ کی ضرورت پر بھی زور دیا اور مسئلہ نبوّت اور مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ پر بھی بحث کی۔ حضورؑ نے فرمایا۔ کہ جس مذہب کی پیروی سے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا شرف اس کے متبعین کو حاصل نہ ہو۔ وہ مذہب مردہ ہے۔ اسی طرح خدا جس طرح پہلے زمانوں میں انسان کو مقام نبوت تک پہنچاتا تھا۔ کیا نعوذ باللہ اب وہ مر گیا ہے کہ اب نبی نہیں بنا سکتا لیکن اس کے ساتھ ہی حضورؑ نے ختم نبوّت کی بھی وضاحت فرما دی کہ اب کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا اتنے میں کھانے کا وقت ہو گیا تھا۔ حضورؑ نے سامعین سے پوچھا کہ کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔ اگر آپ کہیں تو تقریر جاری رکھوں۔ نہیں تو تقریر بند کر دوں۔ اس پر حاضرین نے کہا کہ جسمانی غذا تو ہر روز کھاتے ہی ہیں۔ روحانی غذا تو کبھی کبھی ملتی ہے۔ لہٰذا حضورؑ نے اپنی تقریر پھر جاری فرما دی۔

ابناء زمانہ کی عقلوں پر رہ رہ کر افسوس آتا ہے کہ باوجود حضورؑ کی پوری وضاحت کے پھر بھی انکو مسئلہ ختم نبوّت کی سمجھ نہ آئی ۔ کیونکہ تقریر سے دو یوم گذرنے پر اخباروں میں مسئلہ نبوّت پر طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہونے لگیں ۔اخبار عام جس کا ایڈیٹر ایک سناتنی پنڈت تھا۔اُس نے جلسہ دعوت کی تقریر کی بناء پر اپنے اخبار میں یہ رپورٹ شائع کی ۔کہ حضرت مرزا صاحب نے دعویٰ نبوّت سے انکار کر دیا۔لیکن آپ کی وفات پر ایک مسلمان مولوی نے ایک اسلامی اخبار میں یہ بیان دیا کہ چونکہ حضرت مرزا صاحب نے جلسہ دعوت میں یہ گستاخانہ کلام کیا تھا کہ کیا خدا اب مر گیا ہے کہ وہ نبی نہیں بنا سکتا۔اس لئے آپ کو موت نے آ پکڑا۔ان کوڑھ مغزوں کو آج تک یہ سمجھ نہیں آئی کہ حضرت مرزا صاحب نے کبھی بھی اور کسی وقت بھی ایسی مستقل نبوّت کا دعویٰ نہیں فرمایا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوّت سے الگ اور اسے منسوخ کرنے والی ہو یا آپکی نبوّت نبی کریم کی نبوّت تھی۔اور آپ کا دعویٰ نبوّت نبی کریم کے نام پر تھا۔

مضمون لمبا ہوتا جاتا ہے۔اور قابل بیان باتیں بہت ہیں۔لہذا ایک دو ضروری اُمور بیان کر کے میں اپنا بیان ختم کردوں گا۔

مئی 1908ء کا نصف آخر تھا۔مولوی ابراہیم سیالکوٹی جو اہل حدیث ہیں۔ انہوں نے وفات مسیح کے بوسیدہ مضمون سے متعلق مباحثہ کرنا چاہا اور اس بارہ میں حضورؑ سے خط و کتابت شروع کی ۔حضورؑ نے مولوی محمد احسن صاحب کو ان کے ساتھ خط و کتابت کرنے کا حکم دیا۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولوی محمد احسن صاحب کے جواب ہی نے سیالکوٹی اہل حدیث کو خاموش کر دیا اور وہ آگے نہ چل سکے۔انہی ایام میں مولویوں نے اپنا سکہ عوام کے دلوں پر جمانے کیلئے ایک تدبیر نکالی۔عصر کی نماز کے بعد اسلامیہ کالج کی زمین میں وہ اپنا اڈا جماتے تھے۔یہ زمین اسلامیہ کالج کی Play Ground سے جانب غرب لبِ سڑک واقع تھی اور اس میں کسی شخص کا لکڑی کا ٹال بھی تھا۔ایک دو لکڑی کے تخت جوڑ کر سٹیج بنایا جاتا تھا جس پر کھڑے ہو کر مولوی اور سجادہ نشین باری باری حضورؑ کی مخالفت میں تقریریں کیا کرتے تھے۔ان مخالفین میں مولوی جعفر زٹلی ۔ مولوی روحی پروفیسر عربی اسلامیہ کالج ۔ جماعت علی شاہ جن کو پنجابی پیریا پنجابیوں کا پیر ہونے کا دعویٰ تھا اور شاید اب بھی ہے۔مولوی ابراہیم سیالکوٹی اور اسی نوع کے دو ایک اور مدعیانِ علم و فضل تھے۔یہ لوگ اپنے مُنہ کی پھونکوں سے نور اللہ کو بجھانا چاہتے تھے۔اور رسول کریم ﷺ کے باغ کے ایک سرسبز اور پھلدار درخت کو کاٹنا چاہتے تھے۔ان سے بڑھ کر ظالم اور کوڑھ مغز کون ہوسکتا تھا۔ہم لوگ بھی اس اکھاڑے کو دیکھنے جاتے۔یہ لوگ فخر سے مونچھوں پر تاؤ دیکر سر میدان للکارتے اور شیخی بگھارتے تھے۔کوئی حضورؑ کی کتب میں صرف و نحو کی غلطیاں نکالتا،کوئی مباحثہ کا چیلنج دیتا،کوئی معراج کا مسئلہ بیان کر کے عوام النّاس کو مخاطب کرتا اور کہتا کہ دیکھو مرزا رسول کریم ﷺ کے جسمانی معراج کا منکر ہے۔اور ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ معراج کے معاملہ میں مَیں خود صاحب تجربہ ہوں۔اس پر جہلا جو لبِ سڑک قطار باندھے کھڑے ہوتے تھے وہ توبہ توبہ پکار اُٹھتے ۔غرضیکہ اسی قسم کی غلط بیانیاں کر کر کے ہر روز راہ گذروں اور لبِ سڑک کھڑے ہونے والے جاہلوں کو یہ لوگ سلسلہ احمدیہ سے بدظن کرتے ۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یزیدی فوجوں نے حضرت امام حسینؓ کے خیمہ کو گھیر رکھا ہے اور چاہتے ہیں کہ امام الزمّان اُن کی مونہہ کی پھونکوں اور اُن کی تعلّیوں سے گھبرا کر ہتھیار ڈال دیں۔مگر یہ بات تو کربلا کے میدان میں بھی یزیدیوں کو نصیب نہ ہوئی تھی۔جبکہ حضرت امام حسینؓ کے ہمراہ صرف 72 آدمی تھے اور یہاں تو خدا کے فضل سے علاوہ ہزار ہا جانباز سپاہیوں کے جو حضرت امام الزمّان کے ہمراہ تھے۔ملائکہ کی فوجیں بہر امداد موجود تھیں۔پس ایسے میدان میں ان یزیدیوں کی کیا دال گلتی ؟ ہر روز بکواس بک بک کر اپنا نامہ اعمال سیاہ کراتے اور شام کو اپنا سامُنہ لے کر گھروں کو چلے جاتے تھے۔اور بجائے کسی برکت کے حصول کے چند ہزار لعنتیں ان کے حصے میں آجاتی تھیں۔

انہی دنوں میں جبکہ حضورؑ لاہور میں مقیم تھے۔یا اس سے کچھ پیشتر ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی مُرتد نے حضورؑ کی وفات کے متعلق ایک الہام شائع کیا تھا۔ کہ 4 ساون تک مرزا فوت ہوجائے گا۔

حضورؑ تو خود ہی اپنی وفات کی خبریں وقتاً فوقتاً بذریعہ الہام شائع کر رہے تھے۔شیطان نے موقعہ پا کر ڈاکٹر عبدالحکیم کے ذہن میں ایک آواز ڈالی۔اور استراق السمع کے ذریعہ مندرجہ بالا الہام ڈاکٹر مذکور کو سنایا۔اب یہ کیسا نازک

وقت تھا۔ادھر اللہ تعالیٰ دوسری طرف شیطان ڈاکٹر مذکور کو کہتا ہے کہ تم اشتہار دے دو کہ مرزا 4 ساون تک فوت ہو جائے گا۔ چنانچہ ڈاکٹر مذکورہ نے ایسا ہی کیا۔لیکن خدا تعالیٰ نے چونکہ صادق اور کاذب میں فرق کر کے دکھلانا تھا۔اس لئے شیطان نے چندروز کے بعد ڈاکٹر مذکور کو کہا کہ اب تم پہلے الہام میں تھوڑی سی ترمیم کر کے اشتہار دو کہ مرزا 4 ساون کو فوت ہو جائے گا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ 4 ساون ماہ جولائی 1908ء کی کوئی تاریخ تھی۔لیکن حضرت اقدس اپنے رحمانی الہام کے مطابق اور ڈاکٹر مذکور کی ناک کاٹنے کے لئے 26 مئی 1908ء کو فوت ہو گئے۔ پس ڈاکٹر مرتد کو اس کے اپنے ہی الہام نے جھوٹا ثابت کر دیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالك

خاتمہ

میں شروع میں بیان کر چکا ہوں کہ چونکہ حضرت اقدس مسیح موعود کو اپنی قریبی وفات کے متعلق بہت سے الہامات اور کشوف ہو چکے تھے۔لہذا آپ قدرتاً ایسے وقت میں کسی سفر کے خواہشمند نہ ہو سکتے تھے۔لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ آپ کی وفات ایک مجاہد فی سبیل اللہ کی وفات ہو اور آپ دشمنوں کے مقابلہ میں لڑتے لڑتے اسلام کی راہ میں شہید ہوں تا کہ نبوت کے ساتھ آپ کو شہادتِ کُبریٰ کا درجہ بھی حاصل ہو جائے اگر آپ ماہ اپریل 1908ء میں عازمِ لاہور نہ ہوتے تو اُن تجلّیاتِ الٰہیہ کا ظہور کیسے ہوتا جو آپ کے قیام لاہور کے دوران میں ظہور پذیر ہوئیں مسئلہ النبوّت فی الاسلام، ختم نبوّت ،کفر واسلام، غیر احمدی کا جنازہ اور ہندو مسلم اتحاد کے دوٹوک فیصلے کیونکر صادر ہوتے اور سب سے بڑھ کر یہ بات کیونکر معلوم ہوتی کہ لاہور شہر میں ایسے اوباش بھی ہیں جو خدا کے فرستادوں کی نعشوں پر پتھر پھینک کر کسی وقت سارے شہر کی ہلاکت اور بربادی کا موجب ہو سکتے ہیں۔

(الحکم 28 مئی، 7 جون 1939)

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

❁❁❁❁❁❁❁❁

❁❁❁❁❁❁



غزل

اطہر حفیظ فراز

خدا کے پیاروں سے اس کی رحمت نہ چھن سکی ہے، نہ چھن سکے گی
ہماری اس سے دلی محبت نہ چھن سکی ہے، نہ چھن سکے گی

اسی خدا نے پرند بھیجے، جو کنکروں کو گرا رہے تھے
خدا تعالی کی خاص نصرت نہ چھن سکی ہے، نہ چھن سکے گی

تمہارے چہرے ڈراؤنے ہیں، تمہارے مقصد گھناؤنے ہیں
مگر ہماری بلند ہمت نہ چھن سکی ہے، نہ چھن سکے گی

اگر گراؤ گے مسجدوں کو، تو کھنڈروں میں پڑھیں نمازیں
خدا کے بندوں سے اس کی قربت نہ چھن سکی ہے، نہ چھن سکے گی

اگر یہ نام و نشاں مٹانے کے فیصلے تم کئے ہوئے ہو
تو جان لو کہ ہماری شہرت نہ چھن سکی ہے، نہ چھن سکے گی

ہمیں نے دنیا میں دین احمد کا نام روشن کیا ہوا ہے
ہماری کوشش، ہماری قسمت نہ چھن سکی ہے، نہ چھن سکے گی

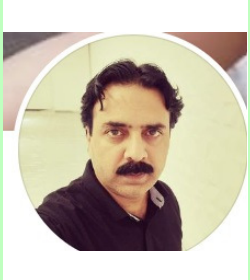
ہمیں نے صبر و قرار سے ہی خدا کی مرضی کو پا لیا ہے
سوا صدی سے ہماری فطرت نہ چھن سکی ہے، نہ چھن سکے گی

تمہیں نے کانٹے بچھادئے تھے،تمہیں نے پہرے بڑھادئے تھے
ہمارے سر سے خدا کی نعمت نہ چھن سکی ہے، نہ چھن سکے گی

ہمیں خلافت کی رہبری میں جو لعل موتی ملے ہوئے ہیں
یہ بیش قیمت ہے ایک دولت، نہ چھن سکی ہے، نہ چھن سکے گی

فراز!! ہم نے کئے ہیں وعدے کہ جان تک سب ہی وار دیں گے
ہماری الفت، ہماری چاہت نہ چھن سکی ہے، نہ چھن سکے گی

❁❁❁❁❁❁❁❁



مولانا فضل الرحمن کے دل کا چرچا

عدنان عادل (بشکریہ ہم سب)

ان دنوں لاہور میں حکومتِ پنجاب کے مہمان مولانا فضل الرحمن کے دل کا چرچا ہے۔

مولانا جمعیت علمائے اسلام کے سربراہ اور قومی اسمبلی میں قائد حزب اختلاف ہیں۔ وہ لاہور میں سات کلب روڈ پر رہائش پذیر ہوئے جو کبھی وزیراعلیٰ پنجاب کی سرکاری قیام گاہ اور مرکزی دفتر تھا۔

اب وزیراعلیٰ کا دفتر آٹھ کلب روڈ پر منتقل ہو چکا ہے۔ سات کلب روڈ پر وزیراعلیٰ کا مددگار سٹاف بیٹھتا ہے اور اس کے کمرے مہمان خانے کا کام دیتے ہیں۔

یکم فروری کو لاہور کے ایک مہنگے نجی طبی ادارے ڈاکٹرز ہسپتال میں مولانا کے دل کا معائنہ ہوا تو پتہ چلا کہ ان کے دل کی ایک شریان بند ہے۔

اسی شہر میں حکومت کے تحت چلنے والا پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی بھی ہے جہاں عوام الناس کے دل کا علاج ہوتا ہے۔

وزیراعلیٰ پنجاب پرویز الٰہی کے ذاتی دوست اور معالج ڈاکٹر مبشر احمد کو امریکہ سے بلوایا گیا کہ وہ مولانا کے دل کی ڈاکٹرز ہسپتال میں انجیو پلاسٹی کریں۔ انہوں نے کامیابی سے مولانا کے دل میں سٹنٹ ڈالے۔

سابق صدر فاروق لغاری، سینٹ میں قائد ایوان وسیم سجاد اور چیئرمین سینٹ میاں محمد سومرو کے ساتھ ساتھ وزیراعلی پنجاب پرویز الٰہی بھی مولانا کی عیادت کے لیے ہسپتال گئے۔

پرویز الٰہی نے مولانا سے بے تکلف باتیں کیں۔ عینی شاہدین کا کہنا ہے کہ وزیراعلیٰ پنجاب نے مولانا کے دل کی سرجری کے بعد ان سے کہا کہ 'اب آپ کٹے کھانے چھوڑ دیں'۔ پنجاب میں نوجوان بھینسے کو کٹا کہتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ وزیراعلیٰ نے جو مولانا فضل الرحمن کو ہسپتال کے نیلے کپڑے پہنے دیکھا تو جملہ کسا کہ اپوزیشن ایک یونیفارم پر اعتراض کرتی ہے آپ نے دو یونیفارم پہنے ہوئے ہیں اور دونوں سیاسی رہنما کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

عیادت کے بعد پرویز الٰہی نے پریس سے بات کرتے ہوئے کہا کہ مولانا سے ان کے خاندان کے دیرینہ تعلقات ہیں اور جب انہیں معلوم ہوا کہ ان کی طبیعت ناساز ہے اور وہ انجیوگرافی کرانا چاہتے ہیں تو انہوں نے مولانا کو دعوت دی کہ وہ علاج کے لیے لاہور تشریف لائیں۔



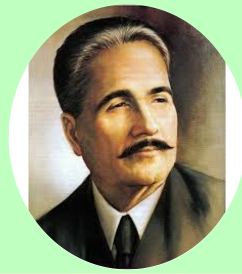
امریکہ سے خصوصی طور پر آنے والے معالج ڈاکٹر مبشر احمد کے سرجری کرنے سے مولانا فضل الرحمن تو ہشاش بشاش ہو گئے لیکن اسی دوران میں سوئے اتفاق سے ڈاکٹر مبشر احمد کے والد چودھری اسلم احمد ڈسکہ میں انتقال کر گئے۔ وصیت کے مطابق ان کی تدفین چناب نگر (ربوہ) میں احمدیہ قبرستان بہشت خضریہ (بہشتی مقبرہ۔ناقل) میں کی گئی۔

مولانا فضل الرحمن کے دل کی سرجری سے یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ وہ بڑے دل کے آدمی ہیں۔

مولانا قائد حزب اختلاف تو ہیں لیکن سرکاری مہمان نوازی سے لطف اندوز ہونا پسند کرتے ہیں۔ وہ ایک ایسی جماعت کے سربراہ ہیں جو احمدیوں کے خلاف مہم چلانے والوں میں پیش پیش ہے لیکن وہ اپنا علاج اسی مسلک سے تعلق رکھنے والے معالج سے کرا سکتے ہیں۔

تمہاری نبضیں ہمارے دم سے جواز ڈھونڈیں گی زندگی کا
کہ لکھنے والے نے لکھ دیا ہے، مریض تم ہو، طبیب ہم ہیں

(بشکریہ۔بی بی سی اردو ڈاٹ کام، لاہور



کیا علامہ اقبال احمدی تھے؟

جمیل احمد بٹ



علامہ اقبال کے مداح اکثر اس سوال کا سامنا کرتے ہیں کہ کیا علامہ احمدی تھے یا کبھی احمدی رہے تھے؟ اس سوال کا کلیتاً مثبت یا منفی جواب حقیقت کو پورے طور پر ظاہر نہیں کرتا۔ کیونکہ علامہ کے استاد محترم ہمیشہ حضرت بانی سلسلہ کے معترف رہے۔ ان کے والد صاحب نے باقاعدہ حضرت بانی سلسلہ کی بیعت کی اور کئی سال احمدی رہے۔ بڑے بھائی پوری زندگی احمدی رہے۔ ان کے بچوں کے گارڈین اور بھتیجے احمدی تھے اور احمدی فوت ہوئے۔ اور علامہ نے خود بھی بیعت کی گو عملاً باقاعدہ احمدی نہ رہے۔

دوسری طرف باوجود باقاعدہ احمدی نہ رہنے کے علامہ نے چار دہائیوں تک جماعت احمدیہ کے ساتھ قریبی تعلق رکھا۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو ہندی مسلمانوں میں سب سے بڑا دینی مفکر قرار دیا۔ احمدی جماعت کو اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ کہا۔ اپنے بیٹے کو تعلیم کے لئے کئی سال قادیان کے اسکول میں داخل کئے رکھا۔ ذاتی معاملہ میں شرعی راہنمائی کے لئے امام جماعت احمدیہ کی طرف رجوع کیا اور ان کے ارشاد پر عمل۔ جماعتی پروگراموں میں شریک ہو کر صدارت اور تقریریں کیں اور جماعت کی تنظیم، اس کی مسلمانوں کی خدمت کی صلاحیت اور اشاعت اسلام کے جوش کا برملا اعتراف اور اظہار کیا۔ اور کئی بار

اپنی نظم و نثر میں وفات مسیح کا اقرار۔ امت میں نئے مسیحا کی ضرورت کو تسلیم اور آں حضرت ﷺ کی بروزی بعثت کے امکان کا اعتراف کر کے احمدی علم کلام کی تائید کرتے رہے۔

اس اجمال کی کسی قدر تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

علامہ اقبال کے بزرگ:

۱۔ استادِ محترم: شمس العلما میر حسن صاحب (متوفی 1929ء) علامہ اقبال کے استاد تھے۔ جنہیں کتاب 'اقبال نامہ' کے مرتب نے 'خضرِ اقبال' لکھا ہے۔ اقبال نے ہمیشہ آپ سے محبت اور احترام کا تعلق رکھا۔ جب انگریز حکومت نے آپ کو سر' کا خطاب دینے کا فیصلہ کیا تو آپ نے اپنے ان استاد کے لئے بھی خطاب کا مطالبہ کیا۔ میر صاحب نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کو آپ کے ایامِ جوانی میں سیالکوٹ میں قیام کے دوران قریب سے دیکھا اور ہمیشہ آپ کے معترف رہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی پاک زندگی کا ذکر کرتے ہوئے 1922ئمیں آپ نے حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب کے سامنے باچشم پرآب یہ اظہار کیا کہ:

'افسوس ہم نے اُن کی قدر نہ کی۔ ان کے کمالات روحانی کو بیان نہیں کر سکتا۔ ان کی زندگی معمولی انسان کی زندگی نہ تھی بلکہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جو اللہ کے خاص بندے ہوتے ہیں اور دنیا میں کبھی کبھی آتے ہیں'۔ (اخبار الحکم قادیان 7 اپریل 1934ء)

۲۔ والد محترم:

علامہ کے والد مکرم نور محمد صاحب نے 92-1891 میں حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی تھی۔

(سیرت المہدی، حصہ سوم ص 249)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ نے اپنی کتاب تحفہ قیصریہ 'مطبوعہ 1897ء میں ان احباب کی ایک فہرست شائع کی جو جلسہ ڈائمنڈ جوبلی قادیان میں شریک ہوئے یا جنہوں نے اس کے لئے چندہ دیا۔ اس فہرست میں 272 نمبر پر آپ کا نام یوں درج ہے:

'شیخ نور محمد صاحب کلاہ ساز سیالکوٹ چندہ ایک روپیہ۔

(روحانی خزائن۔ جلد ۱۲ صفحہ ۳۱۱)

کتاب 'اقبال اور قادیانی' مصنفہ نعیم آسی میں لکھا ہے:

'حضرت علامہ کے گرد و پیش حتیٰ کے اُن کے والد شیخ نور محمد۔۔۔۔ مرزا

غلام احمد سے متاثر تھے بلکہ شیخ نور محمد صاحب نے تو مرزا صاحب کی بیعت بھی کی ہوئی تھی۔

تاہم آپ اس بیعت پر قائم نہ رہ سکے۔ایک دہائی تک احمدی رہنے کے بعد 1902ء میں جب ان کی ایک غیر احمدی بیٹی کے انتقال پر سیالکوٹ جماعت جنازے میں شامل نہ ہوئی تو وہ حضرت مسیح موعودؑ کو یہ پیغام بھجوا کر جماعت سے الگ ہو گئے کہ

'میں عمر رسیدہ ہوں آپ کے ساتھ اس قدر تیز نہیں چل سکتا۔(مظلوم اقبال از شیخ اعجاز احمد ص 185 مطبوعہ شیخ شوکت علی پرنٹرز کراچی۔ 1985)

۳۔والدہ محترمہ:

علامہ اقبال کی والدہ محترمہ اپنے شوہر کے ساتھ ابتدائی احمدی تھیں۔ان کے جماعت سے تعلق کے بارے میں علامہ اقبال کے بھتیجے شیخ اعجاز احمد صاحب نے درج ذیل واقعات روایت کئے ہیں:

۔'پوتے کی خواہش کے تحت اپنے بیٹے شیخ عطاء محمد صاحب سے حضرت مسیح موعودؑ کو دعا کے لئے خط لکھوایا'۔

۔'1899 میں جب پوتا پیدا ہوا تو اسی حوالے سے علامہ اقبال نے اُس کا نام اعجاز احمد رکھا'۔(مظلوم اقبال از شیخ اعجاز احمد ص185)

۔اکتوبر 1904ء میں حضرت مسیح موعودؑ سیالکوٹ تشریف لائے تو باوجود اپنے شوہر کے جماعت سے علیحدہ ہو جانے کے آپ دعا کی غرض سے اپنے اس پوتے کو لے کر حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئیں

۔انہیں ایک بار دردِ گردہ کی تکلیف ہوئی تو علاج کے لئے حضرت خلیفہ المسیح الاول سے رجوع کیا گیا۔

حضرت خلیفہ اول کی اہلیہ ایک بار سیالکوٹ تشریف لائیں تو ان کے پاس ٹھہریں۔

۴۔بڑے بھائی:

شیخ عطا محمد صاحب علامہ اقبال کے بڑے بھائی تھے۔ان سے علامہ کا غیر معمولی تعلق تھا۔جیسا کہ لکھا ہے:

'اقبال نے اپنے بڑے بھائی کے لئے یوسف ثانی۔شمع محفل۔عشق اور اخوت۔قرار جان کے الفاظ استعمال فرمائے۔شیخ عطا محمد کی محبت نے من و تو کے دفتر جلا کر اقبال کی تربیت کی اور انہیں جوان کیا تھا'۔

(اقبال کی ابتدائی زندگی از ڈاکٹر سید محمود حسین۔بحوالہ اقبال اور احمدیت از شیخ عبدالماجد۔لاہور)

۔آپ ابتدائی احمدیوں میں سے تھے۔بلکہ اُن 313 رفقاء میں شامل تھے جن کے نام حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ نے اپنی کتاب انجام آتھم میں درج فرمائے یہ اندراج اس طرح ہے:

'۲۲۴۔شیخ عطا محمد صاحب۔سیالکوٹ'

(روحانی خزائن۔جلد ۱۱۔صفحہ ۳۲۷)۔

۔اس کے علاوہ حضرت بانی سلسلہ نے اپنی کتاب سراجِ منیر میں مہمان خانہ کے چندہ دہندگان کی جو فہرست شائع فرمائی۔اس میں بھی آپ کا نام اس طرح درج ہے:

بابو عطا محمد اوورسیر کمیٹی سیالکوٹ۔(روحانی خزائن جلد 12 ص 87)

۔شیخ صاحب نے 1934ء میں جب خلافت ثانیہ کی بیعت کی تو حضرت خلیفہ المسیح کو ایک خط میں لکھا:

'کمترین حضرت مسیح موعودؑ کے ابتدائی زمانے کا بیعت شدہ ہے۔خدا کے فضل سے اور حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کی برکت سے بیعت پر ثابت قدم ہے بلکہ بعض نشانات نے میرے ایمان کو زیادہ محکم کر دیا ہے'

(اخبار الفضل۔قادیان۔۱۰ اپریل ۱۹۳۴ء)

۔مولانا عبدالمجید سالک نے اپنی کتاب ذکر اقبال' میں لکھا ہے:

'شیخ عطا محمد نے 82 عمر پائی 1940 میں انتقال فرمایا۔۔۔شیخ صاحب احمدی عقائد رکھتے تھے۔(ذکر اقبال ص129)

۔آپ کے بیٹے اور علامہ کے بھتیجے شیخ اعجاز احمد نے 1931 میں باقاعدہ بیعت کی۔اور احمدی ہونے کی حالت میں 2 جنوری 1994 کو وفات پائی اور کراچی کے احمدیہ قبرستان میں تدفین ہوئی۔

خود علامہ اقبال:

علامہ اقبال کے بزرگان کے احمدیت سے تعلق کے ان حقائق کے

ساتھ خود علامہ کی زندگی میں بھی اس تعلق کے واقعات کم نہیں۔ جیسا کے درج ذیل سے ظاہر ہے۔

۱۔فروری 1892ءمیں حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کے سفر سیالکوٹ کے موقع پر جمع ہونے والے زائرین کے اژدھام میں نوجوان اقبال بھی تھے ۔ایک چشم دید راوی نے بیان کیا:

'اس موقع پر اقبال جو مسجد کی ڈیوڑھی کی چھت پر چڑھے بیٹھے تھے مجھے دیکھ کر کہنے لگے دیکھو شمع پر کس طرح پروانے گر رہے ہیں۔'

(کتاب مجدِدِ اعظم جلد اول ص333 از ڈاکٹر بشارت احمد)

۲۔ 1893 میں جب اقبال ابھی ایف اے کے طالب علم تھے۔ انہوں نے 121 اشعار پر مشتمل ایک نظم لکھی ۔ اس نظم میں آپ نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کو آفتاب صدق ' لکھا اور آپ کے ایک بد زبان مخالف مولوی سعداللہ لدھیانوی کو مخاطب کر کے کہا:

ے واہ سعدی دیکھ لی گندہ دہانی آپ کی
خوب ہو گی مہتروں میں قدر دانی آپ کی
قوم عیسائی کے بھائی بن گئے پگڑی بدل
واہ کیا اسلام پر ہے مہربانی آپ کی

(آئینہ حق نما از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صفحہ 107-108 مطبوعہ ستمبر 1912)

۳۔ مارچ 1897ءمیں اقبال چند دوستوں کے ساتھ حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کی زیارت کے لئے قادیان آئے اور اس موقع پر آپ نے باقاعدہ حضرت مرزا صاحبؑ کی بیعت کی۔ اس واقعہ کا ذکر ایک گواہ نے 1953ء کی تحقیقاتی عدالت کے روبرو بھی کیا۔جس کی خبر اخبار میں یوں شائع ہوئی:

'Khawaja Nazir Ahmed also corrected his previous statement by stating that Allama Iqbal did not as previously stated by the witness, take the ba'et in 1893 or 1894 but in 1897 and that the witness had been reminded of this fact by Moulvi Ghulam Mohyuddin Qasuri' (The Pakistan Times, Lahore , November 11, 1953)

ترجمہ: خواجہ نذیر احمد نے اپنے گزشتہ بیان میں تصحیح کرائی ۔اور کہا کہ ان کا پہلا بیان کہ علامہ اقبال نے 1893 یا 1894 میں بیعت کی ،صحیح نہیں۔ بلکہ درست سال 1897ء ہے۔ نیز یہ کہ اس حقیقت کی طرف گواہ کو مولوی غلام محی الدین قصوری نے توجہ دلائی ہے۔

یہ خبر 15 نومبر 1953ء کے اخبار نوائے وقت لاہور میں بھی شائع ہوئی واضح رہے کہ قصوری صاحب یہ تصحیح کرانے کی پوزیشن میں اس لیے تھے کہ وہ ان دوستوں میں شامل تھے جو علامہ اقبال کے ہمراہ قادیان گئے تھے۔ اوراس لئے کہ خود انہوں نے بھی اس موقع پر بیعت کی تھی۔ مارچ 1897 میں لاہور سے قادیان جانے والے اس گروپ میں سے دیگر بیعت کرنے والوں میں حضرت بابو غلام محمد صاحب،مولوی محمد علی صاحب اور چودھری شہاب الدین صاحب (بعد میں سر شہاب الدین) بھی شامل تھے۔

(کتاب لاہور۔تاریخ احمدیت از شیخ عبدالقادر صاحب ص206)

اقبالیات کے ایک ماہر نے لکھا:

'ایک روایت کے بموجب اقبال نے ۔۔۔۔مرزا غلام احمد کے ہاتھ پر بیعت کی تھی' ۔(کتاب اقبال اور احمدیت مصنفہ بشیر احمد ڈار ص 23)

ایک اور ماہر لکھتے ہیں:

'اقبال 1911ء تک کٹر مرزائی اور مرزا صاحب کے مخلص متبع تھے کیونکہ اس وقت تک اقبال کو ٹھیٹھ اسلام کا نمونہ صرف قادیان دارالامان میں ہی نظر آتا تھا۔

(شرح جاوید نامہ از پروفیسر یوسف سلیم چشتی ص228)

۴۔ستمبر 1900ء میں علامہ اقبال نے اپنے ایک مضمون میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ کے مقام کا ان الفاظ میں اظہار کیا:

'This doctrine in the recent part has been re-advocated by Mr. Ghulam Ahmed of Qadian, probably the profoundest theoligian among modern Indian

Muhammadans.' (Indian Antiquary, Bombay, Vol.29, Sept.1900, Page 246)

ترجمہ: 'ماضی قریب میں اس اصول کی از سرِ نو وکالت مرزا غلام احمد قادیانی نے کی ہے جو موجودہ ہندی مسلمانوں میں غالباً سب سے بڑے دینی مفکر ہیں'

۵۔ 1909ء میں علامہ نے قانونِ اسلامی اور اس کے نفاذ سے متعلق چار اہم سوالات بغرض جواب حضرت خلیفۃ المسیح الاول کو قادیان لکھ کر بھجوائے۔ جن کے جواب حضرت صاحب کی طرف سے 21 دسمبر 1909ء کو اخبار الحکم قادیان میں شائع ہوئے۔

۶۔ 1910ء میں علامہ نے علی گڑھ میں اپنے مشہور انگریزی لیکچر میں درج ذیل اظہار کیا۔

'In the Punjab the essentialy Muslim type of character has been found a powerful expression in the so called Qadiani sect.'

(The Muslim Community - A Sociological Study by Dr. Allamma Muhammad Iqbal P.23, published by Maktaba-e-Aliya, Urdu Bazar, Lahore).

1911ء میں اس لیکچر کا اردو ترجمہ 'ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر' کے نام سے علامہ کی موجودگی میں مولوی ظفر علی خان نے پڑھ کر سنایا اور اس میں مندرجہ بالا جملہ کا یہ ترجمہ کیا:

'پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں '

(بحوالہ کتاب زندہ رود مصنفہ ڈاکٹر جاوید اقبال صفحہ 576)

۷۔ 1911ء میں علامہ نے اپنے بڑے بیٹے آفتاب اقبال کو تعلیم کے لئے تعلیم الاسلام اسکول قادیان بھجوایا۔ ندوہ، علی گڑھ اور دیوبند کو چھوڑ کر قادیان کا انتخاب قابل غور ہے۔ قادیان میں دوران تعلیم آفتاب اقبال کی ایک سرگرمی کا ذکر یوں ملتا ہے:

'ڈاکٹر محمد اقبال صاحب PhD مشہور شاعر کے نوجوان فرزند آفتاب اقبال نے (جو یہاں ہائی اسکول میں تعلیم پاتا ہے) حضرت مسیح موعودؑ کی ایک نظم پڑھی۔ پھر اپنا مضمون سنایا'۔

(الفضل قادیان 31 دسمبر 1914ء)

آفتاب اقبال زیادہ عرصہ قادیان میں نہ رہے جس پر اظہار افسوس کرتے ہوئے ایک دفعہ علامہ نے کہا:

'میں نے اسے قادیان بھیجا تھا تا دین سیکھ لے مگر وہ وہاں نہ رہا۔

(اخبار الفضل 2 اگست 1935ء)

۸۔ 1912ء میں علامہ نے عربی ادب میں اعلیٰ ترین کتب کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول سے استصواب کیا اور حضرت صاحب نے 2 دسمبر 1912ء کو مطلوبہ فہرست انہیں بھجوائی۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 ص 465)

۹۔ 23 نومبر 1913ء کو احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ایک جلسہ ہوا۔ جس کی روئداد کے مطابق تلاوت کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کی نعتیہ نظمیں پڑھی گئیں۔ پھر ایک مقرر نے تقریباً ایک گھنٹہ صداقت حضرت مسیح موعودؑ بیان کی۔ جس کے بعد ڈاکٹر محمد اقبال صاحب نے اشاعت اسلام پر تقریر کی۔

(اخبار پیغام صلح لاہور 23 نومبر 1913ء)

۱۰۔ 1913ء میں علامہ نے ایک نجی مسئلہ پر شرعی فتویٰ کے لئے اپنے ایک دوست کو حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی خدمت میں قادیان بھیجا۔ علامہ کے صاحبزادے ڈاکٹر جاوید اقبال نے اپنی کتاب 'زندہ رود' میں محمد عبداللہ چغتائی کی کتاب روایات اقبال' کے حوالہ سے لکھا ہے:

'1913ء میں اقبال کو ایک معاملہ (یعنی اقبال کے سردار بیگم صاحبہ سے نکاح) میں شرعی فتویٰ کی ضرورت پڑی ۔۔۔ اقبال نے مرزا جلال الدین کو مولانا حکیم نورالدین کے پاس قادیان بھیجا کہ مسئلہ پوچھ آو'۔

(زندہ رود ص 576)

۱۱۔ 3 مارچ 1927ء کو لاہور میں حضرت امام جماعت احمدیہ نے مذہب اور سائنس کے موضوع پر ڈھائی گھنٹہ خطاب فرمایا۔ اس جلسہ کی صدارت کے فرائض علامہ اقبال نے ادا کئے اور اپنے صدارتی خطاب میں کہا:

'ایسی پر از معلومات تقریر بہت عرصہ کے بعد لاہور میں سننے میں آئی

اور خاص کر جو قرآن شریف کی آیات سے مرزا صاحب نے استنباط کیا ہے وہ تو نہایت عمدہ ہے۔(اخبار الفضل ۱۵ مارچ ۱۹۲۷ء)

۱۲۔ اکتوبر 1927ء میں احمدیہ بلڈنگس لاہور ایک اور جلسہ میں علامہ اقبال کی شرکت اور تقریر کا حال اخبار پیغام صلح 4 جنوری 1928ء میں مذکور ہے۔

۱۳۔ 1929ء میں اخبار الفضل قادیان کے 'خاتم النبیین نمبر' کے لئے علامہ نے اپنا فارسی نعتیہ کلام اشاعت کے لئے بھجوایا۔ یہ نمبر 31 مئی 1929 کو شائع ہوا۔(تاریخ احمدیت جلد نمبر 6 ص 156)

۱۴۔ 5 ستمبر 1930ء کو علامہ اقبال نے حضرت امام جماعت احمدیہ کو ایک خط میں لکھا:

' چونکہ آپ کی جماعت منظم ہے اور نیز بہت سے مستعد آدمی اس جماعت میں موجود ہیں اس واسطے آپ بہت مفید کام مسلمانوں کے لئے سرانجام دے سکیں گے۔(تاریخ احمدیت جلد نمبر 6 ص 465)

۱۵۔ 1931ء میں گول میز کانفرنس میں شرکت کے لئے آمد پر علامہ اقبال جماعت احمدیہ کی بیت الفضل لندن میں بھی آئے اور نومسلم احمدی بچوں سے خطاب کیا۔ تقریر میں آپ نے کہا:

' آپ اپنی قلت تعداد سے دل شکستہ نہ ہوں۔ دنیائے اسلام کے چالیس کروڑ فرزندان توحید آپ کے بھائی ہیں۔ آپ کے ہم قدم اور آپ کے ساتھی ہیں'

(روزنامہ انقلاب لاہور 29 اکتوبر 1931)

۱۶۔ 7 اپریل 1932ء کو علامہ اقبال نے ایک خط میں لکھا:

' اشاعت اسلام کا جوش جو ان (حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ) کی جماعت کے اکثر افراد میں پایا جاتا ہے قابل قدر ہے۔

(اقبال نامہ حصہ دوم مرتبہ شیخ عطاء اللہ ص 232، خط محررہ ۷ اپریل ۱۹۳۲ء بنام چوہدری محمد احسن ناشر محمد اشرف تاجر کتب، کشمیری بازار، لاہور)

۱۷۔ یکم مارچ 1933ء کو لاہور کے ایک ہندو رئیس کے بیٹے کنہیا لال گابا نے مع اپنی اہلیہ مولانا محمد علی صاحب (امیر جماعت احمدیہ لاہور شاخ) کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ تقریب میں دیگر غیر احمدی عمائدین کے ساتھ علامہ اقبال نے بھی شرکت کی اور خود علامہ نے جناب کے ایل گابا کا اسلامی نام خالد لطیف گابا تجویز کیا۔(مجاہد کبیر ص 190)

۱۸۔ 1931ء تا 1933ء کے دوران علامہ اقبال آل انڈیا کشمیر کمیٹی میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کی سرکردگی میں ایک ممبر کی حیثیت کام کرتے رہے۔

۱۹۔ 1935ء میں علامہ نے قانونی طور پر اپنے کم سن بچوں جاوید اقبال اور منیرہ کی سرپرستی کے لئے اپنے بھتیجے شیخ اعجاز احمد کو گارڈین مقرر کیا۔ شیخ اعجاز احمد ایک احمدی باپ کے بیٹے تھے اور خود 1931ء میں باقاعدہ بیعت کر کے احمدی ہو چکے تھے۔ اور شائد اسی سبب اقبال کی آخیر تک ان کے بارے میں یہی رائے رہی کہ 'شیخ اعجاز میرا بھتیجا ہے نہایت صالح آدمی ہے۔

(اقبال نامہ مرتبہ شیخ عطاءُ اللہ صفحہ 386 ناشر محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار، لاہور 1945، خط مورخہ 10 جون 1937 بنام سر راس مسعود)

یہی تاثر اپنے بچوں کے لئے علامہ کی منتخب کردہ جرمن خاتون ڈورس احمد تھا۔ جیسا کہ انہوں نے لکھا:

' شیخ اعجاز، شیخ عطا محمد کے بڑے صاحبزادے تھے۔ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے ڈاکٹر صاحب ان کے بارے میں نہایت اعلیٰ رائے رکھتے تھے۔ کیونکہ اپنے بچوں کا گارڈین مقرر کرنے کے سلسلہ میں علامہ نے ان کو ان کے والد پر ترجیح دی تھی' (Iqbal - As I know him - page 43-

۲۰۔ علامہ اقبال کے صاحبزادے جسٹس جاوید اقبال بحیثیت مجموعی جماعت کے ساتھ ان کے تعلق کو یوں بیان کرتے ہیں کہ:

'1935ء سے قبل اقبال احمدیوں کو قطع نظر ان کے عقائد کے مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ سمجھتے تھے۔(زندہ رود از جسٹس جاوید اقبال صفحہ 578)

فروری ۱۸۹۲ء سے اپریل ۱۹۳۵ء تک کے ۴۳ سالوں پر محیط مذکورہ بالا ۲۰ واقعات اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ اس سارے عرصہ میں علامہ جماعت سے ایک گونہ محبت کا تعلق رکھتے تھے۔ تاہم ان

کے برخلاف زندگی کے آخری تین سالوں میں علامہ جماعت کے مخالف ہو گئے۔ مئی 1935 میں آغاز ہونے والی اس مخالفت کی وجہ ایک ممتاز صحافی کے نزدیک یوں تھی:

'علامہ اقبال کی فرقہ قادیانی کے سربراہ سے اختلاف کی بنیاد مذہبی نہیں تھی۔۔۔انہوں نے ختم نبوت کے مسئلے کو مسلمانوں کی زندگی اور موت کا مسئلہ۔۔۔(اس وقت بنایا) جب ظفر اللہ خان کی سر فضل حسین کی جگہ وائسرائے کی ایگزیکٹیو کونسل کا رکن بننے کی افواہوں اور خبروں پر چہ مگوئیاں ہو رہی تھیں'

(پاکستان کی سیاسی تاریخ نمبر 5 از زاہد چوہدری ص 271)

ایک اور اخبار نے علامہ سے یہ سوال بھی کیا کہ:

'میں علامہ مدوح سے استصواب کرنے کی جرات کرتا ہوں کہ کیوں چوہدری ظفر اللہ خان کے تقرر کے بعد ان کی محبت ختم رسل (فداہ ابی و امی) میں جوش آیا اور کیوں اس سے پہلے وہ میدان میں نہ اترے۔

(اخبار سیاست مئی 1935ء زیر ادارت سیّد حبیب)

علامہ نیاز فتح پوری نے اس بارے میں اس رائے کا اظہار کیا۔

'۱۹۳۴ کے بعد علامہ اقبال احرار کی شورش سے مرعوب ہو کر احمدیت کے خلاف بیان دینے پر مجبور ہو گئے تھے ورنہ اس سے قبل وہ احمدیت کے بڑے مداح تھے'۔(ماہنامہ نگار، لکھنو، ستمبر 1961ء)

علامہ اقبال کے اظہار پر احمدی علمِ کلام کی چھاپ:

یہ احمدیت سے تعلق کا ہی نتیجہ تھا کہ علامہ اقبال کی نظم و نثر میں بار بار احمدی علمِ کلام کی چھاپ نظر آتی ہے اور بنیادی مسائل میں ان کی سوچ جماعتی نظریات کے ہم رنگ ہے۔ایسی چند تحریریں درجِ ذیل ہیں۔

ا۔قلم کے ذریعہ غلبہ دین:

'اسلام غالب ہو کر رہے گا۔۔۔ایک وقت تلوار کا تھا آج قلم کا زمانہ ہے۔

(تقریر علامہ اقبال مندرجہ اخبار پیغام صلح لاہور 4 جنوری 1928ء ص 6)

۲۔مسئلہ جہاد:

i۔'قرآن کی تعلیم کی رو سے جہاد یا جنگ کی صرف دو صورتیں ہیں، محافظانہ اور مصالحانہ۔پہلی صورت میں یعنی اس صورت میں جبکہ مسلمانوں پر ظلم کیا جائے اور اُن کو گھروں سے نکالا جائے مسلمانوں کو تلوار اٹھانے کی اجازت ہے (نہ حکم) دوسری صورت جس میں جہاد کا حکم ہے 9:49 میں بیان ہوئی ہے۔۔۔جنگ کی مذکورہ بالا دو صورتوں کے سوائے میں اور کسی جنگ کو نہیں جانتا'۔

(اقبال نامہ حصہ اوّل مرتبہ شیخ عطاء اللہ ص 203۔204، خط محررہ ۱۲ دسمبر ۱۹۳۶ء بنام مولوی ظفر احمد صدیقی۔ناشر محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار، لاہور)

ii۔ 'باز در عالم بیارا ایامِ صلح جنگ جویاں را بدہ پیغامِ صلح' (اقبال نامہ حصہ اوّل مرتبہ شیخ عطاء اللہ ص 464)

۳۔جبراً اشاعت دین حرام ہے:

'جوع الارض کی تسکین کے لئے جنگ کرنا دین اسلام میں حرام ہے علیٰ ھذا القیاس دین کی اشاعت کے لئے تلوار اٹھانا بھی حرام ہے'

(اقبال نامہ حصہ اوّل مرتبہ شیخ عطاء اللہ ص 203، خط محررہ ۱۲ دسمبر ۱۹۳۶ء بنام مولوی ظفر احمد صدیقی۔ناشر محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار، لاہور)

۴۔کشمیریوں کا بنی اسرائیل میں سے ہونا:

'اقبال کشمیریوں کو یہودی تصور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ان کے عادات وخصائل اور شکل و شمائل افغانوں سے ملتے ہیں جو بنی اسرائیل ہیں'

(حیات اقبال کی گمشدہ کڑیاں، مصنفہ محمد عبداللہ قریشی)

۵۔وفات مسیح:

i۔فروری 1905ء میں رسالہ مخزن میں علامہ کی ایک نظم بعنوان 'ایک ہندوستانی لڑکے کا گیت' شائع ہوئی۔آخری بند کا ایک شعر تھا:

گوتم کا جو وطن ہے جاپان کا حرم ہے
عیسیٰ کے عاشقوں کا چھوٹا یروشلم ہے

حاشیہ میں اقبال نے لکھا:

'بعض کے نزدیک حضرت مسیح علیہ السلام بھی کشمیر میں مدفون ہیں'

ii۔'سرسیّد کی وفات کی خبر سن کر علامہ نے آیت شریفہ یٰعیسیٰ انی متوفیک۔۔۔۔سے ان کی تاریخ وفات نکالی'

(ذکر اقبال از مولانا عبدالمجید سالک ص 19)

(جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ اس آیت کو حضرت بانی جماعت احمدیہؑ نے مسئلہ وفات مسیح کی ایک بنیادی دلیل کے طور پر پیش فرمایا ہے)

iii۔ جماعت کی مخالفت کے دور میں بھی پنڈت جواہر لعل نہرو کے ایک مضمون کے جواب میں علامہ اقبال نے جو بیان شائع کیا اس میں لکھا:

'مرزائیوں کا یہ عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک فانی انسان کی مانند جامِ مرگ نوش فرما چکے ہیں۔ نیز یہ کہ ان کے دوبارہ ظہور کا مقصد یہ ہے کہ روحانی اعتبار سے ان کا ایک مثیل پیدا ہوگا کسی حد تک معقولیت کا پہلو لئے ہوئے ہے۔

(بیان مطبوعہ ۱۷ فروری ۱۹۳۶ء، برانڈرتھ روڈ، لاہور)

۶۔ختم نبوت:

i۔ کاش کہ مولانا نظامی کی دعا اس زمانے میں مقبول ہو اور رسول اللہ پھر تشریف لائیں اور ہندی مسلمانوں پر اپنا دین بے نقاب کریں'

(اقبال نامہ حصہ اوّل مرتبہ شیخ عطاء اللہ ص 41، خط محررہ ۱۹ جولائی ۱۹۱۶ء بنام سراج الدین پال۔ ناشر محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار، لاہور)

ii۔ حال کے ہئیت دان کہتے ہیں کہ بعض سیاروں میں انسان یا انسانوں سے اعلیٰ تر مخلوق کی آبادی ممکن ہے اگر ایسا ہو تو رحمت اللعالمین کا ظہور وہاں بھی ضروری ہے۔ اس صورت میں کم از کم محمدیت کے لئے تناسخ یا بروز لازم آتا ہے۔

(اقبال نامہ حصہ اوّل مرتبہ شیخ عطاء اللہ ص 117، خط محررہ ۲۰ اپریل ۱۹۲۲ء بنام سید سلیمان ندوی۔ ناشر محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار، لاہور)

iii۔ تاریکی کا انجام سفید ہے۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ جلد اپنا فضل کرے اور بنی نوع انسان کو پھر ایک دفعہ نورِ محمدی عطا کرے۔ بغیر کسی بڑی شخصیت کے اس بدنصیب دنیا کی نجات نظر نہیں آتی۔

(علامہ کا اپنے والد محترم کے نام مکتوب محررہ 3 جون 1920ء بحوالہ مظلوم اقبال ص 292۔ اصل خط پاکستان نیشنل میوزیم کراچی میں محفوظ ہے)

iv۔ ایک مغربی دانشور پروفیسر میکنزی نے اپنی کتاب 'انٹروڈکشن ٹو سوشیالوجی' کے آخری دو پیراگرافس میں منجملہ درج ذیل خیالات کا اظہار کیا: کامل انسانوں کے بغیر سوسائٹی کمال پر نہیں پہنچ سکتی اور اس غرض کے لئے محض عرفان اور حقیقت آگہی کافی نہیں بلکہ ہیجان اور تحریک کی قوت بھی ضروری ہے۔۔۔ ہمیں معلم بھی چاہئیں اور پیغمبر بھی۔۔۔ غالباً ہمیں ایک نئے مسیح (A New Christ) کی ضرورت ہے۔

علامہ اقبال نے ڈاکٹر نکلسن کے نام اپنے خط محررہ 24 جنوری 1921ء میں مذکورہ بالا تحریر لفظ بہ لفظ نقل کر کے لکھا:

How very true the last two paragraphs of 'Prof. Mackanzi'

کہ پروفیسر میکنزی کے یہ آخری دو پیرے گراف کس قدر صحیح ہیں۔

v۔ اقبال کے دو شعر اور ان کی تشریح:

؎ عبد دیگر، عبدہ، چیزے دگر ما سراپا انتظار او منتظر
او کلیم و او مسیح و او خلیل او محمدؐ او کتاب او جبرائیل

'یعنی عبدہ، یا مردِ حق جس کے لئے میں سراپا انتظار ہوں آسمان سے اترتا ہے (یا اترے گا)۔ جب حق تعالیٰ چاہتا ہے اپنے بندوں کی اصلاح کے لئے کسی نیک بندے کو جس میں سرکارِ کائنات ﷺ کی صفات ظلی طور پر منعکس ہوتی ہیں مامور فرما دیتا ہے۔

(شرح جاوید نامہ از پروفیسر یوسف سلیم چشتی۔ مطبوعہ ۱۹۵۶ء)

vi۔ اقبال نے اپنے ایک اور شعر میں شانِ جمالی کی اصطلاح استعمال کی اور اس کا ظہور ہونا باقی بتایا:

؎ ہو چکا گو قوم کی شانِ جلالی کا ظہور
ہے مگر باقی ابھی شانِ جمالی کا ظہور

نتیجہ: مندرجہ بالا شواہد اس حقیقت کو خوب واضح کر دیتے ہیں کہ گو بیعت کرنے کے باوجود علامہ اقبال عملاً احمدی نہ رہے لیکن چار دہائیوں تک انہوں نے اعلانیہ جماعت احمدیہ سے ایک قریبی تعلق ضرور رکھا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

❁❁❁❁❁❁❁

❁❁❁❁❁❁

کیا مذہبی BULLING جائز ہے؟

تحریر شاہین سانگلوی

گزشتہ ہفتے سوءقسمت سے وطن عزیز کی ایک وفاقی وزیر صاحبہ لندن میں تھیں جہاں ان کے ساتھ نوجوانوں کے گروہ نے صریحاً بدتمیزی کی۔ ویڈیو وائرل ہونا تھی کہ قیامت برپا ہوگئی۔ سوشل میڈیا کا ہر فورم اس ویڈیو پر مہربان ہوگیا۔ کوئی اسے بدتہذیبی سے معنون کررہا تھا تو کوئی اسے اپنے بیانیے کی فتح کی دلیل بنا کر خوشی کے شادیانے بجا رہا تھا۔ بہرحال اک زورکا رن پڑا سرکاری سطح پر اس ایذاءرسانی کو بالکل ہلکا نہیں لیا گیا وزراء مشیران خم ٹھونک کر میدان میں نکل آئے۔ ملک کے جید صحافی حضرات نے اس BULLING پر کئی کالم لکھے اور ٹی وی پر کئی پروگرام آن ائر ہوئے جواب میں کسی نے اس سیاسی BULLING کا دفاع تو نہیں کیا البتہ مختلف سابقے لاحقے لگا کر اسے عوام کا جائز غیض غضب بنا کر یا سمجھا کر درستگی کا سرٹیفیکیٹ تھمانے میں بھی دیر نہیں کی۔

معروف کالم نگار صحافیہ محترمہ سعدیہ قریشی صاحب نے ایک معروف روزنامہ میں 30 ستمبر کی اشاعت میں ''بدترین بدتہذیبی'' کے نام سے اس سانحہ پر پورا کالم لکھا اور اپنے دکھ کو ان الفاظ کے ساتھ سمیٹا کہ'' نفرت اور انتشار کے اس طرز سیاست نے اعلیٰ انسانی قدروں کو بھی داؤ پر لگا دیا ہے۔ مزید افسوس یہ کہ ہم سماج میں نفرت کا پرچار کرنے والوں کو لیڈر کہتے ہیں۔ ہر بدتہذیب کی طرح ان کی تربیت میں بھی کوئی شدید قسم کا خلارہ گیا ہے''

بلنگ (bullying) انگریزی زبان کا لفظ ہے جس کا اردو میں سیدھا سادہ مفہوم غنڈہ گردی یا ایذا رسانی ہے جو جسمانی بھی ہوسکتی ہے اور زبانی کلامی بھی طعنوں سے آپ دوسرے کو گھائل کرسکتے ہیں۔ جسمانی یا زبانی کلامی ایذا رسانی کرنے والے دوسرے کو عدم تحفظ کا شکار کرکے اس صورتحال سے لطف اٹھاتے ہیں نفسیات میں ایسے لوگوں کو اذیت پسند کہتے ہیں۔ دوسروں کو ستانے اور اس سے لطف اٹھانے کا یہ کھیل یا خواہش اگر کسی میں بڑھ جائے تو یہ ایک مرض تصور ہوتا ہے۔ ایسے انتشار پسند لوک معاشرے کے لیے خطرناک ثابت ہوتے ہیں۔

مریم اورنگ زیب صاحبہ آپ کا بہت شکریہ کہ آپ کو تو تکلیف پہنچی سو پہنچی مگر یوں آپ کے توسط سے خواب غفلت کے شکار، اس ناعاقبت اندیش معاشرے کو ایک کریہہ برائی یعنی سیاسی BULLING کو قریب سے دیکھنے کا موقع مل گیا۔ جواب فطرت کے عین مطابق دیا گیا مگر میرا سوال یہ ہے اگر سیاسی BULLING حرام ہے تو کیا یہ مذہبی BULLING جائز ہے؟ اس کے خلاف کیوں کوئی نہیں بولتا۔ گلی گلی شہر شہر اس کا پرچار ہے۔ یوٹیوب پر ایک دوسرے کے خلاف بدتہذیبی کی جو بھی حد ممکن ہوسکتی ہے وہ پار کی جارہی ہے مگر نہ کوئی روکنے والا ہے نہ ٹوکنے والا۔ ملک عدم رواداری کا گڑھا بنتا جارہا مگر مجال ہے کہ کسی کو کوئی پرواہ ہو۔ مذہبی دنیا کا ایک سے ایک بڑا نام اس آگ میں اپنے قد کے مطابق ایندھن فراہم کررہا ہے۔ معاشرہ اس لپٹوں سے جھلستا جارہا ہے۔ گھروں کے گھر اجڑتے جارہے ہیں۔ گلستان سے ببول نگری بن گئے ہیں مگر مجال ہے کہ کہیں اس اندھیر نگری کے کلاف کوئی سسکی بھی نکل رہی ہو۔

پنڈی کے اتنے بڑے اور جید عالم دین کہ اگر ان کے القابات لکھوں تو شائد ایک پورا صفحہ درکار ہو مگر وہ ڈاکٹر آصف آشرف جلالی صاحب کی والدہ کے بارے میں اتنے نازیبا الفاظ ایک مذہبی جلسے کو سنا رہے تھے کہ شائد ایک اوباش مشٹنڈہ بھی ایسی جرات نہ کرے۔

دیوبندی فرقے کے قاطع بدعت جناب الیاس گھمن صاحب نے جو وہابی فرقے کے لئے استعمال کی ہے وہ شائد کوئی بازاری لفنگا بھی جرات نہ کرے مگر افسوس آپ یہ خطاب ایک اسلامی اجتماع میں فرمارہے تھے۔ علامہ امین شہیدی صاحب نے ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب کے بارہ میں اعلان کردیا کہ ''فسادی ملّہ ڈاکٹر آصف زیلیی نے فاطمہ کے بعد علی کو بھی خطا

کار کہہ ڈالا۔ پلید نے قرآن کا بھی انکار کر دیا۔'' جبکہ ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب ایک دوسرے معروف عالم دین اور مفسر قرآن جناب اقبال چشتی صاحب کو کافر قرار دے کر ان کا تعارف یوں کروا رہے ہیں ''محبت اہل بیت کی آڑ میں اقبال چشتی کے کفریات''۔ محترم مفتی حنیف قریشی صاحب جو آج کل بریلویوں کے بہت معروف عالم دین گنے جاتے ہیں۔ انہیں ایک دوسرے بریلوی پروفیسر اور پیر صاحب یعنی مفتی پروفیسر عبد الستار سعیدی بریلوی صاحب، بے دین رافضی قرار دے کر بریلویت سے ہی نکال رہے ہیں ''نکل جاؤ مسلک سے۔ تیرے جیسے رافضی کی کوئی ضرورت نہیں۔ میرے شاگرد نے تجھے پورا ننگا کیا تھا سوچ میں تیرے ساتھ کیا کروں گا''۔ ایک نامور بریلوی مناظر جناب سید مظفر حسین شاہ صاحب دوسرے بریلوی سکالر شمس الرحمٰن مشہدی اور مشہور گدی نشین اور پیر جناب سید ریاض حسین شاہ صاحب کو بریلویت کے دائرہ سے باہر نکالتے ہوئے بتا رہے ہیں کہ ''میں تو تیرے باپ کو زمین چٹا چکا ہوں تم کیا چیز ہو''۔ ممتاز بلوچ دیوبندی عالم دین جناب منظور احمد مینگل صاحب دوسرے بڑے دیوبندی عالم دین جناب مفتی عبدالواحد قریشی صاحب سے مسئلہ حیات النبی ﷺ پر مناظرے کے چیلنجوں میں مصروف ہیں۔ دیوبندی مولوی جناب بلال قریشی صاحب دوسرے دیوبندی مناظر اور ختم نبوت کے سکالر جناب مفتی مبشر احمد کو دجال جونیئر قرار دے کر ان کو مناظروں اور مباہلوں کے لئے پکار رہے ہیں۔ ممتاز بریلوی مفتی اکمل مدنی صاحب دوسرے بریلوی گروپ یعنی مفتی حنیف قریشی صاحب، سید عرفان شاہ مشہدی اور پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب کو دو نمبر سنی قرار دیتے ہوئے ان کو راہ راست پر آنے کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔

کراچی کے مشہور یوٹیوبر دیوبندی عالم دین جناب مفتی طارق مسعود صاحب دوسرے بزرگ دیوبندی عالم دین جناب الیاس گھمن صاحب سے اس بات پر مناظرے اور مباحثے میں مصروف ہیں کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟

فیصل آباد کے ممتاز بریلوی عالم دین جنہیں بریلوی حلقے ''مناظر اسلام'' کے نام سے عزت دیتے ہیں وہ ایک دوسرے بہت بڑے بریلوی گروپ یعنی سید عرفان شاہ صاحب۔ پیر سید منور شاہ جماعتی علی پور سیداں والے۔ اور پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب پنڈی والوں کو رافضی شیعہ قرار دیتے ہوئے پوچھ رہے ہیں کہ ''بتاؤ تو سہی کہ اگر علی دا پہلا نمبر ہے تو ابوبکر کا کون سا نمبر ہے؟''

جلالی گروپ سے تعلق رکھنے والے جناب عمران جلالی صاحب سید عرفان شاہ صاحب کے گروپ سے مناظرہ کے اعلانکے ساتھ فرما رہے ہیں کہ مفتی چمن زمان۔ مفتی حنیف قریشی اور عرفان شاہ صاحب گستاخ اور جاہل عرفانی ٹولہ ہیں۔

معروف بریلوی پیر جناب نوشاہی قادری صاحب نے سید عرفان شاہ صاحب کے گروپ کی حمایت کر کے ان کے گروپ سے جا ملے ہیں تو اس پر جلالی گروپ کے مفتی زاہد جلالی صاحب ان پر بھی لعن طعن کرتے ہوئے فرما رہے ہیں ''عالمی مبلغ اسلام جناب پیر معروف شاہ نوشاہی قادری صاحب ہوش کے ناخن لیں۔ بریلی شریف کے فتویٰ کے مطابق عرفان شاہ کا بیان سننا حرام ہے'' جواب میں پیر سید ریاض حسین شاہ صاحب نے اپنے گروپ کے تمام جید علماء کرام اور پیران کرام کے ساتھ مل کر ایک بڑا جلسہ کیا اور ان تمام بریلوی علماء کو ''یہودی طوطے قرار دے دیا جو پاکستان میں تخریب کاری میں مصروف ہیں''۔ جبکہ جواب الجواب میں میاں تنویر احمد نقشبندی صاحبزادہ کوٹلہ شریف نے جوابی جلسہ میں عرفانی گروپ کے لتے لیتے ہوئے فرمایا کہ ''وہ وقت یاد کر یک کہ جب آپ بیٹھے ہوتے تھے اور نعرہ لگتا تھا سنیوں کے شہنشاہ۔ اور آگے آپ خود بولتے تھے عرفان شاہ عرفان شاہ۔ اور اب یہ نعرہ لگ رہا ہے سنیوں کے شہنشاہ۔۔۔۔(جانور کا نام سے گالی دے کر) بے حیاء بے حیاء۔ پھر آپ نے مزید غصہ میں میں پنجابی میں فرمایا ''جن جیا۔ نہ منہ نہ متھا۔ جن پہاڑوں لتھا۔ چربی کڈا کے آئیو او کے چربی نال دماغ وی کڈا دتا اے۔۔تاڈے نام بیٹھا بُولی (جانور کا نام) تانوں کیڑے پاسے لے ٹریا اے''

اہل حدیث عالم دین جناب حافظ عمر صدیق صاحب کا گروپ جو کہ اہل حدیثوں میں حسینی اہل حدیث کہلوا رہا ہے مناظر بکرنے اپنے تمام گروپ کے ساتھ حافظ کفائت اللہ سنابلی صاحب کے مدرسے جا پہنچے اور ان کو وہاں موجود نہ پا کر اعلانکرتے ہوئے فرمایا ''کہاں ہیں کنجر ابو یحییٰ اور امن پوری یزیدی مولوی

لا وان کو میرے سامنے۔میں یہاں تمہارے مدرسے میں بیٹھا ہوں'' ان کے واپس جانے کے فوری بعد جناب ابو یحییٰ صاحب کا بیان یوٹیوب کی زینت بن گیا کہ '' آپ نے بکواس کی انتہا کر دی ہے۔انہوں نے مسجد میں کھڑے ہو کر میرے لئے بولا کہ وہ دونوں حرام زادے کہاں ہیں اور میرے لئے کنجر کا لفظ بولا۔میں آپ جیسے بدتمیز اور بدزبان سے بات کرنا مناسب نہین سمجھتا۔آپ نے مجھے حرام زادہ کہا میں آپ کو حرامزادہ تو نہیں کہتا لیکن یہ یاد کرواتا ہوں کہ کل تک جو لوگ آپ کو عمر صدیق کی بجائے عمر زندیق کہتے تھے میں ان کی زبان پکڑتا تھا لیکن شاید ہم اس بات پر حق بجانب نہیں تھے۔آپ کو زندیق کیا جاتا تھا درست کہا جاتا تھا۔شرم کریں آپ کو حیا نہیں۔کیا آپ مسلمان ہیں؟

پھر اگر دیکھیں کہ یہ سکالرز اور علمائے دین اپنے ہی بھائی بندوں کو کن ''پاکیزہ القابات'' کی محبت سے نواز رہے ہیں وہ جاننا بھی ضروری ہے کیونکہ ہم اپنی اقدار و روایات کا بڑے فخر سے ذکر کرتے ہیں۔مثلاً اسی مباہلہ والے گروپ کو دیکھیں تو حجرہ شاہ مقیم کے سید برادران مفتی فضل چشتی صاحب کو'' فضلو گشتی'' کے نام سے مخاطب کر رہے ہیں تو مفتی فضل چشتی صاحب حجرہ والے سید مراتب علی شاہ صاحب کو مرتبان شاہ کے نام سے عزت دے رہے ہیں۔حافظ عمر صدیقصاحب جناب مفتی ابو یحییٰ صاحب کو'' کنجر'' اور وہ جواب میں انہیں '' زندیق اور گندا بچہ'' کے لقب سے نوازتے ہیں۔مفتی الیاس قادری صاحب امیر اہل سنت کو مفتی حنیف قریشی صاحب'' جاہل پیر اور رانگ نمبر '' قرار دیتے ہیں۔اورمیاں تنویر احمد نقشبندی صاحب مفتی حنیف قریشی صاحب کو'' حنیف مویشی ٹیرا'' جیسے برے نام سے پکارتے ہیں۔محترم ڈاکٹر اشرف　آصف جلالی صاحب محترم سید ریاض حسین شاہ صاحب کو'' گستاخ'' قرار دیتے ہیں تو علامہ محمود احمد گولڑوی صاحب جناب جلالی صاحب کو'' دجالی'' اور ان کے ایک مرید مفتی زاہد صاحب کو'' زاہد خطائی'' کے بگڑے نام سے یاد کر رہے ہیں۔جبکہ شیعہ عالم دین امین شہیدی صاحب جلالی صاحب کو'' فسادی مُلّہ ڈاکٹر آصف زلیلی'' کے بدترین نام سے معنون کر رہے ہیں۔جناب فضل چشتی صاحب ہجرہ شاہ مقیم کی گدی کو'' ہجروی کوفی'' اور ان کے ایک مفتی منیر نقشبندی صاحب کو'' منیر نفسبندی اور خنزیر نفسبندی'' جیسے غلیظ لفظوں سے یاد کرتے ہیں۔۔

یہ تیری کرامت ہے پیارے جو دشت کو سبزہ زار کیا

مکرم سید محمود احمد صاحب

اس بستی کو آباد کیا، ہر صحرا کو گل زار کیا
قادر کی پہلی قدرت نے ہر وحشی کو انسان کیا
قادر کی دوسری قدرت نے ہر پت جھڑ کو گلبار کیا
ہر ایک نظر نے دیکھا ہے تم کتنے پیارے محسن ہو
ہر باغ سے پھول چنے تم نے ہر دل کو لالہ زار کیا
تری پیار بھری اس قربت نے اور پاک مطہر صحبت نے
ان لوگوں کو اس دنیا کی آلائش سے بیزار کیا
بن تیرے نہ کوئی چاہت ہے نہ اور کسی کی طاعت ہے
بس ہاتھ پر رکھ کے ہاتھ ترے یہ ہم نے ہے اقرار کیا
ہر حکم پہ تیرے سب کے سب ہی جان لٹانے والے ہیں
ان تیرے چاہنے والوں نے اس بستی کو گلنار کیا
ہم مجبوروں نے اے جاناں ظلمت میں دیپ جلائے ہیں
ان دیپ جلانے والوں نے تجھے یاد ہے لاکھوں بار کیا
ہم لوگ محبت کرتے ہیں ترے پیار کی مالا جپتے ہیں
ترے پیار کی خوشبو سے ہم نے سب جگ کو عنبر بار کیا

دیو بندی، وہابی، بریلوی اور شیعہ۔یہ جھگڑے تو صدیوں سے چلے آ رہے تھے اس پر تو کچھ کہنے اور لکھنے کی ضرورت نہیں ہے مگر حالیہ مندرجہ بالا علمی موشگافیاں۔یہ ہے مذہبی سموگ کا وہ کالا دھواں جو دبے پاؤں سانسوں کو بند کرنے کے لئے گاؤں گاؤں شہر شہر پہ چھاتا جا رہا ہے اور ہم سب اسکی ہلاکت آفرینیوں سے بے نیاز اور بے فکر پڑے ہوئے ہیں۔کیا بغداد کی تباھی کے وقت کی علمی محفلیں اور مناظرے ہمارے آج کے حالیہ علمی شگوفوں سے مختلف تھے؟؟ بالکل بھی نہیں۔اگر نہیں تو اس مذہبی بلنگ پر ہمیں ڈر کیوں نہیں لگ رہا؟

جلسہ سالانہ قادیان 2016

ایک پیشگوئی جو پوری ہوئی (ادارہ)

الحمدللہ جلسہ سالانہ قادیان 26 تا 28 دسمبر منعقد ہو کر بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ احباب بخوبی جانتے ہیں کہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی وحی والہام پر جلسہ کی بنیاد رکھی اور آئندہ زمانہ میں اس کے زبردست عروج اور ترقی کی بھی پیشگوئی فرمائی۔ آپ نے فرمایا:

☆ اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے۔ ☆ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے۔ اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جلسہ سے متعلق یہ پیشگوئیاں بڑی شان کے ساتھ پوری ہو رہی ہیں اور آئندہ بھی اس سے بڑھ کر شان وشوکت کے ساتھ پوری ہوتی رہیں گی۔ یہ جاری پیشگوئیاں ہیں جو ہر زمانہ میں نئی نئی شان اور نئے نئے جلووں کے ساتھ پوری ہوتی رہیں گی۔ انشاءاللہ۔

جلسہ سالانہ قادیان 2016ء کی ایک خاص بات یہ تھی کہ اس جلسہ میں انڈونیشیا کے 183 احمدی چارٹرڈ ہوائی جہاز کے ذریعہ جلسہ سالانہ قادیان میں شامل ہوئے۔ MALINDO AIRLINE (ملیشیا انڈونیشیا ایئر لائن) کا ایک خصوصی طیارہ 23 دسمبر 2016 کو 183 خوش نصیب احمدیوں کو لیکر جکارتہ ایئر پورٹ سے امرتسر کے لئے روانہ ہوا اور کوالالمپور سے ہوتے ہوئے اسی روز شام تقریباً 4 بجے امرتسر پہنچا۔ یہ تقریباً 8 گھنٹے کا سفر تھا۔ عام طور پر ہوائی اڈوں میں ویڈیو گرافی منع ہوتی ہے لیکن ان تاریخی لمحات کو قید کرنے کیلئے امرتسر ایئر پورٹ کے بالا افسران سے ویڈیو گرافی کی خصوصی اجازت لی گئی۔ اللہ کے فضل سے ایک امن پسند جماعت ہونے کی وجہ سے اس کی اجازت دی گئی۔ مورخہ 28 دسمبر 2016 کو جلسہ سالانہ کے آخری روز حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطاب سے پہلے جلسہ گاہ میں، جلسہ سالانہ سے متعلق جو



ڈاکومنٹری دکھائی گئی اس میں چارٹرڈ ہوائی جہاز کے ذریعہ انڈونیشین احمدیوں کے امرتسر میں اُترنے کی مختصر ویڈیوگرافی بھی دکھائی گئی۔ یہ نظارہ بہت ہی ایمان افروز اور دل کو گداز کرنے والا تھا۔ جلسہ سالانہ کی عظیم الشان ترقی دیکھ کر، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کو عظیم الشان رنگ میں پورا ہوتا مشاہدہ کر کے دل کی عجیب کیفیت تھی۔ دل خوشی سے لبریز تھا، ایسی خوشی جو دل کو پگھلا رہی تھی، آنکھوں کو نمناک کر رہی تھی۔

سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے 10 دسمبر 1937ء کو جلسہ سالانہ کی اہمیت و برکات پر ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپؓ نے جلسہ سالانہ میں شمولیت کی اہمیت اور برکات پر روشنی ڈالنے کے علاوہ یہ بھی فرمایا کہ:

''ہماری جماعت میں ابھی مالدار لوگ داخل نہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جلدی سے جانے کیلئے جو وسائلِ سفر ہیں وہ اتنا خرچ چاہتے ہیں کہ بیرونی ممالک کے احمدیوں کیلئے ان ایام میں قادیان پہنچنا مشکل ہے۔ لیکن اگر کسی زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑے بڑے مالدار ہماری جماعت میں شامل ہو جائیں یا سفر کے جو اخراجات ہیں ان میں بہت کچھ کمی ہو جائے اور ہر قسم کی سہولت لوگوں کو میسر آجائے تو دُنیا کے ہر گوشہ سے لوگ اس موقع پر آئیں گے۔ اگر کسی وقت امریکہ میں ہماری جماعت کے مالدار لوگ ہوں اور وہ آمدورفت کیلئے روپیہ خرچ کر سکیں تو حج کے علاوہ ان کیلئے یہ امر بھی ضروری ہوگا کہ وہ اپنی عمر میں ایک دو دفعہ قادیان بھی جلسہ سالانہ کے موقع پر آئیں۔ کیونکہ یہاں علمی برکات میسر آتی ہیں اور مرکز کے فیوض سے لوگ بہرہ ور ہوتے ہیں اور میں تو یقین رکھتا ہوں کہ ایک دن آنے والا ہے جبکہ دور دراز ممالک کے لوگ یہاں آئیں گے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک رؤیا ہے جس میں آپ نے دیکھا کہ آپ ہوا میں تیر رہے ہیں اور فرماتے ہیں ''عیسیٰ تو پانی پر

چلتے تھے اور میں ہوا پر تیر رہا ہوں اور میرے خدا کا فضل ان سے بڑھ کر مجھ پر ہے''۔ اس رؤیا کے ماتحت میں سمجھتا ہوں وہ زمانہ آنے والا ہے کہ جس طرح قادیان کے جلسہ پر کبھی یکے سڑکوں کو گھسا دیتے تھے اور پھر موٹریں چل چل کر سڑکوں میں گڑھے ڈال دیتی تھیں اور اب ریل سواریوں کو کھینچ کھینچ کر قادیان لاتی ہے، اِسی طرح کسی زمانہ میں جلسہ کے ایام میں تھوڑے تھوڑے وقفہ پر یہ خبریں بھی ملا کریں گی کہ ابھی ابھی فلاں مُلک سے اتنے ہوائی جہاز آئے ہیں۔ یہ باتیں دنیا کی نظروں میں عجیب ہیں مگر خدا تعالیٰ کی نظر میں عجیب نہیں۔''

نیز آپؓ نے فرمایا : ''میں سمجھتا ہوں کہ وہ دن دُور نہیں جب دُنیا کے گوشوں گوشوں سے ہوائی جہازوں کے ذریعہ یا بعض اور سواریوں کے ذریعہ سے جو ابھی ہمیں معلوم بھی نہ ہوں لوگ قادیان آئیں گے اور ساری دنیا کی احمدی جماعتیں اُس وقت قادیان میں اکٹھی ہوں گی کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بعینہٖ وہ سارے الہامات ہوئے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مکہ کے قیام کے وقت ہوئے تھے۔'' (خطبہ جمعہ 10 دسمبر 1937ء)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 25 دسمبر 2015ء کو مسجد بیت الفتوح لندن سے جو خطبہ ارشاد فرمایا، اُس میں آپ نے سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا ارشادات پیش فرمانے کے بعد فرمایا : ''اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب یہ نظارے ہم کثرت سے دیکھ رہے ہیں جیسا کہ مَیں نے کہا دُنیا کے بیس پچیس ممالک کے لوگ اس وقت ہوائی جہاز کے ذریعہ سے ہی وہاں قادیان جلسے پر گئے ہوئے ہیں اور بعض ایسے ملکوں کے مقامی لوگ ہیں جن کا کبھی تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ وہاں پہنچیں گے۔ اور یہ بھی بعید نہیں کہ کسی وقت چارٹرڈ فلائٹس چلا کریں اور قادیان کے جلسے میں لوگ شامل ہوا کریں۔'' (اخبار بدر 21 جنوری 2016 صفحہ 4 کالم 2)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے منہ سے نکلی ہوئی یہ بات اللہ تعالیٰ نے حیرت انگیز طور پر ایک سال کے اندر ہی پوری کردی۔ یہ توفیق انڈونیشیا کے احمدیوں کو ملی کہ وہ اس پیشگوئی کو پورا کریں اور چارٹرڈ جہاز کے ذریعہ قادیان کے جلسہ میں شمولیت اختیار کریں۔ جس وقت حضور کے منہ سے یہ الفاظ نکلے تھے اُسی وقت اللہ تعالیٰ نے کُنْ کا حکم صادر فرما دیا تھا اور فرشتے اُسی وقت سے اس کام کو انجام دینے کے لئے سرگرم عمل ہو گئے تھے۔ نیکیوں میں سبقت، اللہ کے فضل سے جماعت احمدیہ کا طرّہ امتیاز ہے۔ اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ آئندہ اور بھی چارٹرڈ جہاز آیا کریں گے اور یہ سلسلہ سال بہ سال بڑھتا جائے گا۔ انشاء اللہ۔ مکرم سیوتی عزیز صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ انڈونیشیا نے، جو خود بھی اس چارٹرڈ جہاز کے ذریعہ جلسہ سالانہ قادیان میں تشریف لائے تھے، نے، جلسہ کے پہلے روز کے دوسرے سیشن میں اپنے تاثرات میں اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا ذکر بڑے ہی رقت بھرے انداز میں فرمایا۔ اللہ کرے کہ وہ دن بھی ہم اپنی آنکھوں سے دیکھنے والے ہوں جب دُنیا کے ہر گوشے اور ہر ملک سے احمدی قادیان کے جلسے میں جمع ہوں۔ آمین۔

......☆......☆......☆......

اَحۡسِنُوۡا اَدَبَہُمۡ

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

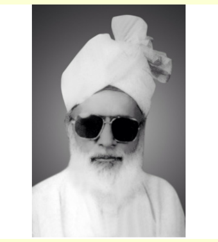
''اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ احمدی ماں باپ کا فرض ہے کہ جماعتی اجلاسوں اور پروگراموں میں بچوں کو خود لے کر جائیں۔ بعض تو ایسے ماں باپ ہیں جیسا کہ میں نے ذکر کیا کہ سمجھتے ہیں کہ دینی تعلیم و تربیت صرف نظام جماعت کا کام ہے اور ہم نے کچھ نہیں کرنا اور وہ بچوں کو چھوڑ بھی جاتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو اس طرف توجہ ہی نہیں دیتے۔ خود بھی جماعتی پروگراموں میں شامل نہیں ہوتے اور بچوں کو بھی نہیں لاتے۔ پس خود بھی شامل ہوں اور بچوں کو بھی اس کی اہمیت بتائیں۔ پھر ان اجلاسوں میں انتظامیہ کا بھی کام ہے کہ بچوں سے پیار اور شفقت کا سلوک کریں اور انہیں جماعت کے قریب تر کرنے کی کوشش کریں۔ انتظامیہ میں چاہے عورتیں ہیں یا مرد دوسرے کے بچے کو بھی اپنے بچوں کی طرح دیکھنا چاہئے۔ ماں باپ نے جماعتی نظام پر اعتماد کر کے بچے آپ کے پاس بھیجے ہیں تو اس اعتماد پر پورا اتریں۔ بچوں کی تربیت کے لئے گھر اور باہر ہمیں من حیث الجماعت کوشش کرنی ہوگی اور کرنی چاہئے تا کہ اگلی نسل کو سنبھال سکیں اور وہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں۔''

(مستورات سے خطاب بر موقع جلسہ سالانہ برطانیہ 2018ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 21 دسمبر 2018ء)

جلسہ سالانہ قادیان کا روح پرور نظارہ

(کلام مکرم ظفر محمد ظفر صاحب مرحوم ربوہ)

ترقی فضلِ حق سے دم بہ دم ہے
زمینِ قادیاں اب محترم ہے
خدا کا فضل ہے چھوٹی سی بستی
ہجوم خلق سے ارضِ حرم ہے
چلی آتی ہے دنیا ہر طرف سے
اُسی جانب اُٹھا اب ہر قدم ہے
وہی بستی جو گمنامی میں گم تھی
اسی کا سب سے اُونچا اب علم ہے
ہے بے شک فرض حجِ کعبۃ اللہ
زیارت قادیاں کی بھی اہم ہے
عرب نازاں ہے گر ارض حرم پرتو
ارض قادیاں فخر عجم ہے
بفضلِ ایزدی جلسہ ہمارا
برائے تشنگاں ابرِ کرم ہے
فنا ہو جاؤ گے اے دشمنو! تم
عناد احمدیت اک سم ہے
نشانوں پر نشاں دیکھے ہیں سب نے
اگر اب بھی نہ مانو تو ستم ہے
خدا کا قہر ہو گا تم پہ نازل
ازل سے یہ نوشتوں میں رقم ہے
جہاں باطل ہو چکنا چور گر کر
ہمارا ان چٹانوں پر قدم ہے
مسیحا! پھر ترے مہمان آئے
معزز محترم انسان آئے



تقدس کا جہاں قائل ہے جن کی
یہاں وہ صاحبِ عرفان آئے
دبائی ہیں بغل میں گر حدیثیں
تو ہاتھوں میں لئے قرآن آئے
مسیحا سر کے بل چل کر گھروں سے
ترے دیوانے اور مستان آئے
بہت تکلیفیں رستے میں اٹھائیں مگر
شادان اور فرحان آئے
یہ بنگالی ہیں گر تو وہ ہیں سندھی
یہ کشمیری ہیں وہ افغان آئے
بہت آئے قریشی اور مرزے ہزاروں
شیخ! سید! خان! آئے
یہ شامی ہیں تو یہ مصری و رومی
بہت از سرحد ایران آئے
غرض ہر ملک سے آئے ہیں مہماں
جزائر کے بھی ہیں سکّان آئے
تجھے اے دشمن ناداں خبر کیا
کہ کیوں ہیں یہ سبھی مہمان آئے
یہ پروانے سبھی اسلام کے ہیں یہ
سارے سیکھنے قرآن آئے
ابھی کر دیں گے قرباں اپنی جانیں
خلافت کا اگر فرمان آئے
ظفرؔ صد شکر ہے کہ پھر جہاں میں
مسلماں صاحب ایمان آئے

(الفضل قادیان 25دسمبر 1932ء صفحہ 9)

......☆......☆......☆......

......☆......☆......☆......

مذہبی انتہا پسندی



تحریر: شعیب عادل

پاکستان میں جب بھی مذہبی انتہا پسندی پر بات ہوتی ہے تو عمومی طور پر اس کا ذمہ دار ذوالفقار علی بھٹو کو ٹھہرایا جاتا ہے اگر وہ آئین میں دوسری ترمیم نہ کرتے یعنی احمدیوں کو غیر مسلم نہ قرار دیتے تو ملک نہ صرف انتہا پسندی کی طرف نہ جاتا اور نہ ہی ضیا الحق مزید قانون سازی کرتا۔ اور آج پاکستان میں جتنی بھی انتہا پسندی ہے اس کی بنیادی وجہ بھٹو ہے جس نے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا۔ بھٹو کو مذہبی انتہا پسندی کا ذمہ دار قرار دینے کے ساتھ ساتھ اور اس سے جڑی جھوٹی کہانیوں کا آغاز جنرل ضیا کے دور میں شروع ہوا۔ جب جنرل ضیا نے جماعت اسلامی کے رہنما مولانا محمود اعظم فاروقی کو وزیر اطلاعات بنایا جنھوں نے ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات میں جماعتی دانشوروں کو بھرتی کرایا۔ اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے کہ بنیادی طور پر تحریک پاکستان ہی بنیاد پرستی کی تحریک تھی۔ تحریک پاکستان کے دور میں مسلم سٹوڈنٹس کا کردار انتہائی شرمناک تھا۔ قاضی عابد نے اپنی خود نوشت میں لکھا ہے کہ مولانا ابوالکلام ٹرین میں سفر کر رہے تھے جب ٹرین علی گڑھ کے سٹیشن پر رکی تو علی گڑھ کالج کے طالب علموں نے ابوالکلام آزاد پر اس لیے تھوکا اور ان کی داڑھی نوچنے کی کوشش کی کہ وہ کانگریسی تھے۔ معروف تاریخ دان عرفان حبیب نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا کہ جب میں علی گڑھ سکول میں زیر تعلیم تھا تو مسلم طلبا مجھے آتے جاتے دھکے دیتے تھے کیونکہ میرے والد پروفیسر محمد حبیب مسلم لیگ کی بجائے کانگریسی تھے۔ قیام پاکستان کی تحریک ایک مذہبی تحریک تھی۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مذہبی کارڈ کھیلا جبکہ مولانا ابوالکلام آزاد نے مذہبی کارڈ کی مخالفت کی۔ جس پر محمد علی جناح نے ابوالکلام آزاد کو کانگریس کے شو بوائے کا نام دیا تھا۔ یاد رہے کہ کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا نے تحریک پاکستان کی حمایت کی تھی۔ اسی طرح جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود نے بھی تحریک پاکستان کی پرجوش حمایت کی تھی۔ ہر کوئی پاکستان کو اپنے نظریات کی لیبارٹری بنانے کے لیے بے چین تھا۔ پھر تقسیم ہند کے موقع پر جو ہندو مسلم فسادات ہوئے۔ کیا یہ سب کچھ مذہبی انتہا پسندی کا نتیجہ نہیں تھا؟ بدقسمتی سے اس کی ابتدا راولپنڈی میں مسلمانوں نے ہی کی اور ان فسادات میں ایک اندازے کے مطابق چھ سے دس لاکھ افراد قتل ہوئے۔

احمدیوں کے خلاف بیان بازی، انہیں کافر قرار دینا اور جلسہ جلوس تقسیم ہند سے پہلے ہی شروع ہو چکا تھا۔ دراصل جس دن مرزا غلام احمد نے نبوت یا مسیح موعود کا دعویٰ کیا اسی دن مولویوں کی جانب سے ان کی مخالفت شروع ہو گئی تھی اور یہ جھگڑا پاکستانی ریاست کو جہیز میں ملا تھا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ بھارت کی طرح پاکستان کو بھی ایک سیکولر ملک قرار دے کر سب مولویوں کو ان کی حدود میں رکھا جاتا لیکن قیام کے فوراً بعد مسلم لیگ نے اقتدار پر اپنا قبضہ برقرار رکھنے کے لیے مذہب کا استعمال شروع کر دیا تھا۔ مولویوں کی سرپرستی شروع کی اور انھیں ریڈیو پاکستان پر درس قرآن جیسے پروگرام دیئے گئے۔۔۔۔ اور پھر سب سے بڑھ کر کشمیر آزاد کرنے کرانے کے لیے قبائلی لشکر بھیج دیا جسے جہاد کشمیر کا نام دیا گیا۔۔۔ کیا یہ مذہبی انتہا پسندی نہیں تھی؟

منیر انکوائری رپورٹ میں واضح پر لکھا ہے کہ سن 53، میں احمدی مخالف فسادات میں کیسے پنجاب حکومت نے عوام الناس کو احمدیوں کے خلاف اکسایا اور نتیجے میں مارشل لا لگا۔ ان فسادات کا اصل مقصد ممتاز دولتانہ کی وزارت اعلیٰ کو ختم کرنا تھا جس کے لیے اسٹیبلشمنٹ نے مذہبی کارڈ کھیلا اور پنجاب حکومت کے شعبہ اطلاعات نے اس میں بھرپور کردار ادا کیا۔ جب مارشل لا لگ گیا تو پھر سب امن سے بیٹھ گئے۔ امریکہ میں مقیم کچھ احمدی احباب، جو ربوہ میں پلے بڑھےہیں، کا کہنا ہے کہ 53 کے فسادات کے بعد مرزا بشیر الدین محمود بجھ سے گئے تھے اور ان کے وہم و گمان میں بھی یہ نہیں کہ پاکستان میں ہمارے خلاف اس طرح کے فسادات ہوں گے اور قریبی احباب سے تاسف کا اظہار کرتے

تھے۔

لیکن تھوڑے بہت فرق کے ساتھ احمدیوں کے خلاف مولویوں کا احتجاج جاری رہا۔وہ احمدیوں کے بائیکاٹ کی مہم چلاتے رہتے تھے۔جب بھٹو دور میں قومی اسمبلی میں احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی قرارداد پیش ہوئی تو بھٹو کو فی الفور یہ کہنا چاہیے تھا کہ پارلیمنٹ کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ لوگوں کے عقائد کا فیصلہ کرے لہذا یہ قرارداد غیر متعلق ہے۔خیر جب قرارداد پیش ہوئی تو پھر جماعت احمدیہ کے سربراہ مرزا ناصر احمد کو اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کی دعوت دی گئی جو انھوں نے بخوشی قبول کی۔تجزیہ نگاروں کے نزدیک یہ ان کی غلطی تھی۔

مرزا ناصر احمد کو کہنا چاہیے تھا کہ جناب ریاست کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ لوگوں کے مذہبی عقائد کا فیصلہ کرے لہذا میں پارلیمنٹ کو جوابدہ نہیں ہوں۔اور نہ ہی میں پارلیمنٹ میں پیش ہو کر اپنی صفائی دینا چاہتا ہوں۔لیکن ہوا کیا کہ مرزا ناصر احمد کا خیال تھا کہ ہمارے پاس ارکان اسمبلی کو تبلیغ کرنے کا ایک گولڈن چانس ہے اور انھوں نے اس کے لیے باقاعدہ ایک پمفلٹ، محضر نامہ، شائع کروایا اور ارکان اسمبلی میں تقسیم کیا اور اسمبلی میں پڑھ کر بھی سنایا۔ان کی خوش فہمی تھی کہ جب ہم اپنی تعلیمات پیش کریں گے تو ارکان اسمبلی اس پر ایمان لے آئیں گے۔

اسمبلی میں کافی سوال و جواب ہوئے۔جب اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار نے مرزا ناصر احمد سے پوچھا کہ اگر کوئی مرزا غلام احمد پر یقین نہیں رکھتا تو آپ کے نزدیک کیا وہ مسلمان ہے۔تو انھوں نے جواب دیا کہ اسلام کے دو دائرے ہیں۔ایک دائرے میں وہ تمام لوگ شامل ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہیں اور دوسرے دائرے میں وہ لوگ شامل ہیں جو حقیقی طور پر اسلام کو نہ صرف سمجھتے ہیں بلکہ اس پر ایمان بھی لاتے ہیں۔تجزیہ نگار اس کی تشریح کچھ یوں کرتے ہیں کہ جو مرزا غلام احمد پر بطور نبی یا مسیح موعود ایمان نہیں رکھتے وہ آدھے مسلمان ہیں اور آدھے کافر۔

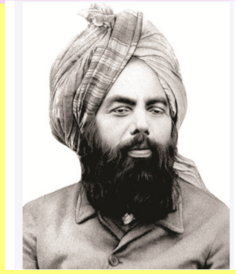
امریکہ میں مجھے کچھ احمدیوں سے گفتگو کا موقع ملا تو ان کا کہنا تھا کہ جب جنرل ضیا کے دور میں احمدیوں کے خلاف مزید قوانین بنائے جا رہے تھے تو مرزا ناصر احمد کے وکلا نے نجی محفلوں میں اس بات پر تاسف کا اظہار کیا تھا کہ ہم سے غلطی ہو گئی ہمیں پارلیمنٹ میں نہیں جانا چاہیے تھا۔اور امکان تھا کہ اس پر رائے شماری نہ ہوتی اور اگر ہوتی بھی تو علما ارکان کے علاوہ رائے شماری میں کوئی حصہ نہ لیتا۔قرارداد داخل دفتر ہو جاتی۔ہاں اگر اس کے باوجود پارلیمنٹ ہمارے خلاف فیصلہ کرتی جو کہ یکطرفہ ہوتا تو پھر ہماری پوزیشن مضبوط ہوتی اور ہم اعلیٰ عدالت میں پٹیشن دائر کر سکتے تھے کہ ریاست کو کوئی حق نہیں کہ وہ لوگوں کے عقائد کا فیصلہ کرے۔عدالت ہمارے حق میں فیصلہ کرتی یا نہ کرتی لیکن ہماری پوزیشن مضبوط ہوتی۔کوئی بھی انسان چاہے وہ سیاست دان ہو یا مذہبی رہنما غلطیوں سے مبرا نہیں ہوتا۔غلطیاں ہوتی ہیں اور سیاسی عمل ان غلطیوں کی تلافی کرتا ہے۔بے نظیر بھٹو نے اس کی تلافی کے لیے میثاق جمہوریت دستاویز تیار کی اور نواز شریف کو آمادہ کیا لیکن اسٹیبلشمنٹ نے موقع نہیں دیا۔آصف علی زرداری کو موقع ملا بلکہ اس نے سیاسی فہم و فراست کے ذریعے موقع پیدا کیا اور 2010 میں، میثاق جمہوریت کے مطابق اٹھارویں ترمیم کی تیاری کے وقت پیپلز پارٹی نے آئین سے ضیا دور کے قوانین ختم کرنے کی کوشش کی تھی۔تو نواز شریف نے یہ ترامیم ختم نہیں کرنے دیں اور کہا کہ آئین کی شق 62 اور 63 سمیت ضیا دور کی کی گئی قانون سازی ختم نہیں ہو سکتی۔یہ قوانین پاکستان کی اساس ہیں۔پاکستان کی سیاسی تاریخ میں یہ ایک گولڈن چانس تھا اور سیکولرازم کی طرف ایک قدم تھا جسے نواز شریف کی ہٹ دھرمی نے گنوا دیا۔

بھٹو کی پھانسی کے بعد جن جماعتی دانشوروں نے بھٹو کو مذہبی انتہا پسندی کا ذمہ دار قرار دینے کی مہم چلائی تھی اب پٹواری صحافیوں نے اس کا چارج سنبھال لیا۔ ہے۔اور مذہبی قوانین کو پاکستان کی اساس قرار دینے والے کو پٹواری صحافی اب اسے سقراط، منصور اور مارٹن لوتھر کنگ کی صفوں میں شامل کر رہے ہیں اور الٹا بھٹو پر الزام لگاتے ہیں کہ اس نے ارتقا کو زنجیریں پہنا دیں۔یہ تحریر مضمون نگار کے ذاتی خیالات اور رائے پر مبنی ہے، ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

(بشکریہ ہفت روزہ لاہور لندن)

......☆......☆......☆......

......☆......☆......☆......



سیرت حضرت مسیح موعودؑ (حضرت خلیفۃ المسیح اول کی تحریرات کی روشنی میں)

انجینئر محمود مجیب اصغر



اللھم صلی علی محمد و علی عبدك المسیح الموعود

(حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ 495)

وہ تو خادم دین رسول اللہ ہیں

حضرت صاحب تو یہ فرماتے ہیں

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم

وہ تو خادم دین رسول اللہ ہیں اور نام غلام احمد ہے اور اس قرآن اور شریعت کے جو آنحضرت لائے ہیں تابعدار اور سچے فرماں بردار ہیں

(ارشادات نور جلد سوم صفحہ 270)

بیعت اور شرائط بیعت

حضرت خلیفۃ صاحب (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کو اللہ تعالیٰ نے الہام کیا کہ لوگوں سے بیعت لیں کہ آپ بیعت کا طریق نہ جانتے تھے تو آپ نے توجہ کی کہ کس طرح بیعت لوں اللہ تعالی کی طرف سے اشارہ ہوا اور ان دس شرائط بیعت کی تفہیم ہوئی (ارشادات نور جلد سوم صفحہ 427،428)

حضور نے جب میری بیعت لی تو میرا ہاتھ پہنچے سے پکڑا حالانکہ دوسروں کے ہاتھ اس طرح پکڑتے جیسے مصافحہ کیا جاتا ہے پھر مجھ سے دیر تک بیعت لیتے رہے اور تمام شرائط بیعت کو پڑھوا کر اقرار لیا اس خصوصیت کا علم مجھے اس وقت نہیں ہوا مگر اب یہ بات کھل گئی (ارشادات نور جلد جلد سوم صفحہ 425)

دعاوی اور مقام

مرزا صاحب امتی ہیں اپنا نام ہمیشہ غلام احمد فرماتے رہے جس طرح ہم لوگ ابراہیم، اسماعیل وغیرہ نام رکھ لیتے ہیں اسی طرح خدا نے ان کا نام عیسی رکھا بنی اسرائیل کا عیسی فوت ہو چکا ہے عیسی کے نزول کا مسئلہ الفاظ قرآنی

انزلنا علیکم المن والسلوی (البقرہ:58) وانزل لکم من الانعام ثمانیة ازواج (الزمر:7)

غور کرنے سے حل ہو جاتا ہے کیونکہ لوہا وغیرہ جیسے اترے ایسا ہی عیسی علیہ السلام کا نزول ہے یہ معنی نہیں کہ آسمان سے اتریں مرزا صاحب کا ایک شعر ہے

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب

ہاں ملہم استم وز خداوند منزرم (درثمین فارسی صفحہ 113)

کیا مرزا صاحب مہدی تھے

ہاں مہدی تھے آپ کے صدق کی دلیل وہ حدیث ہے جو دارقطنی صفحہ 188 میں اہل بیت سے مروی ہے کہ ماہ رمضان میں سورج گرہن لگنے کی درمیانی تاریخوں میں اور چاند گرہن لگنے کی پہلی تاریخ میں ہوگا یہ نشان آپ کے دعوی کے ساتھ ظاہر ہوا

کیا مسیح اور مہدی ایک ہیں

ابن ماجہ صفحہ 257 میں حدیث ہے لا مھدی الا عیسی

اور مسند امام احمد حنبل میں بھی یہ حدیث ہے جلد 2 صفحہ 411

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یوشك من عاش منکم ان یلقی عیسی ابن مریم اماما مھدیا و حکما عدلا فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و الجزیة و تضع الحرب اوزارھا اور ہمارے نزدیک کئی مھدی ہیں ابوبکر، عمر، عثمان، حیدر کرار، عبداللہ بن زبیر، محمد عبداللہ بن حسن مثنی، مہدی ہارون کے والد فاتح قسطنطنیہ مگر جو مسیح کے زمانہ میں مہدی ہوگا وہ مھدی اور عیسی ایک ہے

(ارشادات نور جلد سوم صفحہ 83،84)

احمد رسول

میں مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد (الصّف: 7) کی پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق مانتا ہوں کہ یہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی کے متعلق ہے اور وہی احمد رسول ہیں (ارشادات نور جلد دوم صفحہ 445)



تحریک لبیک، یہودی اور جاوید چوہدری

(مضمون نگار شاہین سانگلوی)

محترم جاوید چوہدری صاحب وطن عزیز میں صحافت کا ایک بڑا نام ہیں۔آپ صحافی ہیں،کالم نگار ہیں،تجزیہ نگار ہیں،اور سب سے بڑھ کر داستان گو مورخ اور سفر نامہ نگار ہیں۔ 10 جولائی کی ایک دوپہر میں آپ نے دو بزرگ یہودی عورتوں کو یعنی سیلیا اور اینڈی کو صرف ایک سوال پوچھ کر لاجواب کر دیا۔آپ اُس وقت پولینڈ میں وارسا کے یہودی میوزیم کے سامنے موجود تھے۔آپ اپنے کالم میں اس واقعہ کی رپورٹنگ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ''میں نے آخر میں سیلیا اور اینڈی سے ایک سوال کیا اور وہ خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگیں اور مجھے وارسا کے یہودی میوزیم کے سامنے محسوس ہوا کہ دونوں بزرگ خواتین لاجواب ہو چکی ہیں''

آپ نے وارسا شہر کی وزٹ کے دوران ایک مجمع دیکھا جو ایک سنگر کو سن رہا تھا۔ یہودیوں کی یادگار کے سامنے اسرائیل سے آئے نوجوان زائرین بیٹھے تھے،یادگار کے سامنے نوجوان یہودی سنگر عبرانی زبان میں گانا گا رہی تھی اور اس کے سامنے زمین پر بیٹھ کر وہ اداس گانا سن رہے تھے۔خاتون یہودی سنگر کے ہاتھوں میں گٹار تھا وہ اداسی کا مجسمہ بنکر یادگار کی سیڑھیوں پر بیٹھی تھی یہودی نوجوان اس کی لے میں لے ملا رہے تھے۔سیلیا اور اینڈی مجمع کے قریب کھڑی تھیں اور وہ بھی منہ ہی منہ میں بول دہرا رہی تھیں گانا ختم ہوا تو میں نے سیلیا سے پوچھا'' آپ لوگ اتنے اداس کیوں ہیں'' دونوں بیک آواز بولیں''ہمیں جرمنوں کے ظلم یاد آرہے ہیں''میں نے اس کے بعد ان سے وہ سوال پوچھا جس کے جواب میں دونوں خاموش ہوگئیں۔میں نے ان سے پوچھا'' آپ لوگوں کو اگر جرمنوں کے مظالم یاد ہیں تو پھر آپ آج فلسطینی مسلمانوں کے لئے ہٹلر کیوں بن گئے ہیں؟ آپ آج فلسطینیوں کے لئے جرمن کیوں ثابت ہو رہے ہیں؟سیلیا اور اینڈی نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور خاموشی سے سر جھکا لیا'' (روزنامہ ایکسپریس 14 جولائی 2014)

محترم جاوید چوھدری صاحب جب ہندوستان میں ہندوتوا کے حامی ماب لنچنگ کے نام پر مسلمانوں کو ڈنڈے مارتے ہیں۔جب فرانس میں مذہب بیزار آزادی کے نام پر مسلمان بی بی کے حجاب کو تار تار کرتے ہیں۔جب ڈنمارک والے پریس کی آزادی کے نام پر کارٹونوں والی گھٹیا حرکت کرتے ہیں۔جب امریکی اپنے تکبر اور فرعونیت کے زعم میں قرآن پاک جیسے مطہر و مقدس اوراق کو جلانے کی جسارت کرتے ہیں ۔جب زمینی خدا لیبیا،عراق،افغانستان،کشمیر میانمار اور پتہ نہیں کہاں کہاں مسلمانوں کے لئے زمین کو تنگ کرتے ہیں۔جب زمینی فرعون،زمین کے کسی بھی کونے میں ،کسی مسلمان کو جسمانی،روحانی،سماجی اور معاشی عذاب کا شکار بناتے ہیں۔ تو ہر صاحب دل مسلمان اس ناہمواری اور غیر مساوی سلوک پر کرب سے بلبلا اُٹھتا ہے۔پاکستان کے سابقہ وزیر اعظم صاحب یو این او میں کھڑے ہو کر پوری دنیا کی توجہ اس ظلم کی طرف پھیرتے ہوئے فرما رہے تھے کہ تمہیں اندازہ نہیں کہ تمہاری ان اہانت آمیز حرکتوں سے ہمارے دل میں کتنی درد ہوتی ہے۔

محترم جاوید چوہدری صاحب سے اور ان کی وساطت سے ہر صاحب دل اور صاحب ظرف سے میرا بھی جاوید چوہدری صاحب والا ہی سوال ہے کہ'' آپ لوگوں کو اگر جرمنوں کے مظالم یاد ہیں تو پھر آپ آج فلسطینی مسلمانوں کے لئے ہٹلر کیوں بن گئے ہیں؟'' آپ لوگوں کو اگر انڈیا، ڈنمارک،فرانس اور امریکہ کے مظالم برے لگتے ہیں تو پھر آپ آج احمدیہ کمیونٹی کے لئے وہی مظالم کیوں روا رکھنا چاہتے ہیں؟

کیوں ایک ڈی سی صاحب کو درخواست دی جاتی ہے کہ ان کو تمام شہروں سے بے دخل کر کے ربوہ میں بند کر دیا جائے؟ جیسے وارسا شہر

میں یہودیوں کو اونچی اونچی دیواریں لگا کر بند کر دیا تھا۔ کیوں تحریک لبیک کے لوگ احمدیوں کو کہتے ہیں کہ نعرہ لگاؤ خادم رضوی زندہ باد جو نہیں لگا تا اس کو خنجر مار مار کر قتل کر دیتے ہیں۔ ابھی اوکاڑہ کے نواحی گاؤں میں اور اب ربوہ شہر کے اڈے پر قتل اس کی تازہ مثال ہیں۔ اور وہ کیا جنرل سیکرٹری صاحب نعیم چٹھہ قادری صاحب خطاب کر رہے تھے کہ ہم نے احمدی عورتوں کے حمل گرا دینے ہیں۔ احمدی کوئی پیدا ہی نہیں ہونے دینا جو پیدا ہو گئے ہیں ان کو زندہ نہیں چھوڑنا۔ بتائیں ہٹلریت اور کیا ہے اور فرعونیت اور کیا ہے؟

1984 کو گزرے 38 سال ہو گئے امتناع قادینیت آرڈیننس 1984 کی روشنی میں کسی احمدی کو سانس بھی اونچا لینے کی اجازت نہیں مگر پھر بھی پرویز الٰہی صاحب ہوں یا جاوید لطیف صاحب ہر چڑھتے دن میں احمدی گلا دبانے کا عزم دہراتے نظر آتے ہیں۔ پچھلے 38 سال میں اگر کسی پاکستانی نے کسی اخبار میں کسی ٹی وی پر کسی جلسے میں کسی پبلک پلیس پر احمدی کو بولتے سنا یا دیکھا ہو تو بتائے۔ بولنا، لکھنا، جواب دینا، غصہ کرنا، ہنسنا، کھیلنا ،جمع ہونا، سلام دعا کرنا سکولوں کالجوں میں پڑھنا حتیٰ کہ صبح نماز کے لئے بچوں کا لوگوں کو درود پڑھتے ہوئے اُٹھانا سب منع ہے قانونی طور پر سختی سے منع ہے جیلیں ہیں سزائیں ہیں مگر پھر بھی ہر عالم دین سیرت نبوی کے جلسوں میں جماعت احمدیہ کو للکار رہا ہوتا ہے ابھی کل لاہور جامعہ اشرفیہ میں جناب ابتسام الٰہیٰ ظہیر صاحب جناب پرویز الٰہی صاحب وزیر اعلیٰ صاحب کی موجودگی میں جماعت کو مباہلے کا چیلنج دے رہے تھے

یوں تو پاکستان کی سرزمین احمدیہ کمیونٹی کے لئے رہائش کے لئے کبھی بھی آسان نہیں رہی۔ 1953 کے ہنگامے ہوں یا 1974 کی قتل وغارت گری، 198 کی قانونی بندشیں ہوں یا 2015 کے بم دھماکے۔ ہر دن ایک نئی آزمائش کا ہوتا ہے۔ زیادتی کی یہ حد نہیں ہے کہ انہیں قانونی طور پر انسان کی بجائے چار پاؤں والا کوئی جانور قرار دیا جا رہا ہے حد یہ ہے کہ انہیں مجبور کیا جا رہا ہے کہ اس جانور کی طرح زمین پر چلیں اور اس کی طرح بول کر دکھائیں۔ انکار کی صورت میں کہا جاتا کتنے بے شرم ہیں یہ لوگ ، وطن عزیز کے مقدس قانون کی اتنی سادہ سی بات بھی ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

جاوید چوہدری صاحب آپ ہٹلر کا تباہ کردہ شہر وارسا دیکھنے کے لئے اتنی دور تک چلے گئے لیکن آپ کو یہ توفیق نہیں مل رہی کہ اس وارسا کے مقتل کو دیکھ سکیں جو آپ کی ناک کے نیچے خون آشام ہو رہا ہے۔ اگر آپ جماعت احمدیہ پر ہونے والی ناانصافیوں کو اپنا قانونی اور پیدائشی حق سمجھتے ہیں تو پھر اینڈی اور سیلیا کی طرح میرا مشورہ ہے ہندتوا کے ڈندوں اور ڈنمارک کے غندوں کا رونا چھوڑ دیں۔

نوبیل انعام یافتہ ڈاکٹر عبدالسلام کی ایک تاریخی تحریر (ادارہ)



(1989ء میں گورنمنٹ کالج لاہور اپنے قیام کے 125 برس پورے ہونے کا جشن منا رہا تھا۔ مدیر ''ہم سب'' کا تعلیمی زمانہ ختم ہو چکا تھا لیکن خوش قسمتی سے اس برس میرے عزیز دوست اور اعلیٰ پائے کے اردو شاعر ظہور احمد ''راوی'' کے مدیر تھے۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ 125 سالہ جشن کو ''راوی'' کے ایک یادگار نمبر کی صورت میں منایا جائے۔ اور ایسا ہی ہوا۔ ظہور احمد نے جاں سوز مشقت سے ایسی ایسی تحریریں اس شمارے میں شائع کیں کہ راوی کا وہ پرچہ ایک خوشبودار تخلیق کی صورت اختیار کر گیا۔ اس شمارے میں نوبیل انعام یافتہ سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام کی ایک خصوصی تحریر بھی شامل تھی۔ یہ تاریخی تحریر ایک بڑے دماغ کی کاوش ہے، سو اس میں علم کی گہرائی ہے اور اخلاص کی وسعت ہے۔ آئیے یہ 32 برس پرانی تحریر پڑھیں۔)

میرا آبائی گھر جھنگ میں ہے اور گورنمنٹ کالج لاہور میں آنے سے پہلے میں جھنگ کالج کا طالب علم تھا۔ 1938ء میں 12 سال کی عمر میں جھنگ

کالج کا طالب علم بنا۔ اس زمانہ میں یہ ایک انٹرمیڈیٹ کالج تھا۔ تعلیمی کیریئر کی بنیاد اس کالج میں پڑی۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری بعد کی حقیر کامیابیاں جھنگ کالج اور گورنمنٹ کالج لاہور کی تعلیم اور ان کالجوں کے استادوں کی شفقت کی مرہونِ منت ہیں۔

1942ء میں مَیں نے گورنمنٹ کالج لاہور میں انڈر گریجوایٹ کی حیثیت سے داخلہ لیا۔ چار سال تک گورنمنٹ کالج کا طالب علم رہا اور 1946ء میں ریاضی میں ایم۔اے کی ڈگری لینے کے بعد کالج کو الوداع کہا۔ اس چار سال کے عرصہ کی جو باتیں بھلائی نہیں جاسکتیں اور اب بھی یاد آتی ہیں وہ اس کے استادوں، دوستوں اور ساتھیوں کی ہیں جو کہ مسلمان بھی تھے، ہندو بھی اور سکھ بھی۔ بہترین تعلیم کا معیار بھی ابھی تک یاد ہے۔ انگریزی کے استاد پروفیسر ایش کمار تھے۔ وہ اب اسی (80) سال کے ہیں، زندہ ہیں اور ہندوستان میں چندی گڑھ میں رہتے ہیں۔ اقبال کا یہ شعر اکثر سناتے تھے،

طلبم نہایت آں کہ نہایتے نہ دارد
بہ نگاہ نا شکیبے بہ دل امیدوارے
یہ شعر بھی بہت سناتے تھے۔
زشرر ستارہ جوئم زستارہ آفتابے
سر منزلے ندارم کہ بمیرم از قرارے

1981ء میں گورونانک یونیورسٹی میں جب ان سے ملا اور پوچھا کہ اقبال کا کیا حال ہے؟ تو کہنے لگے کہ اب میں غالب پر آگیا ہوں۔ وہ غالب کو دنیا کا سب سے بڑا شاعر مانتے ہیں۔ انہوں نے انگریزی میں غالب پر ایک مستند کتاب بھی لکھی ہے۔

انگریزی کے ایک اور استاد پروفیسر عبداللطیف تھے جن کا انتقال ہو چکا ہے۔ آنرز میں انگریزی پروفیسر سراج الدین پڑھایا کرتے تھے جو بعد میں پرنسپل بھی بنے۔ ریاضی ڈاکٹر ایس ایم چاولہ پڑھاتے تھے۔ وہ اب شاید Kansas University سے وابستہ ہیں۔ مرحوم پروفیسر عبدالحمید بھی ریاضی کے استاد تھے اور کئی دوسرے بھی۔

گورنمنٹ کالج کے قیام کے دوران مجھے کئی طرح سے خدمت کا شرف حاصل ہوا۔ مثلاً مجھے 1945ء میں کالج یونین کا صدر ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ میں نیو ہاسٹل کمیٹی کا بھی صدر تھا۔ ایک خوش قسمتی یہ بھی تھی کہ میں ''راوی'' کے اردو اور انگریزی دونوں حصوں کا ایڈیٹر بھی تھا۔ اس طرح کالج میں قیام کے دوران بہت بھرپور زندگی گزاری۔ ایک بات کا ضرور افسوس ہوتا ہے کہ میں پروفیسر صوفی تبسم کی کلاس سے فائدہ نہ اٹھا سکا۔ وہ فارسی پڑھاتے تھے اور اس زمانے میں Extra Lectures کو Attend کرنے کی روایت نہ تھی۔ اور میں نے فارسی بطور مضمون نہیں رکھا تھا۔ گورنمنٹ کالج کو (کیمبرج کی طرح) یہ روایت قائم کرنی چاہیے کہ چاہے کوئی ایک مضمون نہ بھی لئے ہو، اس میں امتحان میں نہ بیٹھ رہا ہو، تب بھی اسے اپنے پسندیدہ پروفیسر کے لیکچر میں بیٹھنے کی اجازت ہونی چاہیے۔

گورنمنٹ کالج لاہور میں طالب علمی کے بعد 1951ء میں دوبارہ وابستگی ایک استاد کی حیثیت سے بھی رہی اور 1954ء تک میں ریاضی پڑھاتا رہا۔ مگر یہ وابستگی زیادہ دیرپا نہ تھی۔ مجھے پاکستان اور کالج دونوں ہی چھوڑنا پڑے۔ فزکس میں اعلیٰ تحقیق کی نہ تو کالج میں کوئی فضا تھی اور نہ ملک میں۔ راستے دو ہی تھے اور ان میں سے مجھے ایک کو چھوڑنا تھا۔ ایک یہ تھا کہ لاہور میں پڑھاتا رہوں اور اعلیٰ سائنسی تحقیق کو خیر باد کہہ دوں یا پھر کیمبرج واپس چلا جاؤں اور تحقیقی کام کو جاری رکھوں۔ اس صورت میں کالج، لاہور اور پاکستان کو چھوڑنا لازمی تھا۔ بادلِ نخواستہ دوسرا راستہ اختیار کر لیا اور یوں کالج سے رشتہ ٹوٹ گیا۔ لیکن اب میں پھر واپس اپنے تعلیمی زمانہ کی طرف آتا ہوں۔

مَیں گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم اے کرنے کے بعد 1946ء میں کیمبرج پہنچا۔ کیمبرج کے کلاس روم میں طالب علم اس انداز سے بیٹھتے ہیں جس طرح نماز سے پہلے نمازی مسجد میں آکر بیٹھتے ہیں۔ لیکچرر کے آنے سے پیشتر ایک سناٹا ہوتا ہے۔ لیکچر کے درمیان میں انگریزی طالب علم چار چار قسم کی سیاہیوں والا قلم اور صحیح لکیریں ڈالنے کے لئے رولر استعمال کر رہا ہوگا۔

اس کی نوٹ لینے والی کاپیاں ایسی احتیاط سے لکھی گئی ہوں گی جیسے پروفیشنل خوش نویس لکھ رہا ہو۔ میرے ساتھ والے طالب علم براہ راست سکولوں سے آئے تھے، عمر میں مجھ سے سب کم تھے لیکن ان کی خود اعتمادی اور امنگوں کا وہ عالم تھا جسے تحصیل کرنے کے لئے مجھے کم از کم دو سال درکار ہوئے۔ وہ ایسے ماحول سے آئے تھے جس میں ان کے سکولوں کا ہر استاد اچھے پڑھنے والے بچوں کو یہ سمجھا کر کیمبرج روانہ کرتا تھا کہ عزیزتم اس قوم کے فرزند ہو جس میں نیوٹن پیدا ہوا تھا۔ اور ریاضی کا علم تمہاری میراث ہے، اگر تم چاہو تو تم بھی نیوٹن ہو سکتے ہو۔

کیمبرج میں ڈسپلن کا انداز بھی میرے لئے نیا تھا۔ کیمبرج میں بی اے کا امتحان آپ زندگی میں صرف ایک بار دے سکتے ہیں۔ آپ خدانخواستہ فیل ہو جائیں تو پھر دوسری بار امتحان دینا ممکن نہیں۔ ہاسٹل کے ڈسپلن کا یہ عالم تھا کہ دس بجے رات تک آپ بلا اجازت کالج سے باہر رہ سکتے ہیں۔ دس سے بارہ بجے تک ایک پینی جرمانہ لیکن اگر آپ بارہ بجے کے بعد آئے تو سات دن کی Gating ہوگی اور اگر سال کے دوران تین بار ایسا ہوا تو آپ کو کیمبرج سے نکال دیا جائے گا۔ کیمبرج میں ہر طالب علم Adult تصور کیا جاتا ہے اپنے سب کاموں میں مکمل ذمہ دار گنا جاتا ہے اس سے بے جا تعرض نہیں ہوتا لیکن اس کے ساتھ سزائیں بھی وحشیانہ تھیں، جنہیں وہ طالب علم مردانہ وار قبول کرتے تھے۔ کیمبرج میں یہ سختیاں 1968ء کے بعد سے ہٹ گئیں۔ کیمبرج کا طالب علم ہاتھ سے کام کرنے کا عادی ہوتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ پہلے دن جب میں St. Johns College [غالباً St. John's College] پہنچا میرا تیس سیر کا بکس ریلوے اسٹیشن سے تو Taxi پر چلا آیا لیکن جب کالج پہنچ کر میں نے پورٹر کو بلایا اور کہا یہ میرا بکس ہے تو اس نے کہا کہ ٹھیک ہے وہ Wheel Borrow ہے آپ اسے اٹھایئے اور باقیوں کے ساتھ اپنے کمرے میں لے جایئے۔ میں ان پرانے قصوں کی بازخوانی محض ذاتی حظ لینے کے لئے نہیں کر رہا۔ میں تعلیم اور علم نوازی کے موضوع پر چند گزارشات کرنا چاہتا ہوں اور اس سلسلے میں یہ داستانیں میرے مضمون کا حصہ ہیں۔

ہماری تعلیمی اور اقتصادی ترقی کا آپس میں گہرا تعلق ہے، تعلیمی پسماندگی اور خصوصیت سے غلط اور ناقص تعلیم ساری قوم کا مسئلہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان اس وقت جس بحران سے گزر رہا ہے۔ اس کی بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ قوم نے اپنے تعلیمی نظام کی طرف توجہ نہیں دی۔ تعلیمی نظام کا اولین کام شخصی کردار کو ڈھالنا تصور کیا جاتا ہے۔ کردار کی جو بنیاد کالج میں بنتی ہے وہ زندگی بھر شاید ہی بدل سکتی ہے لیکن اس تحریر میں میں شخصی کردار کے بارے میں عرض نہیں کروں گا۔ میرا رخ ہمارے تعلیمی نظام کے قومی پہلوؤں کی طرف ہے۔

پاکستان کی 40 سالہ تاریخ میں سب سے اہم مسئلہ قومیت کا مسئلہ رہا ہے۔ پاکستان کا قیام ایک معجزہ تھا۔ دو سو سال کی غلامی کے بعد پاک پروردگار نے ہمیں ایک خطہ عطا فرمایا جسے ہم جیسے چاہتے بنا سکتے تھے۔ لیکن اس طویل عرصہ میں اپنے اندر احساس یگانگت، احساس اخوت اور احساس قومیت پیدا نہ کر سکے۔ چنانچہ اس پاک ذات نے ہمیں نااہل سمجھ کر اپنی وہ نعمت اور امانت اپنی پہلی صورت میں ہم سے واپس لے لی۔

قیام پاکستان کے بعد ہمارے تعلیمی نظام کا اولین فرض یہ ہونا چاہیے تھا کہ ہماری یگانگت اور قومیت کے احساس کو پختگی دیتا۔ یگانگت اور قومیت کا تصور مختلف زمانوں میں بدلتا چلا آیا ہے۔ آج کے تصور کے لحاظ سے دنیا کے کئی ملکوں اور قوموں کی مثالیں ملتی ہیں جن کا استحکام محض ان کے تعلیمی نظام کا مرہون منت ہے۔ مثال کے طور پر امریکہ کا حال لیجیے۔ امریکہ میں انگریز، آئرش، جرمن، اٹالین، سویڈش، فرانسیسی، سب قبیلوں کے لوگ بستے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو یورپ میں اپنی علیحدہ قومیت کے لئے دو عالمی جنگوں میں جانیں دے چکے ہیں۔ ان کی زبانیں امریکہ آنے سے پہلے مختلف تھیں۔ مذہب مختلف تھے اور اب بھی ہیں لیکن امریکہ کے تعلیمی نظام نے جیسے ایک Cruible میں پگھلا کر ان قبیلوں کو ایک واحد قومیت میں منسلک کر دیا ہے۔

(بشکریہ 'ہم سب' 10/ اپریل 2021ء)



محترم انصار عباسی صاحب کے نام

(طارق بلوچ جرمنی)

محترم انصار عباسی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

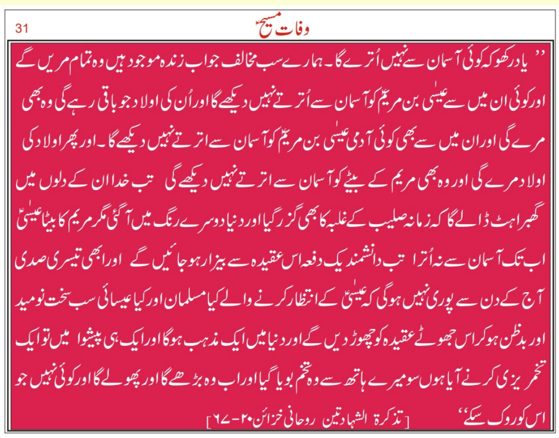
24 نومبر 2022ء کے روزنامہ جنگ میں آپ کا کالم "سندھ حکومت سیکولر ازم کے راستے پر" پڑھا۔ آپ نے جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے سابق سینیٹر پروفیسر ابراہیم کے حوالہ سے لکھا ہے کہ سندھ حکومت بسلسلہ نصاب اپنا ایک الگ ہی رستہ متعین کر رہی ہے۔ جیسا کہ تعلیمی و تدریسی مہارتیں سکھانے کی آڑ میں موسیقی، رقص اور اداکاری کا فروغ۔ سوال پیدا ہوتا ہے کیا اسلام میں فنونِ لطیفہ (Fine Arts) کی گنجائش نہیں؟ یہ تو دنیا کو ڈھنگ سے برتنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اور اسلام نے بھلا کب خلقِ خدا پر ہنسنے مسکرانے کی پابندی عائد کی ہے، کوئی قدغن لگائی ہے؟ کہتا ہوں سچ، آپ لوگوں کی روز افزوں بڑھتی تنگ نظری نے اس خوبصورت ملک اور اس سادہ دل قوم کو بنام مذہب مسلسل ایک اذیت میں مبتلا کر رکھا ہے۔ یوں نہ سہی، نصف صدی کا تو یہ قصہ ضرور ہی ہے۔ آپ کو کتنی مثالیں دُوں؟

جو آگ لگائی تھی تم نے اس کو تو بُجھایا اشکوں نے
جو اشکوں نے بھڑکائی ہے اس آگ کو ٹھنڈا کون کرے

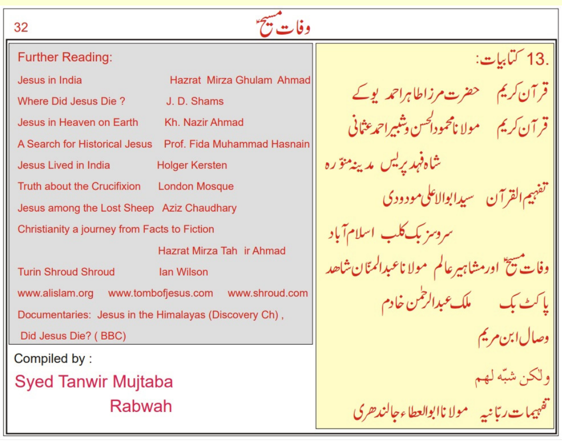
ذرا سوچیں تو سہی!! اَب مجھے بتائیں سیالکوٹ کی ایک فیکٹری میں کام کرنے والے اُس سری لنکن ملازم کا کیا قصور تھا جسے آپکے تربیت یافتہ "مسلمانوں" نے نہایت بے دردی کے ساتھ موت کے منہ میں دھکیل دیا؟ وُہ غریب الوطن تھا۔ ہمارا مہمان تھا۔ رزقِ حلال کما رہا تھا۔ ہماری ترقی میں اپنا حصہ ڈال رہا تھا۔ اگر بغور دیکھا جائے تو اُس کی ساری محنت اُسی کوشش کا ایک تسلسل ہی تو تھی کہ کسی طور ہم کشکول بردار پاکستانی آئی ایم ایف کے دَر سے، جہاں ایک مدّت سے ہم "تصّورِ جاناں" کئے بیٹھے ہوئے ہیں، اُٹھ جائیں! بخدا آپ ایسی ہی تنگ نظری کی بدولت اپنے اس دُور اُفتادہ قاری کو وقتاً فوقتاً مایوسی کا شکار کرتے رہتے ہیں اور آپ کا مذکورہ کالم بھی اِسی گھٹن آمیز سلسلہ ہی کی ایک کڑی تھا۔ آپ کو شاید یہ علم ہی نہیں کہ وسیع مفہوم کی حامل اس آیت شریف "لَا اکراہ فی الدین" کے اعلانِ عام کے ساتھ اسلام دراصل اپنی اصل میں ہے ہی سیکولر اور لبرل۔ مگر آپ اور آپکے ہم فکر جتھوں نے ان لفظوں، انکے استعمال کنندگان اور اس صفت کے سب حاملین کو گالی بنا کر رکھ دیا ہے۔ قوم میں ایک شدید قسم کی فکری بے راہروی کو بھی جنم دیا ہے۔ معذرت کے ساتھ، اب آپ جیسوں کا قلم اِسی جہالت کے فروغ کیلئے وقف نظر آتا ہے۔ اور یہ اس فہم اسلام کا نقد نتیجہ ہے کہ اسلام کے نام پر بنے ملک میں آج سوائے اسلام کے باقی سب کچھ ہے۔ اب ہم بجا طور پر پاکستان کو "مسلمانوں" کا ملک تو کہہ سکتے ہیں، اسلامی ہرگز نہیں۔ یہاں تو لوگ خدا کو بھی بھول بلکہ اُس سے باقاعدہ اُلجھ بیٹھے ہیں۔ ایسے میں کہاں کا اسلام اور کیسا اسلام؟ اگر آپ کو کسی بھی شعبۂ حیات میں، روزمرہ کے معاملات میں اسلام نام کی کوئی چیز دکھائی دیتی ہے تو برائے کرم اُس کی تفصیل اپنے قارئین کیلئے ضرور لکھیے گا۔ اسلام میں عبادات کا روزوں اور قربانی کا ایک بڑا فلسفہ، اُس کا مقصد وحید انسان کو شیطان بنانے سے روکنا اور نفس کشی کی راہ پر لگانا ہے۔ جبکہ ہمارے ہاں تو نفس پروری اور نفسانفسی کا بازار گرم ہے۔ اور ستم بالائے ستم یہ کہ وہ بھی بنام خدا۔ ظاہر ہے میں عمومی بات کر رہا ہوں وگرنہ اچھے لوگ اور اچھے مسلمان بھی پاکستان میں موجود اور اُن کا وجود کسی غنیمت سے کم نہیں۔ اور یقیناً اُن کے دم قدم سے ہی ہمارا کچھ بھلا بُرا بھرم، کچھ آبروئے وطن قائم ہے وگرنہ کھیت تو کب کا چُگا جا چکا!! کیا یہ بات انتہائی باعثِ تعجب نہیں کہ ہمارے اس پیارے ملک کی قومی اسمبلی حدود اللہ میں کھُلا کھُلا تجاوز کرتے ہوئے بڑی شوخ چشمی کے ساتھ دوسروں کے عقائد پر تو محض تعبیر

کے اختلاف کی وجہ سے اپنا فیصلہ سُنا دیتی ہے کہ کون کافر اور کون مسلمان! لیکن جب اسی اسمبلی میں ایک ہندو رکن شراب پر پابندی لگانے کا بل پیش کرتا اور جس کی قرآن شریف میں بھی ممانعت ہے تو مسلمانوں کی اُس اسمبلی میں اُسے مسترد کر دیا جاتا ہے۔ یہ تو ایک غیر مسلم رکن اسمبلی ڈاکٹر رامیش کمار کی بات تھی، آپ تو ماشاء اللہ اچھے خاصے مسلمان ہیں، صاحبِ علم وقلم ہیں۔ اور بطور صحافی ہر چھوٹے موٹے واقعہ کو اپنا مُوضوعِ سخن بھی بناتے رہتے ہیں۔ یہاں آپکو یاد دلاتا چلوں۔ فیصل آباد میں شادی سے انکار کی پاداش میں خدیجہ نامی میڈیکل کی ایک طالبہ کی تذلیل اور اس سے جوتے چٹوائے جانے کے واقعہ پر بہت سوں نے اپنے اپنے رنگ میں صدائے احتجاج بلند کی اور بہت اچھا کیا۔ اگر میری یادداشت دھوکہ نہیں دے رہی تو شاید آپ نے بھی اُس انسانیت سوز واقع کے خلاف کالم لکھا تھا، مگر اسی شہر سے کوئی تیس چالیس کلومیٹر کی مسافت پر واقع چناب نگر نامی ایک قصبے کے بس اسٹاپ پر عین اُنہی دنوں میں وہاں کے ایک مقامی باشندے نصیر احمد کو تحریک لبیک کا ایک مذہبی جنونی کارکن چھریوں کے پے دَر پے وار کر کے قتل کر دیتا ہے مگر اُس قتلِ ناحق، پوری انسانیت کے خلاف کئے گئے اُس سنگین جُرم کے ارتکاب پر اپنے ان سب مفسروں کا قلم خاموش اور ضمیر یُوں سویا رہا جیسے منتخب انصاف بھی گویا اسلام ہی کی ایک تعلیم اور کلمۂ حق کا بھی کوئی مخصوص مقام متعین ہے کہ کہاں بُولنا اور کہاں چُپ رہنا ہے۔ آہ! آپ کو ملک کی نصف آبادی کی نمائندگی کرتی خاتون کا PTV پر ورزش کرنے اور سکھانے کا عمل تو بظاہر (دِلوں اور نیتوں کا معاملہ حوالہ بخدا) بڑا ناگوار اور معیوب لگتا ہے مگر دوسری طرف ایک قتلِ ناحق کو دیکھ کر بھی ایسے چپ جیسے دستِ قاتل نے آپ کے لئے جنت کی راہ ہموار کر دی ہو۔

پنجاب کا موجودہ وزیرِ اعلیٰ اپنے سامعین کو ترکی طرز کی ایک نیلی مسجد بنائے جانے کی نوید سُناتے ہوئے کہتا ہے اس میں قادیانیوں کو داخلے کی اجازت نہیں ہوگی۔ یہ اعلان سُن کر سامنے کھڑے لوگ دیوانہ وار تالیاں مارنے لگتے ہیں۔ لیکن اِس کھُلی کھُلی اسلام مخالف جارحیت اور جہالت پر بھی آپ کو چُپ لگی رہتی ہے۔ حالانکہ دونوں، مقرر اور سامعین نے غلط کہا اور غلط کیا۔ مسجد کے باب میں ایسی کوئی ہدایت قرآن وحدیث اور سنت سے ثابت نہیں۔ ہاں اگر کچھ ثابت ہے تو وہ اس اعلان کے بالکل برعکس بات اور ہدایت ہے۔ وہ یہ کہ مسجد اللہ کا گھر اور اُس کے دروازے سب پر کھلے ہیں۔ پاکستان میں اسلام کے علمبردار ہونے کے ناطے لازم تھا کہ آپ اُن ننگِ اسلام لوگوں کی اُسی وقت گرفت کرتے اور اُنہیں بتاتے اور سمجھاتے کہ یہ خوش ہونے اور تالیاں بجانے کا نہیں، ماتم کا مقام ہے! آپ تب بھی چُپ رہتے ہیں جب یہی وزیرِ اعلیٰ حسب سابق تحریک لبیک والوں (نہ کہ اللہ) کی خوشنودی اور محض اپنے چند ووٹوں کی خاطر نکاح فارم میں بھی مذہبی شقوں کو گھسیٹ لاتا ہے۔ یہ مذہب فروشی تو ہے ہی، لیکن یہ عورتوں کے بُنیادی حق پر بھی ایک ڈاکہ ہے۔ یہ ایک عورت کی مرضی اور اُس کی زندگی کا سوال ہے۔ اپنے جیون ساتھی کا فیصلہ اور انتخاب اُس کا حق ہے۔ وہ جس سے چاہے شادی کرے نہ کرے آپ کون ہوتے ہیں اپنی سیاست کے لئے اُن کا گلا گھونٹنے والے؟ پاکستانی مردوں کو تو یہ سہولت ملک اور ملک سے باہر بھی میسر ہے اور وہ یورپین اور امریکی خواتین وغیرہ سے شادیاں رچاتے بھی ہیں تو عورتوں کے لئے ایک الگ سے قانون کیوں کہ اس سے


31 وفات مسیحؑ

”یادرکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا۔ ہمارے سب مخالف جواب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریمؑ کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا اور اُن کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریمؑ کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا اور دنیا دوسرے رنگ میں آ گئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰؑ اب تک آسمان سے نہ اُترا تب دانشمند یک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰؑ کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سب سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے اور دنیا میں ایک مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے“ [تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن ۲۰-۶۷]


32 وفات مسیحؑ

13. کتابیات:

قرآن کریم حضرت مرزا طاہر احمد یو کے
قرآن کریم مولانا محمود الحسن وشبیر احمد عثمانی
شاہ فہد پریس مدینہ منورہ
تفہیم القرآن سید ابوالاعلیٰ مودودی
سروسز بک کلب اسلام آباد
وفات مسیحؑ اور مشاہیر عالم مولانا عبدالمنان شاہد
پاکٹ بک ملک عبدالرحمٰن خادم
وصال ابن مریم
ولکن شبّہ لھم
تفہیمات ربّانیہ مولانا ابوالعطاء جالندھری

Further Reading:

Jesus in India — Hazrat Mirza Ghulam Ahmad
Where Did Jesus Die ? — J. D. Shams
Jesus in Heaven on Earth — Kh. Nazir Ahmad
A Search for Historical Jesus — Prof. Fida Muhammad Hasnain
Jesus Lived in India — Holger Kersten
Truth about the Crucifixion — London Mosque
Jesus among the Lost Sheep — Aziz Chaudhary
Christianity a journey from Facts to Fiction — Hazrat Mirza Tah ir Ahmad
Turin Shroud Shroud — Ian Wilson
www.alislam.org www.tombofjesus.com www.shroud.com
Documentaries: Jesus in the Himalayas (Discovery Ch) , Did Jesus Die? (BBC)

Compiled by :
Syed Tanwir Mujtaba
Rabwah

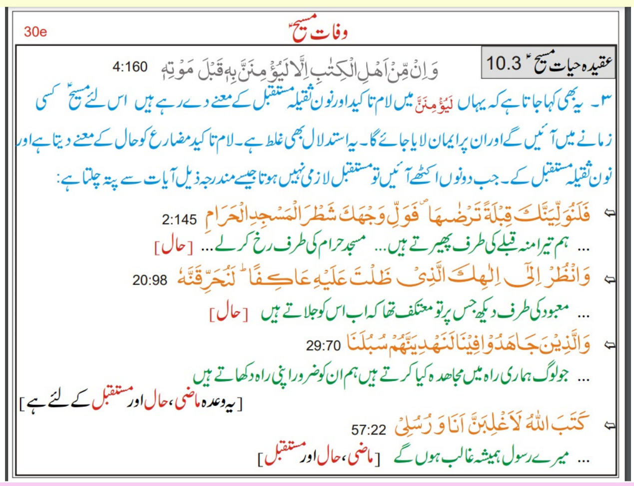
شادی کرو، اس سے نہ کرو؟ گئے دنوں کی بات ہے، میاں ممتاز دولتانہ پر کسی ستم ظریف نے یہ جملہ کسا، اگر دولتانہ سے دولت نکال دی جائے تو پیچھے" آنہ" بچتا ہے۔ خیر ممتاز مرحوم سے ان کی کیا نسبت۔ مگر امر واقع یہ ہے کہ اس ریموٹ کنٹرول چوہدری سے لوٹ مار کا سارا مال اور بینکوں سے معاف کروایا گیا سارا قرض واگزار کروالیا جائے تو یہ آنے کا نہیں۔ اقبال یاد آ گیا

"یہ مسلماں ہیں! جنھیں دیکھ کر شرمائیں یہود"!!

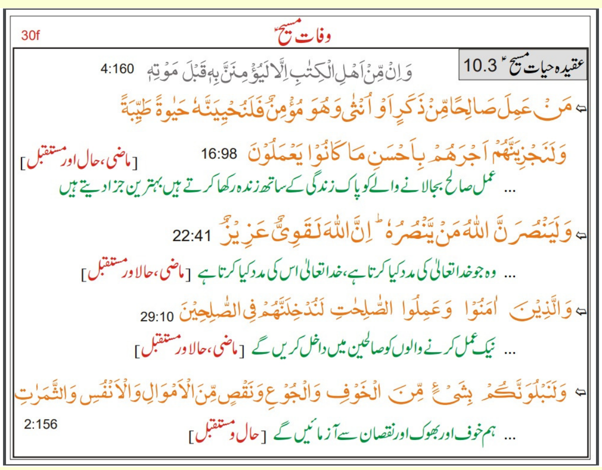
فیصل آباد کی اُس متاثرہ لڑکی کی تو بعد میں ہماری عمومی روایت (امیر بمقابلہ غریب) کے عین مطابق کاروباری شخصیت شیخ دانش سے صلح صفائی ہوگئی مگر اُس مظلوم مقتول کی بیوہ اور اُس کی تین معصوم بیٹیاں آج بھی اپنے شوہر اور باپ کی یاد میں آہیں بھرتی اور اُس کی واپسی کا بچشمِ نم رستہ دیکھتی ہیں۔ انتظار کرتی ہیں۔

ناطقہ سر بہ گریباں کہ اِسے کیا کہیے؟

سندھ حکومت بھی مسلمانوں کی ہی حکومت ہے سو اگر وہ حدِ اعتدال میں رہتے ہوئے ملک وقوم کو آپکے مسلط کردہ عذاب مسلسل سے نکالنے اور فکر ونظر میں وُسعت پیدا کرنے کا کچھ اہتمام کررہی ہے تو اُس کی تحسین کی جانی چاہیے نہ کہ تنقید۔ آپ سیاست میں لتھڑے پروفیسروں اور فکرِ دنیا میں سر کھپاتی اُن کی جماعتوں کا گروہ دَرگروہ اسلام اُن پر نافذ کرنے کی کوشش نہ کریں کہ قوم اس کا خوب خمیازہ بھگت چکی۔ بلکہ میں تو سمجھتا ہوں دوسرے صُوبوں کے وزرائے اعلیٰ کو بھی سندھ حکومت کی پیروی کرنی چاہیے۔


30e
وفات مسیحؑ
عقیدہ حیات مسیحؑ 10.3
وَاِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ 4:160
۳۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہاں لَيُؤۡمِنَنَّ میں لام تاکید اور نون ثقیلہ مستقبل کے معنے دے رہے ہیں اس لئے مسیحؑ کسی زمانے میں آئیں گے اور ان پر ایمان لایا جائے گا۔ یہ استدلال بھی غلط ہے۔ لام تاکید مضارع کو حال کے معنے دیتا ہے اور نون ثقیلہ مستقبل کے۔ جب دونوں اکٹھے آئیں تو مستقبل لازمی نہیں ہوتا جیسے مندرجہ ذیل آیات سے پتہ چلتا ہے:
⇦ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبۡلَةً تَرۡضٰهَا ۖ فَوَلِّ وَجۡهَكَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ 2:145
... ہم تیرا منہ قبلے کی طرف پھیرتے ہیں... مسجد حرام کی طرف رخ کرلے... [حال]
⇦ وَانۡظُرۡ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِىۡ ظَلۡتَ عَلَيۡهِ عَاكِفًا ؕ لَّـنُحَرِّقَنَّهٗ 20:98
... معبود کی طرف دیکھ جس پر تو معتکف تھا کہ اب اس کو جلاتے ہیں [حال]
⇦ وَالَّذِيۡنَ جَاهَدُوۡا فِيۡنَا لَنَهۡدِيَنَّهُمۡ سُبُلَنَا 29:70
... جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کیا کرتے ہیں ہم ان کو ضرور اپنی راہ دکھاتے ہیں
[یہ وعدہ ماضی، حال اور مستقبل کے لئے ہے]
⇦ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىۡ 57:22
... میرے رسول ہمیشہ غالب ہوں گے [ماضی، حال اور مستقبل]

یُوں بھی پاکستان پیپلز پارٹی کو اِس "اوورڈوز" اسلام کا بڑا تلخ تجربہ ہے۔ کیا آپ جولائی 1977ء میں "مردِمومن مردِحق" کی اُس پہلی تقریر کو بھول گئے ہیں جس میں جنرل ضیاء نے کہا تھا کہ میں نے اسلام کے ایک ادنیٰ سپاہی کے طور پر اس (باغیانہ) ذمے داری کو اُٹھایا ہے۔ پاکستان میں آج آپ جس اسلام کا غلغلہ بلند کئے اور پرچم تھامے ہوئے ہیں اس کا صادق وامین، رحمت العالمین اور خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ دُور دُور تک کوئی تعلق واسطہ کوئی نسبت نہیں۔ آپ لوگ عملاً "حضرت ضیاء الحق علیہ السلام" کے لائے اور متعارف کردہ بے رُوح، بے مغز اور پوست واستخواں سے آراستہ و پیراستہ "اسلامِ نو" کے اسیر، پیرو اور نام لیوا ہیں۔ جس اسلام کا اِس ہمیچد ان نے اپنے بچپن اور لڑکپن (ماقبل ضیاء) میں مشاہدہ کر رکھا ہے، اُس کے تحت لوگ جب اسلام کی بات کرتے یا اپنے مناسب حال اُس پر عمل پیرا ہوتے تھے تو تب اُنکے پیشِ نظر صرف اور صرف آخرت کا خوف ہوتا تھا۔ لیکن آج اسلام کی بات اپنی ذات اپنی کرسی اور اپنی دکان چلانے اور دنیا بچانے کے لئے کی جاتی ہے۔ الّا ماشاءاللہ۔ اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ غلط، دو نمبر کاموں میں ملوث لوگوں کی اکثریت باریش ہوتی ہے۔ باریش سے یہاں مجھے اپنے حضرت شیخ الحدیث مفتی عزیز الرحمان یاد آ گئے۔ بفضل تعالیٰ خاصی لمبی اور سفید داڑھی رکھتے ہیں۔ مجھے موصوف کی وہ تصویر نہیں بھولتی جس میں وہ ہاتھ میں مائیک پکڑے رسالت مآبؐ کا دفاع کرتے نظر آتے ہیں اور پیچھے اسٹیج پر لگے بینر پر لکھا ہے


30f
وفات مسیحؑ
عقیدہ حیات مسیحؑ 10.3
وَاِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ 4:160
⇦ مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً
وَلَنَجۡزِيَنَّهُمۡ اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ 16:98 [ماضی، حال اور مستقبل]
... عمل صالح بجالانے والے کو پاک زندگی کے ساتھ زندہ رکھا کرتے ہیں بہترین جزا دیتے ہیں
⇦ وَلَيَنۡصُرَنَّ اللّٰهُ مَنۡ يَّنۡصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِىٌّ عَزِيۡزٌ 22:41
... وہ جو خدا تعالیٰ کی مدد کیا کرتا ہے، خدا تعالیٰ اس کی مدد کیا کرتا ہے [ماضی، حالا ور مستقبل]
⇦ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدۡخِلَنَّهُمۡ فِى الصّٰلِحِيۡنَ 29:10
... نیک عمل کرنے والوں کو صالحین میں داخل کریں گے [ماضی، حالا ور مستقبل]
⇦ وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَىۡءٍ مِّنَ الۡخَـوۡفِ وَالۡجُـوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ 2:156
... ہم خوف اور بھوک اور نقصان سے آزمائیں گے [حال و مستقبل]

"تحفظ ناموس رسالت ﷺ ملین مارچ ۔منجانب متحدہ مجلس عمل پنجاب"

حضرت آج کل اپنے شاگرد خاص کے ساتھ بدفعلی کے جرم میں جیل یاترا پر ہیں۔ گرفتاری سے قبل شیخ الحدیث نے قرآن پر ہاتھ رکھ کر حلفیہ بیان دیا کہ یہ مجھ پر الزام ہے مگر "ناخلف" شاگرد نے ثابت کیا یہ الزام نہیں سچ ہے۔ اور کہا ہر جمعۃ المبارک کے روز جب استاد جی خطبہ جمعہ کی تیاری کر رہے ہوتے تو اُنکی اس علمی "سرگرمی" کو ساتھ ساتھ ٹھنڈا ٹھار رکھنے کے لئے تب میں بھی، جو خود مستقبل کا ایک عالمِ دین تھا، کچھ یُوں اُنکے زیرِ استعمال رہتا کہ گویا میں تیرا چراغ ہوں جلائے جا بجھائے جا۔۔۔۔۔۔۔اس اندازِ درس و تدریس کی بدولت محض اہلِ مدرسہ ہی نہیں، اہلِ پاکستان بھی پہلی دفعہ حضرت کے توسط سے "دست با کار دِل با یار" کے ایک نئے مضمون اور ایک نئے مفہوم سے آشنا ہوئے!!! سوشل میڈیا پر اس ویڈیو کے وائرل ہونے کے بعد مدرسے (جامعہ منظور الاسلام) نے بھی اپنے اُس "مُوجد" مفتی عزیز الرحمان کو فارغ کر دیا۔

اِسی "اسلام نو" کے اُس سپاہی نے اپنے مُحسن بھٹو کا، اُس کے خاندان، اُس کی جماعت، ملک وقوم اور سب سے بڑھکر اسلام کا (محض اپنی جان بچانے کے لئے) جو حشر کیا اور جو (باعنوان ریفرنڈم بھی) مذاق بنایا اس پر الاّ ماں الحفیظ کے سوا اور کوئی تبصرہ نہیں کیا جا سکتا۔ معاذ اللہ اُس خوف زدہ شخص نے صرف خانہ کعبہ کو مسمار نہیں کیا، باقی سب کچھ کیا اور کروایا۔ اور ہاں یہ بھی یاد رہے بھٹو کی بے نظیر بیٹی بھی آپکے اسی اسلام (جس میں محترم جاوید احمد غامدی صاحب ایسے بھلے اور بڑے لوگوں کے لئے تو کوئی جگہ نہیں جبکہ ملک وقوم کو لوٹ کھانے اور گمراہی پھیلانے والے سب یہاں معتبر بلکہ مسند نشیں ہیں) کے نام پر قتل ہوئی تھی۔ دیکھیں، دریں حالات یہاں مجھے کس وقت شاعرِ بے مثال کا ایک شعر بے ساختہ یاد آ گیا

ے کعبہ کس مُنہ سے جاؤ گے غالب شرم تم کو مگر نہیں آتی

......☆......☆......☆......

......☆......☆......☆......

قادیاں روشن

مکرم صوفی تصور حسین صاحب اور لیس بریلی ثم قادیانی

نشور نور احمد سے ہے جاں روشن جہاں روشن
زمین و آسماں روشن ، مکیں روشن ، مکاں روشن
طفیل اُس کے ہے ہر سُو روشنی دارین میں پھیلی
ادھر روشن اُدھر روشن یہاں روشن وہاں روشن
ہوا جب جلوہ فرما تخت دل پر نام احمد کا
دل و جاں ہو گیا روشن دہن روشن زباں روشن
منور فیض سے اُس کے ہوا ہے ظاہر و باطن
عذار گلر خاں روشن درون موماناں روشن
وہی ہم گمرہوں کے واسطے شمع ہدایت ہے
اُسی سے خاصگاں کے دل میں ہے باغ جناں روشن
یہ تازہ نور افشانی ہی اُس کی دیکھ لی سب نے
نہاں تاریکی اسلام کی اُس نے عیاں روشن
مٹا کر ظلمت کفر و ضلالت نور پھیلایا
کہ رُوح عارفاں روشن ہے راہ سالکاں روشن
الٰہی نور سے اپنے منور کر میرا سینہ
وجود نور دیں سے جس طرح ہے قادیاں روشن

......☆......☆......☆......

......☆......☆......☆......



گلدستہ

مرتبہ اے آر خان



حدیث نبویؐ

تمام زمین سجدہ گاہ بنائی گئی

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی باتیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ تمام زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور پاک بنائی گئی ہے۔ اس لئے میری اُمت میں سے جس شخص کو جہاں بھی نماز کا وقت آجائے وہیں نماز پڑھ لے۔

(بخاری کتاب الصلوٰۃ)

تفسیر حضرت مسیح موعودؑ کے مطالعہ کی تحریک

آپ کے اپنے الفاظ میں:

حضرت مسیح موعودؑ کی تفسیر کتابی شکل میں یکجا نہیں تھی اس لئے 1969ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنی براہ راست نگرانی میں حضرت مسیح موعودؑ کی کتب، ملفوظات، مکتوبات اور اشتہارات وغیرہ میں بیان فرمودہ تفسیری نکات اور آپ کے ارشادات کو قرآن مجید کی ترتیب کے مطابق یکجا کروا کر شائع کرنے کا انتظام فرمایا۔ چنانچہ آپؒ کی زندگی میں سورۃ فاتحہ سے لے کر سورۃ کہف تک یعنی 15 پاروں سے زائد کی تفسیر پانچ جلدوں میں نہایت اعلیٰ درجہ کے کاغذ پر شائع ہوئی اور اب سارے قرآن کی تفسیر شدہ آیات کتابی شکل میں شائع ہو چکی ہیں۔

تفسیر مسیح موعود کی پہلی جلد جو تفسیر سورۃ فاتحہ پر مشتمل تھی جون 1969ء میں شائع ہوئی۔ حضور نے احباب کو اس سے مستفیض ہونے کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا: میں سمجھتا ہوں کہ ہر احمدی کو غور کے ساتھ اس پہلی جلد کو پڑھ لینا چاہئے اور اس نیت سے پڑھنا چاہئے کہ قرآن کریم سارے کا سارا اس اجمال کی تفصیل ہے۔ اگر کسی شخص کی عقل اور سمجھ اور اس کی محبت ان علوم پر حاوی ہو جائے جو سورۃ فاتحہ میں بیان ہوئے ہیں تو قرآن کریم کے بہت سے مطالب اس کے لئے آسان ہو جائیں گے...... اسے بار بار پڑھیں جو شخص چار پانچ دفعہ اس کو غور سے پڑھ جائے اس کے لئے مضمون سمجھنا آسان ہو جائے گا۔

(خطبات ناصر جلد 2 صفحہ 693)

تفسیر حضرت مسیح موعودؑ بھی پڑھنی ضروری ہے

حضور نے مجلس مشاورت 1980ء میں فرمایا:

''آئندہ دس برس کے اندر ہر احمدی قرآن کریم کی تعلیم اپنی عمر کے مطابق سیکھے۔ یہ کام خدام الاحمدیہ، انصار اللہ، لجنہ اماء اللہ کے ذمہ ہے۔ خدام نے کام شروع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو احسن انجام تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ لجنہ کی رپورٹ آچکی ہے۔ کراچی میں مَیں نے 7 مارچ کے خطبہ جمعہ میں یہ اعلان کیا تھا کہ پہلے مرحلہ میں ہر احمدی گھرانے میں ایک تفسیر صغیر کا ہونا ضروری ہے۔ دوسرے حضرت مسیح موعودؑ کی بیان فرمودہ تفسیر قرآن بھی پڑھنی ضروری ہے۔ سورۃ کہف تک پانچ جلدوں میں چھپ چکی ہے۔ میں نے اس سلسلہ میں انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ کو یہ ہدایت دی تھی کہ وہ ان کے خریدنے کے لئے اپنی اپنی کلب بنائیں اور جماعت ایک کمیٹی بنائے جو ان ہر سہ تنظیموں میں Co-ordination پیدا کرے اور یہ دیکھے کہ ایک کتاب ایک گھر میں چار راستوں سے داخل نہ ہو۔ خدام الاحمدیہ کی تنظیم اگر اپنے خادم کو دے تو پھر لجنہ کو یا انصار کو یا جماعتی لحاظ سے اس گھر میں اس کتاب کو پہنچانے کی اس مرحلہ میں ضرورت نہیں۔ یہ جو سکیم میں نے کراچی سے شروع کی تھی۔ آج اس میں وسعت پیدا کر رہا ہوں اور اس سے ساری جماعت کے لئے دینی تعلیم سکھانے کی بنیاد بنا رہا ہوں۔ یہ سکیم اس سال مکمل ہو جانی چاہئے۔''

(الفضل 18 ر اکتوبر 1980ء صفحہ 1)

❁❁❁❁❁❁❁

دلچسپ و مفید واقعات و حکایات بیان فرمودہ حضرت مصلح موعودؓ

(محمد انور شہزاد)

صفائی ستھرائی

پچھلے دنوں ایک دوست جو عیسائی ہیں اور یہاں امتحانوں کے سپرنٹنڈنٹ بن کر آئے تھے، مجھ سے ملنے کے لئے آئے۔ باتوں باتوں میں کہنے لگے کہ آپ کا جو سولھواں مطالبہ تھا اور جس میں اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی تاکید تھی، اس پر قادیان میں عمل نہیں ہوتا۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں نے تو خود یہ نیّت کی ہوئی ہے کہ اس مطالبہ پر عمل کروں اور جماعت سے کراؤں لیکن آپ جن امور کی طرف توجہ دلا رہے ہیں آپ کو یاد رکھنا چاہئے کہ وہ صرف ہماری نیت اور عمل سے درست نہیں ہو سکتے، ان کے متعلق حکومت کا تعاون بھی ضروری ہے اور وہ ہمارے ساتھ تعاون نہیں کرتی اور اس لئے ہمارے لئے بہت سی مشکلات ہیں۔ پھر میں نے انہیں کہا آپ کو اس بارہ میں ایک لطیفہ بھی سنا دوں۔

ایک دفعہ پادری گارڈن صاحب ڈاکٹر زویمر صاحب کو لے کر قادیان آئے۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم اس وقت زندہ تھے میری ملاقات سے پہلے انہوں نے ڈاکٹر زویمر صاحب اور پادری گارڈن صاحب کو قادیان کے بعض مقامات دکھائے۔

قادیان کی سیر کرنے کے بعد ڈاکٹر زویمر کہنے لگے مجھے خواہش تھی کہ میں دیکھوں کہ اسلامی مسیح کی جماعت نے کہاں تک ترقی کی ہے، کم از کم ظاہری صفائی کے لحاظ سے تو اس کے مرکز نے کوئی ترقی نہیں کی۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم کہنے لگے، ابھی اسلامی مسیح کی حکومت نہیں آئی پہلے مسیح کی ہی حکومت ہے اس لئے قادیان کی صفائی کا الزام پہلے مسیح کی قوم پر ہی آتا ہے۔

(خطبات شوریٰ جلد 2 صفحہ 231)

زندوں سے پہلے مردوں کا خیال

رستوں کا چوڑا ہونا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ اپنے رہنے کے لئے مکان بنانے سے پہلے مردوں کا انتظام کرنا چاہئے۔



آپؑ فرماتے تھے کسی شخص نے مکان بنایا تو زینے اس کے بہت چھوٹے رکھے۔ اتفاقاً ان کے گھر میں ایک موت ہوگئی۔ جو شخص مرا وہ بہت ہی موٹا تھا اسے چھت پر سے اتارنے کے لئے بڑی جدوجہد کرنی پڑی اور لاش کی سخت بے حرمتی ہوئی۔ تو آپ فرمایا کرتے تھے زندوں سے پہلے مردوں کا خیال رکھو۔

(خطبات شوریٰ جلد 2 صفحہ 237)

ایفائے عہد کا شاندار نمونہ

تمہاری اکثریت ایسی ہونی چاہئے کہ اس کے منہ سے جو الفاظ نکل جائیں وہ اٹل ہوں اور جو اقرار وہ کرے اسے ہر قربانی کر کے پورا کرنے والی ہو۔ صحابہؓ پر دیکھو اس تعلیم کا کتنا اثر ہوا۔ انہوں نے یہاں تک اپنے وعدوں کو پورا کیا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ان کی تعریف کرتا اور فرماتا ہے۔ مِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰى نَحۡبَهٗ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّنۡتَظِرُ۔ کہ محمد ﷺ کی امت نے ہماری اس نصیحت کو سن کر ایسا عمل کیا ایسا عمل کیا کہ ان میں سے بعض نے تو اپنے فرائض ادا کر دیئے اور بعض اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لئے پوری مستعدی سے تیار بیٹھے ہیں۔

حدیثوں میں آتا ہے کہ یہ آیت خصوصیت سے ایک صحابیؓ پر چسپاں ہوتی ہے اور اسی صحابیؓ کا واقعہ اس آیت کا شان نزول ہے۔ دراصل شان نزول کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ اس واقعہ کی وجہ سے آیت نازل ہوئی بلکہ اس کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ اس آیت کی زندہ مثال فلاں صحابیؓ میں پائی جاتی ہے۔ تو صحابہؓ اس آیت کے زندہ ثبوت کے طور پر ایک صحابیؓ کا واقعہ پیش کیا کرتے تھے۔

بدر کی جب جنگ ہوئی تو وہ صحابیؓ اس میں شامل نہ ہو سکے۔ جب جنگ ہو چکی اور انہیں معلوم ہوا کہ اس طرح کفار سے ایک عظیم الشان لڑائی ہوئی ہے، تو

انہیں اپنے شامل نہ ہونے کا بہت ہی افسوس ہوا اور اس کا ان کی طبیعت پر ایسا اثر ہوا کہ اس کے بعد جب کسی مجلس میں بدر کی جنگ کا ذکر آتا اور وہ سنتے کہ فلاں نے یوں بہادری دکھائی اور فلاں نے اس طرح کام کیا تو وہ سنتے سنتے کہہ اٹھتے، اچھا کیا، اچھا کیا لیکن اگر میں ہوتا تو بتاتا کہ کس طرح لڑا کرتے ہیں۔ لوگ سن کر ہنس دیتے کہ اب اس قسم کی باتوں کا کیا فائدہ۔ مگر ان کا جو جوش تھا وہ سچ مچ کا جوش تھا، کسی عارضی جذبہ کے ماتحت نہیں تھا بلکہ عشق و محبت کی وجہ سے وہ گھلے جا رہے تھے اور انہیں یہ غم کھائے جا رہا تھا کہ کاش! انہیں بھی خدا کی راہ میں اپنی جان قربان کرنے کا موقع ملے۔

آخر خدا تعالیٰ نے احد کی جنگ کا موقع پیدا کر دیا۔ اس جنگ میں جب مسلمانوں نے کفار کے لشکر کو شکست دے دی اور ان کی فوجیں پراگندہ ہو گئیں تو ایک درّہ تھا جہاں رسول کریم ﷺ نے دس آدمی چن کر کھڑے کئے تھے اور حکم دیا تھا کہ خواہ جنگ کی کوئی حالت ہو تم نے اس درّہ کو نہیں چھوڑنا۔ جب کفّار کا لشکر منتشر ہو گیا تو انہوں نے غلطی سے اجتہاد کیا کہ اب ہمارے یہاں ٹھہرے رہنے کا کیا فائدہ ہے، ہم بھی چلیں اور غنیمت کا مال حاصل کریں۔

چنانچہ ان میں سے سات آدمی درّہ چھوڑ کر چلے آئے اور صرف تین پیچھے رہ گئے۔ ان کے سردار نے انہیں کہا بھی کہ رسول کریم ﷺ کا حکم ہے کہ ہم یہ درّہ چھوڑ کر نہ جائیں مگر انہوں نے کہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مطلب تو نہ تھا کہ فتح ہو جائے تب بھی یہیں کھڑے رہو۔ آپ کے ارشاد کا تو یہ مطلب تھا کہ جب تک جنگ ہوتی رہے درّہ نہ چھوڑو۔ اب چونکہ فتح ہو چکی ہے اس لئے یہاں ٹھہرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ حضرت خالدؓ بن ولید جو اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے نوجوان تھے اور ان کی نگاہ بہت تیز تھی وہ جب اپنے لشکر سمیت بھاگے چلے جا رہے تھے تو اتفاقاً انہوں نے پیچھے کی طرف نظر جو ڈالی تو دیکھا کہ درّہ خالی ہے اور مسلمان فتح کے بعد مطمئن ہو گئے ہیں۔ یہ دیکھتے ہی انہوں نے لشکر میں سے چند آدمی منتخب کئے اور اس درّہ کی طرف سے چڑھ کر یک دم مسلمانوں کی پشت پر حملہ کر دیا۔

مسلمانوں کے لئے یہ حملہ چونکہ بالکل غیر متوقع تھا اس لئے ان پر سخت گھبراہٹ طاری ہو گئی اور بوجہ بکھرے ہوئے ہونے کے دشمن کا مقابلہ نہ کر سکے اور میدان پر کفار نے قبضہ کر لیا۔ یہاں تک کہ رسول کریم ﷺ کے گرد صرف 12 صحابہؓ جن میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمان، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی تھے اور ایک وقت تو ایسا آیا کہ 12 بھی نہیں صرف چند آدمی رسول کریم ﷺ کے ارد گرد رہ گئے اور کفار نے خاص طور پر رسول کریم ﷺ پر تیر اندازی شروع کر دی۔

صحابہؓ نے اس وقت سمجھا کہ اب ہماری خاص قربانی کی ضرورت ہے۔ چنانچہ حضرت زبیرؓ رسول کریم ﷺ کی پیٹھ کی طرف کھڑے ہو گئے تا اس طرف سے کوئی تیر رسول کریم ﷺ کو آ کر نہ لگے اور حضرت طلحہؓ آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اس جگہ جہاں سے تیر گزر کر آتے تھے اپنا ہاتھ رکھ دیا تا کہ تیر ان کے ہاتھ پر لگیں۔ رسول کریم ﷺ کے جسم تک کوئی تیر نہ پہنچ سکے۔ اسی طرح اور صحابی بھی ارد گرد کھڑے ہو گئے۔ چونکہ اس وقت تیروں کی سخت بوچھاڑ ہو رہی تھی اس لئے جس قدر صحابہؓ رسول کریم ﷺ کے ارد گرد کھڑے تھے، وہ گردن سے لیکر زانوں تک تیروں سے زخمی ہو گئے اور ایک انچ جگہ بھی ایسی نہ رہی جہاں انہیں تیر نہ لگا ہو اور حضرت طلحہؓ کا ہاتھ تو تیر لگتے لگتے بالکل شل ہو گیا اور ساری عمر کے لئے ناکارہ ہو گیا۔

بعد میں وہ ایک جگہ کسی مجلس میں بیٹھے تھے کہ ایک منافق نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اس ٹنڈے کی یہ بات ہے۔ حضرت طلحہؓ نے یہ سن کر کہا تمہیں پتہ ہے میں کس طرح ٹنڈا ہوا؟ پھر انہوں نے احد کی جنگ کا قصہ سنایا اور بتایا کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے اپنا ہاتھ پھیلائے کھڑا رہا اور جو تیر بھی آیا وہ میں نے اپنے ہاتھ پر لیا یہاں تک کہ تیروں کی بوچھاڑ نے اسے شل کر دیا۔

کسی نے کہا آپ اس وقت درد سے کراہتے نہ تھے؟ وہ کہنے لگے میں درد سے کس طرح کراہ سکتا تھا اگر کراہتا تو میرا جسم ہل جاتا اور تیر رسول کریم ﷺ کو لگ جاتا۔

جب دشمنوں کی تیر اندازی بھی رائیگاں گئی تو انہوں نے یکدم ریلہ کر دیا اور

وہ 12 آدمی بھی دھکیلے گئے اور رسول کریم ﷺ زخمی ہو کر ایک گڑھے میں گر گئے۔ آپ پر بعض اور صحابہؓ جو آپ کی حفاظت کر رہے تھے شہید ہو کر گر گئے اور اس طرح رسول کریم ﷺ تھوڑی دیر کے لئے نگاہوں سے اوجھل ہو گئے اور لشکر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ رسول کریم ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر بعض کمزور تو مدینہ کو واپس چلے گئے کہ وہاں کے لوگوں کو اطلاع دیں اور باقی صحابہؓ سامان جنگ میں گھبرائے گھبرائے پھرنے لگ گئے۔ حضرت عمرؓ پر اس خبر کا یہ اثر ہوا کہ آپ ایک چٹان پر بیٹھ کر رونے لگ گئے۔

اس وقت بعض صحابہ ایسے بھی تھے جنہیں اس امر کی اطلاع نہ تھی کیونکہ وہ فتح کے بعد ایک طرف ہو گئے تھے اور انہیں یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کفار نے دوبارہ حملہ کر دیا ہے۔ انہی میں وہ صحابی بھی تھے جو ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ اگر میں جنگ بدر میں شامل ہوتا تو یوں کرتا اور یوں کرتا۔ انہیں اس وقت بھوک لگی ہوئی تھی اور وہ ٹہلتے ٹہلتے کھجوریں کھا رہے تھے۔ چلتے چلتے وہ حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں۔ گھبرا کر پوچھا کہ عمرؓ یہ رونے کا کونسا مقام ہے؟ اسلام کو فتح حاصل ہوئی ہے اور آپ رو رہے ہیں حضرت عمرؓ نے کہا تم کو پتہ نہیں دشمنوں نے دوبارہ حملہ کیا ہے اور رسول کریم ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ انہوں نے جب یہ سنا تو کہنے لگے عمر! تمہاری عقل بھی خوب ہے جب رسول کریم ﷺ شہید ہو گئے ہیں تو پھر ہمارے اس دنیا میں رہنے کا کیا فائدہ ہے؟

یہ کہہ کر انہوں نے کھجور کی طرف دیکھا اور کہا میرے اور جنت میں کیا چیز حائل ہے صرف یہ کھجور؟ یہ کہتے ہوئے انہوں نے کھجور کو زمین پر پھینک دیا۔ اور کہا عمرؓ رو کیوں رہے ہو؟ جہاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہیں وہاں ہم بھی جائیں گے۔

چنانچہ تلوار لے کر دشمنوں پر ٹوٹ پڑے اور اس قدر جوش سے لڑے کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر شہید ہو گئے۔ بعد میں صحابہ نے ان کی نعش کو دیکھا تو ان کے جسم پر ستّر زخم تھے۔

تو صحابہؓ یہ مثال پیش کیا کرتے تھے مِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰی نَحۡبَهٗ کی کہ بعضوں نے اپنے فرائض کو جو ان پر خدا تعالیٰ کی طرف سے عائد ہوتے تھے ادا کر دیا اور بعض یقین اور صدق سے بیٹھے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ ان کا وجود بھی اسلام کی خدمت کے لئے کام آئے گا۔ یہ گواہی ہے جو صحابہ کے متعلق خدا تعالیٰ نے دی۔ اس کو اپنے سامنے رکھو اور پھر غور کرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: كَبُرَ مَقۡتًا عِنۡدَ اللّٰهِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ خدا تعالیٰ کے حضور یہ سخت ناپسندیدگی کی بات ہے کہ تم کہتے ہو مگر کرتے نہیں۔ فرماتا ہے بعض چیزیں جبری ہوتی ہیں اور بعض طوعی۔ جبری تو بہرحال پوری کرنی پڑیں گی اور جو طوعی ہوں ان کے متعلق ہم یہ کہتے ہیں کہ یا تو وہ وعدہ ہی نہ کرو اور اگر وعدہ کرو تو پھر اسے پورا کرو، چاہے تمہیں کس قدر قربانی کرنی پڑے۔

(خطبات شوریٰ جلد 2 صفحہ 244-247)

خدا کی خاطر مرنے والے کبھی نہیں مرتے

ہندوؤں میں ایک قصہ مشہور ہے وہ ہے تو قصہ مگر ہم اس سے بہت کچھ سبق حاصل کر سکتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ کوئی راجہ تھا جس کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تھی۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ تین خدا ہیں۔ برہما، وشنو اور شوجی۔ برہما پیدا کرتا ہے، وشنو رزق دیتا ہے اور شوجی مارتا ہے۔ اس تقسیم کی وجہ سے ہندوؤں میں برہما کی پوجا نہیں کی جاتی۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں پیدا تو ہم ہو ہی گئے ہیں اب ہمیں روٹی کی ضرورت ہے اور اس بات کی ضرورت ہے کہ زندہ رہیں۔ پس وہ وشنو اور شوجی کی پوجا کرتے ہیں، برہما کی نہیں کرتے۔

لیکن اس راجا کے ہاں چونکہ اولاد نہیں ہوتی تھی اور اولاد دینا برہما کا کام تھا اس لئے اس نے برہما کی پرستش شروع کر دی۔ آخر اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ جب وہ گیارہ سال کا ہوا اور عقل اس کی پختہ ہونی شروع ہوئی تو اس نے اپنے باپ سے کہا کہ آپ برہما کی کیوں پرستش نہیں کرتے اور اس کے احسان کے بدلہ میں بیوفائی کیوں دکھاتے ہیں؟ باپ نے کہا اب برہما نے ہمارا کیا کر لینا ہے، اب تو ہم شوجی کی پوجا کریں گے تا وہ تم کو زندہ رکھیں۔ بیٹے نے کہا میں تو برہما کی پرستش کروں گا اسی نے مجھے پیدا کیا ہے اور اسی کے احسان کا میں شکر ادا کروں گا۔ اس پر باپ بیٹے میں اختلاف ہو گیا اور یہ اختلاف اتنا بڑھا

کہ باپ نے غصہ میں آ کر دعا کی کہ شوجی میرے بیٹے کو مار ڈالو، یہ بڑا نا خلف اور نالائق ہے۔ چنانچہ شوجی نے اسے مار دیا۔ برہما کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ کہنے لگے ہیں! میری پرستش کرنے کی وجہ سے یہ لڑکا مارا گیا ہے میں اسے زندہ کروں گا چنانچہ انہوں نے اسے زندہ کر دیا۔ شوجی نے اسے پھر مار دیا۔ برہما کو پھر جوش آیا اور انہوں نے اسے پھر زندہ کر دیا۔ غرض ایک لمبے عرصہ تک برہما زندہ کرتے اور شوجی مار دیتے۔ شوجی مارتے اور برہما زندہ کرتے۔

یہ ہے تو قصہ اور قصہ کے لحاظ سے لغو بھی مگر سبق سے خالی نہیں۔ اس میں یہ سبق ہے کہ جب خدا تعالیٰ کے لئے کوئی شخص اپنی جان دیتا ہے تو کون ہے جو اسے مار سکے۔ وہی تو پیدا کرنے والا ہے اور جب وہی پیدا کرنے والا ہے تو اس پر موت آ کس طرح سکتی ہے۔

پس اس قصہ میں کم از کم یہ سبق ضرور ہے کہ اگر کوئی شخص خدا تعالیٰ کے لئے مرتا ہے تو وہ مرتا نہیں۔ دیکھ لو حضرت اسماعیلؑ کو خدا تعالیٰ کے لئے حضرت ابراہیمؑ نے قربان کیا مگر کیا وہ قربانی رائیگاں گئی اور کیا حضرت اسماعیل ہمیشہ کے لئے زندہ نہ ہو گئے؟

(خطبات شوریٰ جلد 2 صفحہ 247۔248)

وعدہ وہ ہے جو نیکی پر مبنی ہو

وہی اقرار انسان پورا کرنے پر مجبور ہوتا ہے جو نیکی کا اقرار ہو اور جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہو۔ بدی کے متعلق اقرار کوئی اقرار نہیں ہوتا۔

حضرت خلیفہ اوّل فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ میں نے ایک شخص کو نصیحت کی کہ فلاں عورت سے تم نے ناجائز تعلق رکھا ہوا ہے یہ سخت گناہ کی بات ہے اسے چھوڑ دو۔ تو وہ کہنے لگا مولوی صاحب! وہ عورت ہو کر اپنے اقرار پر قائم ہے تو کیا میں مرد ہو کر بے ایمان ہو جاؤں اور اس کو چھوڑ دوں؟

گویا اس کے نزدیک کسی غیر عورت کو اپنے گھر میں ڈال لینا اور آپس کے اقرار کو پورا کرنا یہ ایمان تھا حالانکہ شرارت کا وعدہ کوئی وعدہ نہیں ہوتا۔ وعدہ وہ ہے جو نیکی پر مبنی ہو۔

(خطبات شوریٰ جلد 2 صفحہ 250)

میں آج سے پختہ احمدی ہوں

ایک مہمان عورت نے آ کر میری بیوی کو سنایا کہ جب احمدیوں میں میری شادی ہوگئی تو میرے رشتہ داروں نے کہا کہ اپنے خاوند کو پھسلانا۔ میرا بھی یہی خیال تھا کہ جب موقع ملے ایسا کروں۔ ظاہراً تو خاوند کے کہنے پر میں نے بیعت کر لی لیکن میرے دل کی کیفیت اسی طرف مائل تھی اور ہر موقع پر میں نے یہی کوشش کی کہ کسی طرح اپنے خاوند کو بھی اپنے ساتھ ملا لوں۔ وقت گزرتا گیا مگر مجھے اس میں کامیابی نہ ہوئی حتّٰی کہ وہ دن آن پہنچا کہ ہمارا نوجوان بیٹا جس کے ساتھ ہماری امیدیں وابستہ تھیں فوت ہو گیا۔ ہماری رشتہ دار عورتیں تعزیت کے لئے آئیں اور کہنے لگیں کہ دیکھا! تمہارے احمدی ہونے کی وجہ سے یہ لڑکا فوت ہو گیا ہے اگر تو احمدی نہ ہوتی تو یہ فوت نہ ہوتا۔

مگر میں سمجھتی تھی کہ میں نے تو صرف ظاہراً بیعت کی ہوئی تھی اور دل میں پکی غیر احمدی تھی اس لئے مجھے یہ سزا خدا کی طرف سے ملی ہے اس لئے میں نے ان سے اسی وقت کہا کہ جاؤ! میں آج سے پختہ احمدی ہوں۔

(خطبات شوریٰ جلد 2 صفحہ 271)

عقلمندی و حاضر دماغی

حضرت عمرؓ کے زمانہ کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ حضرت مغیرہ یمن کے گورنر مقرر ہوئے۔ اس علاقہ کے لوگوں نے کہا کہ یہ شخص چونکہ ٹیکس سختی سے وصول کرتا ہے اس لئے کوشش کرو کہ یہاں آئے ہی نہیں۔ ان میں سے ایک شخص بہت ہوشیار تھا۔ اس نے کہا کہ مجھے ایک لاکھ درہم جمع کر دو تو میں جا کر شکایت کرتا ہوں کہ یہ روپیہ مغیرہ نے رشوت لی ہے۔ وہ شخص حدیث العہد تھا اور جھوٹ کی قباحت کو پوری طرح نہیں سمجھا تھا۔

چنانچہ اس نے وہ روپیہ حضرت عمرؓ کو پیش کیا کہ یہ مغیرہ نے رشوت لی ہے۔ حضرت مغیرہؓ نہایت سمجھدار اور عقلمند تھے اور صحابہ میں بہت نیک سمجھے جاتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو بلایا اور پوچھا کہ کیا تم نے یہ روپیہ رشوت لیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں لیا ہے مگر ایک لاکھ نہیں دو لاکھ اور وہ میں نے اسی کے پاس جمع کر دیا تھا۔ اس پر وہ شخص گھبرا گیا اور کہا کہ یہ بات بالکل غلط ہے اور انہوں نے کوئی رقم دراصل وصول کی ہی نہیں۔ یہ محض ان کی سختی کی وجہ سے ہم نے سازش کی تھی تا آپ ان کی جگہ دوسرے والی کو بھجوا دیں۔

(خطباتِ شوریٰ جلد 2 صفحہ 281)

یہ بھی دھوکہ ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک دفعہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میرے پاس کرایہ نہیں تھا۔ میں بغیر ٹکٹ کے گاڑی پر سوار ہو گیا اور یہاں آ گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ سن کر اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور روپیہ دو روپے جتنا کرایہ بنتا تھا نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا اور فرمایا جاتی دفعہ ٹکٹ خرید لینا۔

اور فرمایا یہ بھی ویسا ہی دھوکا ہے جیسے دنیا میں کوئی اور دھوکا کیا جاتا ہے۔

(خطباتِ شوریٰ جلد 2 صفحہ 285)

قافیہ نہیں ملا

کہتے ہیں کسی پٹھان نے کہا ''جاٹ رے جاٹ تیرے سر پر کھاٹ۔'' یہ سن کر وہ کہنے لگا ''پٹھان رے پٹھان تیرے سر پر کولہو۔''

کسی نے پوچھا کہ قافیہ نہیں ملا۔ وہ کہنے لگا قافیہ تو نہیں ملا مگر کولہو اتنا وزنی ہے کہ اس کا سر توڑ دے گا۔

(خطباتِ شوریٰ جلد 2 صفحہ 287-288)

جنگ حوصلوں سے جیتی جاتی ہے سامان سے نہیں

جنگ عظیم کے دنوں میں رنگروٹوں کو صرف دو ماہ کی ٹریننگ کے بعد آگے بھیج دیا جاتا تھا حالانکہ عام حالات میں یہ عرصہ دو سال کا ہوتا ہے۔ اس وقت صرف یہ دیکھا جاتا ہے کہ اسے بندوق کندھے پر رکھنا آتی ہو اور وہ ڈرے نہیں اور یہ اس لئے کیا جاتا تھا کہ میدان خالی نہ رہے۔

میں نے جنگ عظیم کے متعلق پڑھا ہے کہ ایک موقع ایسا آ گیا تھا کہ سات میل کا رقبہ بالکل خالی ہو گیا تھا۔ اس موقع میں انگریزی فوج کے آدمی یا تو شکست کھا کر ہٹ چکے تھے اور یا مارے جا چکے تھے۔ اگر جرمن افواج کو اس کا علم ہو جاتا تو جنگ کا نقشہ بالکل بدل جاتا۔

جب جنرل HAUG کو اس کا علم ہوا تو اس نے ایک ماتحت جرنیل کو جو شاید آسٹیرین یا کینیڈین تھا بلایا اور کہا کہ ایسا ایسا واقعہ ہو گیا ہے۔ ہمارے پاس اس وقت فوج نہیں جو اس خلاء کو پورا کر سکے۔ میں یہ کام تمہارے سپرد کرتا ہوں کہ جس طرح بھی ہو سکے انتظام کرو کہ یہ خلا پر ہو جائے۔

چنانچہ وہ جرنیل موٹر میں بیٹھا اور دھوبیوں اور باورچیوں اور دوسرے ملازموں سے جو فوج کے پیچھے کام کرتے ہیں جا کر کہا کہ تم لوگ ہمیشہ جنگ میں شریک ہونے کی خواہش کیا کرتے ہو۔ آج تمہارے لئے بھی حوصلے نکالنے کا موقع آ گیا ہے۔ جو ہتھیار جس کے ہاتھ میں آئے لے لو اور چلو۔ بعض کو بندوق چلانی آتی تھی انہیں تو بندوقیں دے دی گئیں مگر دوسروں نے کدالیں اور پھاوڑے وغیرہ لے لئے۔ بعض نے کفگیر ہی اٹھائے اور چار پانچ گھنٹے اس خلا کو پر کئے رکھا اور دشمن کو یہ خیال بھی نہ ہوا کہ یہاں کوئی فوج نہیں ہے حتیٰ کہ پیچھے سے کمک آ گئی۔

(خطباتِ شوریٰ جلد 2 صفحہ 293-294)

دل میں اخلاص ہو تو بولنا خدا سکھا دیتا ہے

نہ اچھے بولنے والوں سے یہ کام چلتا ہے اور نہ اچھے لکھنے والوں سے، ضرورت ایمان اور اخلاص کی ہوتی ہے۔ جب دل میں اخلاص ہو تو بولنا اللہ تعالیٰ خود ہی سکھا دیتا ہے۔

دیکھو! حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اچھا بولنا نہیں آتا تھا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کہا بھی کہ میرے بھائی کو بولنا آتا ہے لیکن وہی موسیٰ علیہ السلام جنہیں بولنا نہیں آتا تھا اور جن کے متعلق مفسرین لکھتے ہیں کہ ان کی زبان میں لکنت تھی اور قرآن شریف سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کو تقریر کی مشق نہ تھی۔ مگر جب خدا تعالیٰ نے ان کو نوبت دی، ایمان کا چشمہ ان کے اندر سے پھوٹ پڑا تو فرعون کے سامنے جا کر خود ہی تقریر کی۔

حضرت ہارونؑ بھی ساتھ تھے مگر ان کو ایک لفظ تک آپ نے بولنے نہیں دیا اور خود اس زور سے اور ایسی شان سے تقریر کی کہ بڑے سے بڑا مقرر تسلیم کرے گا کہ آپ نے کمال کر دیا۔

دیکھو! مصیبت زدہ عورتیں جن کو ایک لفظ بھی بولنا نہیں آتا، غیر مرد کے سامنے ایک لفظ منہ سے نہیں نکال سکتیں بلکہ رشتہ داروں سے بھی بات نہیں کر سکتیں جب ان کا بچہ کسی مصیبت میں ہو تو ایسی تقریر کرتی ہیں کہ سننے والا دنگ

رہ جاتا ہے۔

توضرورت یہ ہوتی ہے کہ دل میں زخم ہو، بولنا خود بخود آ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ دعا سکھائی: رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ ﴿۲۶﴾ وَیَسِّرۡ لِیۡۤ اَمۡرِیۡ ﴿۲۷﴾ وَاحۡلُلۡ عُقۡدَۃً مِّنۡ لِّسَانِیۡ ﴿۲۸﴾ یَفۡقَهُوۡا قَوۡلِیۡ ۲۹ اس میں شرح صدر کو پہلے رکھا، جب شرح صدر ہو تو سہولتیں آپ ہی آپ پیدا ہو جاتی ہیں۔

(خطبات شوریٰ جلد 2 صفحہ 296)

خدا کے بندے فاقوں نہیں مرتے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک دنیادار کا قصہ سنایا کرتے تھے کہ اس کے بہت سے نوکر چاکر تھے۔ ایک دن اس نے خیال کیا کہ انہیں علیحدہ کر کے بچت کی صورت کی جائے لیکن رات کو اس نے خواب دیکھا کہ اس کا خزانہ کھلا پڑا ہے اور کچھ لوگ گڈے بھر بھر کر مال اس میں سے نکالتے جا رہے ہیں۔ اس نے پوچھا کہ تم لوگ کون ہو اور میرا مال کہاں لے جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہم فرشتے ہیں، پہلے کچھ لوگوں کا رزق تمہارے پاس تھا مگر اب تم نے ان کو نکالنے کا ارادہ کیا ہے اس لئے ان کے حصہ کا رزق اب دوسری جگہوں پر بھیجا جائے گا۔

تو رزق ہر ایک کا خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے اور جب عام حالت میں یہ ہے تو خدا تعالیٰ کے دین کا کام کرنے والے کیوں اپنا رزق ساتھ نہ لائیں گے۔ کون ہے جو خدا تعالیٰ کا بندہ کہلائے اور پھر خدا تعالیٰ اسے فاقہ سے مرنے دے۔

(خطبات شوریٰ جلد 2 صفحہ 297-298)

جلدی کرو۔ طبیعت بہت خراب تھی

خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے پہلے سے تیاری کرنی چاہئے۔ اگر ہم قبل از وقت ان کے لئے تیار نہیں ہوں گے تو موقع آنے پر بالکل گھبرا جائیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی والدہ سے بہت محبت تھی۔ غالباً آپ جن دنوں سیالکوٹ میں تھے یا کسی اور مقام پر قادیان سے باہر تھے کہ آپ کو خبر پہنچی کہ آپ کی والدہ سخت بیمار ہیں۔ یہ سن کر آپ فوراً قادیان کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب آپ بٹالہ سے یکہ میں بیٹھ کر قادیان کی طرف روانہ ہوئے تو جو شخص لینے آیا ہوا تھا وہ بار بار یکہ والے سے کہنے لگا کہ ذرا جلدی کرو، بی بی صاحبہ کی طبیعت بہت ہی خراب تھی خدا خیر کرے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اور زیادہ یکہ والے کو تاکید کرنے لگا اور یوں کہنا شروع کیا کہ کہیں خدانخواستہ فوت ہی نہ ہو گئی ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے تھے: میں نے اس فقرہ سے سمجھ لیا کہ وہ فوت ہو چکی ہیں اور یہ مجھے صدمہ کے لئے تیار کر رہا ہے اور میں نے اس سے کہا کہ تم ڈرو نہیں اور جو سچ بات ہے وہ بتا دو۔ اس پر اس نے کہا کہ بات تو یہی ہے کہ وہ فوت ہو چکی ہیں۔

اب دیکھو! وہ اس قسم کے فقرات تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد کہہ کر آپ کو صدمہ کی خبر سنانے کے لئے تیار کر رہا تھا۔ ورنہ جو حادثہ ہونا تھا وہ ہو چکا تھا تو دنیا میں جو معمولی حادثات وقوع میں آتے ہیں ان کی برداشت کے لئے بھی تیاری کی ضرورت ہوتی ہے۔

(خطبات شوریٰ جلد 2 صفحہ 332-333)

❁❁❁❁



اب آپ ہی فیصلہ کریں

محمد حنیف صحافی

اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ ہم کیا کریں؟ آپ اپنے آپ کو پاکستان کا شہری ثابت کرنے کے لئے شناختی کارڈ کا فارم بھرتے ہیں تو آپ سے ایک سوال پوچھا جاتا ہے جو دنیا کے کسی اور مسلمان ملک میں کسی مسلمان شہری سے نہیں پوچھا جاتا۔ آپ سے یہ نہیں پوچھا جاتا کہ آپ کی دماغی صحت ٹھیک ہے۔ آپ کے ہاتھ پاؤں سلامت ہیں، چور ہیں یا سمگلر، زندگی میں کتنے rape کئے ہیں؟ کبھی ٹیکس دیا ہے یا نہیں؟ جناح کو قائداعظم مانتے ہیں یا کافر اعظم؟ بچوں کو سکول میں پڑھواتے ہو؟ یا بازار میں بھیک منگواتے ہو؟ شریعت چاہیے یا socialism پاک فوج کو قوم کا سرمایا سمجھتے ہو یا قوم کے سرمائے کا چور؟ آپ سے یہ نہیں کہا جاتا کہ ثابت کریں کہ آپ ہندو ہیں، عیسائی ہیں، پارسی، سکھ یا بت پرست نہیں ہیں؟ لیکن حلف نامہ جو شناختی

کارڈ کے فارم میں ہے اور اس وقت ہم پچیس سال سے آنکھ بند کر کے کبھی اپنے دستخط سے اور کبھی انگوٹھا لگا کر صدق دل سے بھر رہے ہیں وہ صرف اور صرف یہ ہے کہ میں احمدی نہیں ہوں، میں قادیانی نہیں ہوں اور میں ان کے ذیلی فرقہ لاہور گروپ سے بھی تعلق نہیں رکھتا۔ایک چھوٹا سا فرقہ جو ہمارے آئین کے مطابق غیر مسلم ہے لیکن اسے بھی ہماری طرح نمازیں پڑھنے اور داڑھیاں رکھنے کا شوق ہے۔اس سے ہمیں اتنا خوف کیوں آتا ہے؟ ہمارے ایمان کو السلام علیکم کہنے والے، بسم اللہ پڑھنے والے، مسجدوں میں نماز قائم کرنے والوں سے اتنا خطرہ کیوں؟ کہ اگر وہ 'سلام' 'بسم اللہ' اور مسجد جیسے الفاظ بولیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ انہیں سیدھا جیل جانا چاہیے اور یہ کیسے ہوگیا کہ دنیا کہ زیادہ تر اسلامی ممالک میں کسی کو یہ خیال نہیں آیا کہ ان کے مذہب اور معاشرے کو سب سے زیادہ خطرہ قادیان کے گاؤں سے اُٹھنے والے اس فتنہ سے ہے۔لاہور میں احمدیوں کی مسجدوں پر حملہ کرنے والوں کی عمریں اتنی کم تھیں کہ انہیں یہ بھی علم نہ ہوگا کہ سن 1974ء سے پہلے احمدی مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ سمجھے جاتے تھے لیکن 35 سال کے اندر ہمارے ایمان میں اتنی پختگی آئی ہے کہ ہم نے نہ صرف انہیں کافر قرار دیا ہے بلکہ دنیا کے بدترین کافر۔جب ہم احمدی مسجد کو عبادت گاہ کہنے پر مصر ہوتے ہیں تو ہم اپنے ملک کے قانون پر پابندی کر کے تین سال قید بامشقت سے تو بچتے ہی ہیں، ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ دیکھیں نہ یہ مندر ہے نہ کلیساہ، نہ گوردوارا، نہ سینیگاگ۔ یہ ایک عبادت گاہ ہے جہاں ایک وحشی بت پرست کسی بھی خدا کو نہ ماننے والے لوگ خدا اور اس کے رسول اور اسکے ماننے والوں کا مذاق اُڑاتے ہیں۔لیکن آپ کو یہ جان کر دُکھ ہوگا کہ بہت سے احمدی اپنے آپ کو ہم سے بہتر مسلمان سمجھتے ہیں۔سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ کام جو پوری اسلامک دنیا میں نہیں ہوسکا۔ بلکہ زیادہ تر گمراہ مسلمانوں نے اس کے بارہ میں سوچا بھی نہیں، وہ اس مملکت خداداد میں کیسے ممکن ہوگیا؟ قیام پاکستان سے پہلے قائداعظم محمد علی جناح نے ایک جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا، ہم ہمیشہ ان کی

۱۱ ستمبر والی تقریر کو quote کرتے ہیں۔اس کا حوالہ نہ دیتے ہوئے بھی بریلوی صاحب نے دیا۔لیکن ظاہر ہے کہ قائداعظم ایک سیاست دان تھے انہوں نے اور بھی بہت سی باتیں کی ہونگی، تو اس جلسہ میں خطاب کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ "یہ ملک ایسی لیبارٹری ہو جہاں اسلامی نظریات پر تجربات کئے جاسکیں۔اور قائداعظم کا یہ مضمون معاشرتی علوم اور تاریخ کی ہر کتاب میں اور ہر سکول میں آج کل پڑھایا جاتا ہے۔تو لیبارٹری میں جو تجربات کامیاب ہوجاتے ہیں تو اس کے بعد ان کی production بڑے پیمانے پر شروع ہوجاتی ہے۔70ء کی دہائی میں ہم نے جو نئے کافر تیار کرنے کا کامیاب تجربہ کیا تھا وہ وہیں نہیں رُکا۔80ء اور 90ء کی دہائی میں کئی مسجدوں سے نعرے اُٹھے، کافر کافر، شیعہ کافر اور ملک کے طول وعرض میں شیعہ ڈاکٹر، استاد، وکیل، تاجر اور دانشور چن چن کر انتہائی بے دردی سے قتل کئے گئے اور اتنی بے دردی سے قتل کئے گئے کہ احمدی بھی کہہ اُٹھے ہونگے کہ شکر ہے کہ ہم کافر ہیں، شیعہ نہیں۔فوج پہلے طالبان کو مومنین سمجھتی تھی، اب کافر سمجھتی ہے یا شاید ہمیں یہی بتاتی ہے۔پنجاب کی حکومت پنجابی بولنے والے طالبان کو مسلمان سمجھتی ہے، پشتو بولنے والوں کو کافر۔ یاالٰہی یہ ملک ہے یا کافر بنانے کی فیکٹری؟

اس کے بعد سے کافر پیدا کرنے کا کاروبار اتنا پھیل چکا ہے کہ اپنے آپ کو مسلمان کہنے والے ہر شہری کے لئے دو اور ایسے مسلمان موجود ہیں جو اسے کافر سمجھتے ہیں۔ یارسول اللہ کہنے والے یاحسین کہنے والوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے والے ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے والوں کو کافر کہتے ہیں۔ داتا صاحب پر منتیں ماننے والے، بلھے شاہ کے مزار پر دھمال ڈالنے والوں کو کافر کہتے ہیں۔ جب ہم اپنے شناختی کارڈ کے فارم پر دستخط کر کے یا انگوٹھا لگا کر کسی کو کافر قرار دیتے ہیں تو ساتھ ہی اپنے لئے بھی ایک فتوے کی راہ کھول دیتے ہیں۔ کیونکہ مرنے والے بدترین کافر تھے۔اس لئے ان کے لئے دعائے مغفرت کرنا بھی کفر ہے۔لیکن یہ دعا تو کی جاسکتی ہے کہ جو باقی بچے ہیں اللہ انہیں زندہ رکھے۔بہت شکریہ

جلسہ سالانہ قادیان 2022ء



جلسہ سالانہ قادیان میں خطاب کرتے ہوئے محترم محمد انعام غوری صاحب ناظر اعلیٰ قادیان



جلسہ سالانہ قادیان 2022ء

جلسہ سالانہ قادیان 2022ء



دارالمسیح قادیان جلسہ سالانہ 2022ء کے موقع پر



مخزن تصاویر قادیان جلسہ سالانہ 2022ء کے موقع پر